سلسلہ اسلاف شناسی

مجلس میلاد وقیام تعظیمی کے جواز واثبات
پر ایک تحقیقی وعلمی تصنیف

مجلسِ میلادِ مصطفیٰ

ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ

تصنیف

بحر العلوم استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں قادری کابلی
(سابق مدرس اول ومہتمم: مدرسہ امدادیہ مراد آباد)

تحقیق، تقدیم وترتیب
نوشاد عالم چشتی (علیگ)

تخریج وترجمہ
ارشاد عالم نعمانی

ورلڈ ویو پبلشرز
اردو بازار لاہور

مجلس میلاد و قیام تعظیمی کے جواز و اثبات پر ایک تحقیقی و علمی تصنیف

مجلسِ میلادِ مصطفیٰ

یعنی

ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ

تصنیف

بحر العلوم، استاذ العلما، حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں قادری، کابلی

(سابق مدرس اوّل و مہتمم: مدرسہ امدادیہ، مراد آباد)

تحقیق، تقدیم، ترتیب

نوشاد عالم چشتی (علیگ)

تخریج و ترجمہ

ارشاد عالم نعمانی

ناشر

ورلڈ ویو پبلشرز

اردو بازار لاہور

ISBN 78-93-5321-511-8

کتاب : مجلس میلاد مصطفیٰ

ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ

تصنیف : علامہ شاہ محمد گل خاں قادری، کابلی

ترتیب وتسہیل : نوشاد عالم چشتی (علیگ)

تخریج وترجمہ : ارشاد عالم نعمانی

اشاعت اوّل : ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء مطبع گلزار ابراہیم، متصل شاہی مسجد، مرادآباد

اشاعت دوم : سن اشاعت ندارد، مطبع ریاض ہند آگرہ

اشاعت سوم : ۱۳۳۹ھ ذی الحجہ/ اگست ۱۹۲۱ء، قسط وار ماہنامہ سوادِ اعظم مرادآباد

طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ مئی ۲۰۱۸ء

طبع جدید پاکستان: ربیع الاول ۱۴۴۱ھ/ نومبر ۲۰۱۹ء

ری سیٹنگ : محمد فضیل قادری 0307-8415818

باہتمام : مقصود احمد کامران 0333-3585426

ناشر : ورلڈ ویو پبلشرز، اردو بازار لاہور

ورلڈ ویو پبلشرز

ہادیہ حلیمہ سنٹر گراؤنڈ فلور غزنی سٹریٹ نزد بھائی چوک اردو بازار لاہور

worldviewforum786@gmail.com

042-37236426 / 0333-3585426

فہرست مشمولات

انتساب

باعث تخلیق کائنات، سید الکونین، رحمت للعالمین، تاجدار دو عالم، محسن انسانیت
حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لخت جگر
حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات گرامی کے نام

نیز

تاجدار کائنات کے دادا حضرت عبدالمطلب
والدین کریمین حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ
رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ
عم مکرم حضرت ابو طالب
چچی جان حضرت فاطمہ بنت اسد
عم مکرم حضرت حمزہ
عم مکرم حضرت عباس
چچی جان اُم الفضل
کے نام

عجیب فیض ہے آقا تیری محبت کا
درود تجھ پہ پڑھیں اور خود سنور جائیں

الإهداء

ڈاکٹر سید محمد ابوالعاصم رضوی

(وارثی کلینک، میڈیکل کالج روڈ، علی گڑھ، یوپی)

جنھوں نے انتہائی مومنانہ فراست اور والہانہ محبت رسول کے ساتھ علی گڑھ میں
مراسم اہل سنت کو تو ارثا زندہ رکھا ہے

*

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی

(مہتمم: جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مرادآباد، یوپی)

جنھوں نے اپنی مشفقانہ محبت اور کرم نوازی کے ساتھ اس کتاب کی جدید تکمیلِ اشاعت
کے لئے مسلسل تقاضا اور پیہم اصرار جاری رکھا۔

*

حضرت مولانا سید محمد جمال احمد اشرفی

(مہتمم: مدرسہ فیضان مصطفیٰ، زہرہ باغ، علی گڑھ، یوپی)

جنھوں نے علی گڑھ میں جلوسِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا ڈالی

*

ڈاکٹر محمد افضال خاں برکاتی

(میڈیکل چیمبر پکا باغ، اٹاوہ، یوپی)

جن کی حساس طبیعت اور دینی حمیت جماعت اہل سنت کو
مسلسل متحرک وفعال دیکھنا چاہتی ہے۔

نوشاد عالم چشتی علیگ

عرض ناشر برائے پاکستانی ایڈیشن

مجلس میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا نام "**ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے جسے بحر العلوم استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ محمد گل خان قادری کابلی سابق مدرس اول و مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد نے پہلی مرتبہ ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں تحریر فرما کر شائع کیا تھا۔ دوسری بار مطبع ریاض ہند آگرہ سے مصنف کے وصال ۱۹۱۲ء سے قبل شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کتاب کی تیسری اشاعت مصنف کے انتقال کے بعد ۱۹۲۱ء میں ماہنامہ سواد اعظم مراد آباد نے قسط وار شائع کیا۔ تقریباً ۱۲۶ سال بعد، نوشاد عالم چشتی صاحب نے پیش نظر کتاب کو ۲۰۱۸ء ۱۴۳۹ھ میں **مجلس میلاد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے جدید کمپوزنگ اور ترتیب و تسہیل، تخریج و ترجمہ، تحقیق و تقدیم کے ساتھ رسول اعظم اکیڈمی کانپور کے توسط سے شائع کیا۔ اشاعت کے بعد اس کتاب کو ہند و بیرون ہند کے اردو دان طبقہ میں بڑی پذیرائی ملی ہے۔

ہم اپنے اشاعتی ادارے ورلڈ ویو پبلشرز لاہور پاکستان سے اس علمی و تحقیقی کتاب کو پہلی بار شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ بزرگ عالم دین حضرت علامہ شاہ گل خاں صاحب کی اصل کتاب اپنے موضوع پر بہت اہمیت کی حامل ہے ہی مگر چشتی صاحب کی تقدیم، میلاد اور میلادی عناصر کے حوالے سے لکھا گیا **حدیث دل** کے عنوان سے تاریخیت پر ایک نادر، تحقیقی و تاریخی شہ کار ہے۔ مرتب نے اس ایڈیشن میں حسب ضرورت مزید ترمیم و اضافہ کیا ہے۔ ورلڈ ویو پبلشرز (**اسلاف شناسی سیریز**) کی یہ پیشکش یقیناً قارئین کے لیے ایک انمول تحفہ ثابت ہوگی۔

ڈائریکٹر: مقصود احمد کامران
ورلڈ ویو پبلشرز، اردو بازار،
92333-3585426
liewforum786@gmail.com
21/11/2019

عرض حال

میرا تعلق علاقہ بندیل کھنڈ کے موضع چتیلا ضلع جالون تحصیل کالپی شریف سے ہے۔
میری تاریخ پیدائش، ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۸ء ہے۔ میرے ہوش سنبھالنے کے بعد والدین کی
خواہش تھی کہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کروں۔ والد صاحب قبلہ مجھے
حافظ قرآن کے ساتھ ہی عالمِ دین بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ والدہ کی خواہش بھی یہی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے میرے والدین کی خواہشات کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اللہ اور اس کے
رسول کے فضل، والدین کی دعاؤں کی برکت سے میں نے حفظ قرآن کی تکمیل بھی کی اور
۱۹۹۲ میں جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج قنوج سے درس نظامی کی مکمل تعلیم حاصل کر
جنہونے کے بعد جامعہ کی جانب سے دستار فضیلت سے بھی نوازا گیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ
[illegible] نے ہائی اسکول اور انٹر کا امتحان بھی یوپی بورڈ سے پاس کیا۔ لکھنؤ یونیورسٹی کے ممتاز
[illegible] گریجویٹ کالج امین آباد لکھنؤ سے بی۔ اے۔ اور اس کے بعد ایم۔ اے۔ اردو
[illegible] ڈیویزن لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ یہ سب میرے والدین کی حوصلہ افزائی اور
[illegible] مخلص بھائی و شفیق استاد حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد نوری مدظلہ العالی کی رہنمائی

فلحمد للہ علیٰ ذالک۔

[illegible] والد محترم جناب خلیل الرحمٰن صاحب علاقہ بندیل کھنڈ ضلع ہمیر پور کے
[illegible] خانقاہ کمہریا شریف کے بزرگ شخصیت عارف باللہ حضرت عبداللہ بابا نظامی علیہ
[illegible] سلسلہ چشتیہ میں بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ میری والدہ محترمہ مہر النساء صاحبہ
[illegible] کے معروف بزرگ سید مصباح الحسن چشتی مودودی علیہ الرحمہ سے بیعت
[illegible] والدین فطرتاً سادہ طبیعت کے تھے، اور تصنع سے کوسوں دور تھے۔ ان کی
[illegible] لئے سرمایۂ حیات ہیں۔ والد صاحب قبلہ کا انتقال عین حالتِ نماز میں سجدہ
جمعہ، جامع مسجد کدورہ ضلع جالون میں ۶ رجب ۱۴۰۶ / ۱۵ مارچ

۱۹۸۶ کو ہوا۔ میری والدہ کا انتقال میرے آبائی وطن چتیلا ضلع جالون میں بروز جمعہ ۲۷ رمضان ۱۴۳۳ / ۱۷ اگست ۲۰۱۲ (شب قدر) میں ہوا۔ استاذ محترم علامہ مشتاق احمد نوری مدظلہ العالی کی فیض و توجہ سے ناچیز مطالعہ کتب کی طرف مائل تو ہوا مگر تحریر کی دنیا میں قدم رکھنے کی ہمت نہیں کی۔ والد گرامی کے انتقال کے بعد بڑے بھائی ماسٹر جمیل حسین صاحب پرنسپل فیض عام انٹر کالج، راٹھ، ضلع ہمیر پور کی شفقتوں اور مہربانیوں نے کبھی مجھے مایوس نہیں ہونے دیا۔

گرامی قدر ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی کے تعلقات نے میرے مطالعہ میں مزید دلچسپی کے اسباب پیدا کئے۔ ڈاکٹر صاحب کے مشورے سے سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت میں عصری اسلوب میں لٹریچر کی نشر و اشاعت کے لئے میں نے کانپور میں اپنے غریب خانے پر رسول اعظم اکیڈمی کے قیام کی بنیاد ۲۰۱۰ میں ڈالی۔ مگر اپنی مصروفیت کی وجہ سے ابھی تک اس اکیڈمی سے نشر و اشاعت کا کوئی خاص کام نہیں کر سکا۔ ڈاکٹر صاحب جن دنوں علامہ شاہ محمد گل خان قادری کی کتاب ذخیرۃ العقبیٰ کی از سرِ نو ترتیب میں مصروف تھے اس وقت میں نے اس کتاب کو جستہ جستہ پڑھا تو مجھے لگا کہ اس کتاب کی اشاعت اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے نہایت موضوع اور مناسب ہے در اصل یہ کتاب ذخیرۃ العقبیٰ جس کا دوسرا نام مجلس میلادِ مصطفیٰ بھی ہے اس کو جامعہ نعیمیہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو عصری اسلوب میں از سرِ نو مرتب کرنے کے لئے دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کی جدید پیش کش میں تحقیق و ترتیب اور تصحیح میں انتہائی محنتِ شاقہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ نفسِ کتاب میں مختلف مقامات پر چشتی صاحب نے کئی نہایت جامع قیمتی اور معلوماتی حاشئے لگائے ہیں۔ مزید چشتی صاحب نے اس کتاب پر میلاد کے متعلق جو تقدیم حدیثِ دل کے نام سے لکھا ہے، وہ تاریخی اعتبار سے بہت وقیع اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے یہ کتاب بہت پہلے شائع ہو جانی چاہیے تھی مگر ڈاکٹر چشتی صاحب کی بعض ناگزیر مصروفیات اور طبیعت کی ناسازی سے یہ کتاب بہت تاخیر سے چھپ رہی ہے اس کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے اظہارِ تشکر میں بھی کیا ہے۔ بہر حال اللہ

تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ کتاب اب جلد ہی شائع ہونے جا رہی ہے
مجلس میلادِ مصطفیٰ، رسول اعظم اکیڈمی کانپور کی پہلی اشاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کی سلسلہ اشاعت کو مزید دراز کرے اور اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کی اشاعت کا ثواب حضور اکرم اور اہل بیت کے طفیل میرے والدین اور میرے محسن وکرم فرماں جناب راشد بھائی کے والدین کو بھی اور میرے عزیز واقارب اور جملہ مؤمنین ومومنات کو عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

خادم اکیڈمی

(مولانا) عبید الرحمٰن

پرنسپل، مدرسہ شمس العلوم، سنگاؤں، فتح پور ہنسوا، یوپی۔
منیجر، ضیاء الحق گرلس ڈگری کالج، کھیری، فتح پور، یوپی
بانی وسرپرست، رسولِ اعظم اکیڈمی۔ ۱۹/۲۱، نیو عیدگاہ کالونی کانپور
بروز جمعرات ۔ شعبان ۱۴۳۹ / ۱۹؍اپریل ۲۰۱۸
+91 97932 17681

اظہارِ تشکر

اللہ کریم کا اس اہم کام کی تکمیل پر میں اپنے پورے وجود کے ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار اور سراپا ممنون کرم ہوں۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم، حضور اکرم ﷺ کی عنایت، اہلِ بیت کی توجہ، خواجہ خواجگانِ چشت کی کرم نوازیوں اور بزرگانِ دین کی نوازشات سے حالات کی ناسازگاری کے باوجود یہ کام بحسن و خوبی یقیناً میری بساط کے مطابق خوب سے خوب تر انداز میں اپنے انجام تک پہنچا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی تمام تر شکستہ حالات و ماحول کے باوجود کائنات کے ہر معاملات و منصوبے کو پایۂ انجام تک پہنچنے کے لیے سارے اسباب فراہم کرتا ہے۔ اس مسبب الاسباب کا کرم اگر شاملِ حال نہ ہوتو بندہ کچھ نہیں کرسکتا۔

میں ممنون و شکر گزار ہوں حضرت مولانا محمد یامین صاحب (موجودہ مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد) کا جنھوں نے مجھے اس اہم کتاب کی ترتیبِ نو کے لیے منتخب کیا اور اس کی ازسرنو تحقیق و ترتیب، تسہیل و تقدیم کی ذمہ داری دی۔ خدائے بزرگ و برتر کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کی دلی آرزو پوری ہوئی۔ حالات و معاملات انسان کے ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے۔ مقدرات ہی غالب رہتے ہیں۔ میں بھی حالات سے متاثر رہا اس لیے اس کتاب کو جدید اسلوب و کمپوزنگ کے ساتھ منظرِ عام پر آنے میں کافی تاخیر ہوگئی۔ اگر چہ اس بابت کام کچھ نہ کچھ ہوتا رہا مگر میری سست رفتاری بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر رفتار پکڑنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہی نہیں ہو رہی تھی۔ احباب کا تقاضا مسلسل رہا مگر اچانک اللہ رب العزت کی کرم نوازی ہوئی اور کام اپنی تکمیل تک پہنچ گیا۔

کتاب 'ذخیرۃ العقبیٰ' میں شامل آیاتِ قرآنی کی تخریج اور احادیثِ نبویہ کی

جدید انداز میں تخریج وترجمے کا کام محب گرامی ارشاد نعمانی صاحب نے بحسن وخوبی انجام دیا نیز راقم کی خواہش پر تراجم رجال وشخصیات کا اس کتاب میں اضافہ کیا۔ ارشاد نعمانی صاحب کے ذمہ جو کام میں نے دیا تھا اس کی تکمیل انھوں نے متعین مدت سے قبل ہی کرکے دے دی۔ اس بابت جو کچھ تاخیر ہوئی ہے اس کا ذمہ دار صرف اور صرف راقم ہے۔ میں ارشاد نعمانی صاحب کی اس تعاون کے لیے ان کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

مصنف کتاب حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں صاحب نے اس کتاب میں بعض غیر مطبوعہ کتب جو مخطوطے کی شکل میں ہیں، ان غیر مطبوعہ کتب سے بعض مقامات پر حوالے دیے تھے۔ تخریج کے وقت جب یہ بات سامنے آئی تو ان غیر مطبوعہ مخطوطوں کی انٹرنیٹ سے فراہمی میں فیس بک کے میرے دوست محب گرامی مولانا محمد حسین عطاری المدنی (مدرس جامعۃ المدینہ فیصل آباد)، حال ساکن فیصل آباد، پنجاب (پاکستان) نے فراخ دلی سے تعاون کیا۔ "لمعات التنقیح" از شیخ محقق دہلوی اور "قنیۃ المنیۃ" ازمختار بن محمود کے مخطوطے موصوف نے فراہم کرائے۔ میں ان کا بھی صمیم قلب سے ممنون ہوں۔ ڈاکٹر محمد آصف حسین مرادآبادی ایک بااخلاق اور مخلص انسان ہیں، آپ نے علمی تعاون کے لیے ہمیشہ اپنا دست تعاون دراز رکھا۔ کئی حوالوں کی فراہمی کی نیز مختلف حوالوں کے اصل مراجع کی نشان دہی کی، اور علامہ شاہ محمد گل خاں علیہ الرحمہ کی متعدد کتابوں کے عکس بھی فراہم کیے۔ 'ذخیرۃ العقبیٰ' کی اشاعتِ ثانی جو آگرہ سے ہوئی، اس کا سرورق بھی آپ ہی کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ موصوف کا شکریہ بھی ضروری ہے۔

تقدیم میں خاکسار کو حضرت مخدومِ جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کا فارسی میں ملفوظات کا مجموعہ 'مخ المعانی' سے ایک حوالے کی ضرورت تھی۔ گرامی مرتبت مکرمی پروفیسر ڈاکٹر اسد علی خورشید صاحب (استاذ شعبۂ فارسی، ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف پرسین ریسرچ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے نہ صرف اپنے ذاتی ذخیرے سے مطلوبہ حوالہ کا عکس بخوشی عنایت کیا بلکہ اردو قارئین کی تفہیم کے لیے ازراہِ کرم مطلوبہ حوالے کا فارسی

سے اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ 'واقعاتِ مشتاقی' سے نقل شدہ سبھی حوالہ جاتی اقتباس کا ترجمہ بھی ڈاکٹر صاحب ہی کے عنایت کردہ ہیں۔ پروفیسر صاحب کے اس علمی کرم نوازی کا بہت بہت شکریہ۔ سلطنت دورِ حکومت سے متعلق تاریخی معلومات کے لیے مورخ شیخ رزق اللہ مشتاقی کی مورخانہ تصنیف 'واقعاتِ مشتاقی' ایک اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب کے تمام مطلوبہ حوالوں کا عکس انتہائی مسرت کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی صاحب (استاذ شعبۂ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے فراہم کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی اس علمی فیض رسانی کے لیے میں ان کا بھی احسان مند ہوں۔ ایک حوالے کی فراہمی ڈاکٹر محمد عباس حیدر چشتی نے کی، ان کا بھی شکریہ۔ ''ذخیرۃ العقبیٰ'' کے، مرادآباد ایڈیشن کا ایک نسخہ رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ تقابل کے لیے اس نسخے کی فراہمی میں رامپور رضا لائبریری کے ریڈنگ روم انچارج جناب شہامت علی خاں صاحب کے علمی تعاون کا اور اس نسخے کی موجودگی کے متعلق فون پر اطلاع فراہم کرنے کے لئے ڈاکٹر تبسم صابر علیگ (کیٹ لاگر عربی مخطوطات رام پور رضا لائبریری) کا بھی ذاتی طور پر شکریہ ادا کرنا بھی بہت مناسب سمجھتا ہوں۔ ساتھ ہی موجودہ ڈائریکٹر عالی جناب پروفیسر حسن عباس صاحب کی ہر ممکن ہمدردانہ علمی تعاون کا پرخلوص شکریہ، اور رضا لائبریری رامپور کے دیگر عملے کا من جملہ شکریہ۔

رضا لائبریری رامپور کا ذکر ہو اور مولانا محمد ناصر مصباحی، مولانا سید فیضان احمد چشتی مصباحی، مولانا حافظ مزمل حسین، حافظ ممتاز صاحبان کے پرخلوص تعاون کو کیسے بھلایا جاسکتا ہے؟ قیامِ رامپور کے دوران میری رہائش وطعام کے بہترین انتظام کے ساتھ میری ضروریات کا بطور خاص خیال رکھنے میں مولانا محمد ناصر مصباحی رامپوری صاحب اور ان کے احباب کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ ناصر مصباحی اور ان کے احباب کے پرخلوص تعاون کے سامنے رسمی شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان صاحبان کو دارین میں بہترین جزا دے۔ مدرسہ قادریہ بدایوں کی قدیم لائبریری، کتب خانہ قادریہ سے (جب میں اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کے لئے مواد حاصل کرنے گیا تھا) استفادے کے دوران راقم

نے کئی اہم حوالے اس موضوع کے متعلق اس کتب خانہ سے حاصل کئے۔ خانقاہ قادریہ بدایوں کے حال صاحب سجادہ تاجدارِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا شیخ سالم القادری صاحب کی کریمانہ نوازشات اور آپ کے موجودہ صاحب زادگان عطیف میاں وعزام میاں صاحبان کے علمی تعاون کے لئے ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کے جذبے کو، اوران کے مدرسے کے اسٹاف واحباب کے ہمدردانہ رویہ کا اگر میں تہ دل سے شکریہ ادا نہ کروں تو بڑی ناسپاسی ہوگی۔

براہِ راست یا بذریعہ ٹیلی فون یا واٹس ایپ، علمی تبادلۂ خیال کے لیے میں سراپا ممنون اور سپاس گزار ہوں مفسرِ قرآن حضرت علامہ سید ابوالحسن ازہری (خطیب وامام اسلامک سینٹر بلیک برن)، سید اطہر اشرف جائسی (سنہ انٹر پرائیز حیدرآباد)، عصرِ حاضر کے معروف محقق، محترم جناب صاحب زادہ حسن نواز شاہ (گوجر خاں پاکستان)، ڈاکٹر ممتاز سدیدی (لاہور، پاکستان)، ڈاکٹر سعود الظفر علی (استاذ اجمل خاں طبیہ کالج، قرول باغ، دہلی) ڈاکٹر محمد شمیم خاں (یونانی میڈیکل آفیسر کوٹہ، راجستھان)، جناب محترم طارق اشفاق (ناقد وفلسفی، علی گڑھ) صاحب زادہ حسن سعید صفوی، مولانا ذیشان مصباحی (خانقاہ عارفیہ سید سراواں)، ڈاکٹر قمر عالم، ڈاکٹر آزاد حسین (شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)، سید قمر الاسلام (ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی اے۔ ایم۔ یو) جناب طیب محمد ضیاء الحق (فری لانس صحافی و کالم نگار۔ پٹنہ)، اور عزیزم مولانا محمد رضی احمد مصباحی (رانی پور، ارریہ، بہار)، ماسٹر محمد شاہد برکاتی (کانپور)، جناب مجیب الحق بدایونی (علی گڑھ) محمد علی (ریسرچ اسکالر) اور قاری اشتیاق صاحبان کا، اور محترمہ عائشہ شاہد کا بھی۔

Dazzle Infotech Aligarh کے پروپرائٹر بھائی جمال احمد صاحب اوران کے معاونین عزیزم کمال، ناصر، عبدالمنان اور مناف کے انٹرنیٹ سے متعلق تکنیکی تعاون کے لئے بھی دلی شکریہ۔ فیس بک کے پیج مخدومہ امیر جان لائبریری کے معزز اراکین کا بھی شکریہ کہ بعض کتابوں اور حوالوں کے متعلق گراں قدر معلومات اس گروپ کے فعال اراکین محمد عمر اور حسیب احمد مجبوبی صاحبان سے ملتی رہی۔

کتاب ذخیرۃ العقبیٰ کی پہلی کمپوزنگ ارشاد نعمانی صاحب نے افضل حسین بستوی صاحب (حال ساکن جیت پور دہلی) سے کرائی تھی۔ مگر کسی وجہ سے اس کمپوزنگ کی دوسری سیٹنگ حمران اعظمی صاحب (حال ساکن کھچوڑی پور کلیان پوری دہلی) سے کرائی۔ اسی لئے اس کتاب کی تقدیم ''حدیثِ دل'' کو بھی کمپوزنگ کے لئے راقم نے حمران اعظمی صاحب کی خدمات کو حاصل کیا۔ حمران اعظمی صاحب نے اس کتاب کے مقدمے کی تقریباً پوری کمپوزنگ کی مگر فائنل کمپوزنگ جب کر رہے تھے کہ اچانک اپنی طبیعت کی ناسازی کے باعث انہوں نے مزید فائنل سیٹنگ کی کمپوزنگ سے معذرت کر لی۔ لیکن مجھ سے بھر پور علمی واخلاقی تعاون کرتے ہوئے مکمل کمپوزنگ کو بذریعہ ای میل مکتبۂ نعیمیہ دہلی کو ٹرانسفر کر دیا۔ اوراس کمپوزنگ کا راقم سے معاوضہ تک نہیں لیا۔ بلکہ جو میں نے انھیں ایڈوانس دیا تھا وہ رقم واپس کر دی۔ بار بار میری گزارش کے باوجود کہ وہ اپنے کمپوزنگ کا معاوضہ لے لیں مگر انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ہر بار مسکراتے ہوئے میری گزارش کو ٹال دیا اور معاوضہ نہیں لیا۔

مکتبۂ نعیمیہ دہلی کے پروپرائیٹر برادرم ضیاء اشرف نے ازسرِنو اس کی فائنل سیٹنگ اور مزید حتمی کمپوزنگ کے لئے برادرم کامل احمد نعیمی کی خدمات کو حاصل کیا۔ نعیمی صاحب نے بڑی محنت وجاں فشانی اور خوش دلی کے ساتھ نہ صرف کتاب کے تقدیم کی کمپوزنگ کو مکمل کیا بلکہ نفس کتاب ذخیرۃ العقبیٰ کے اغلاط کی تصحیح اور حوالوں کی سیٹنگ کا ازسرِنو بحسن وخوبی فریضہ بھی انجام دیا۔ تصحیح اور کمپوزنگ میں عزیزی فخر الحسن الاثری (کمپوزر مکتبۂ نعیمیہ دہلی) کا تعاون بھی شامل رہا۔ میں صمیمِ قلب سے افضل حسین بستوی، حمران اعظمی، کامل احمد نعیمی، فخر الحسن اثری اور ضیاء اشرف صاحبان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ ان سبھی صاحبان کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ پاکستان میں اشاعت کے لیے (ورلڈ ویو پبلشرز، لاہور) کے ڈائیریکٹر برادرم مقصود احمد کامران اور کمپوزنگ کی ری سیٹنگ کے لیے محمد فضیل قادری کا بھی شکر گزار ہوں۔

اس کتاب پر مقدمہ لکھتے وقت میں نے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بھرپور استفادہ کیا۔ مطلوبہ کتابوں کی فراہمی میں مولانا آزاد لائبریری کے عملے کا ہمدردانہ اور پرخلوص رویہ تحقیقی کاموں میں بہت معاون ثابت ہوتا ہے۔ میں بطور خاص شکر گزار ہوں انچارج اردو سیکشن ڈاکٹر عطا خورشید صاحب کا اور اسی سیکشن کے فعال ارکان میں سید محمد محسن جعفری، محمد افضل، محترمہ بی بی مصور اور محمد ریحان کا، ساتھ ہی رانش خاں نیازی انچارج سرسید سیکشن کا بھی بہت بہت دل سے شکریہ۔

محب گرامی مولانا عبید الرحمن صاحب (پرنسپل مدرسہ شمس العلوم سنگاؤں، فتح پور، بانی و سرپرست رسول اعظم اکیڈمی عیدگاہ کالونی، کانپور) کا شکریہ جنھوں نے اس کتاب کو اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لیے اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ ڈیزائنگ کے لئے محمد ثاقب برکاتی اور خوبصورت اشاعت کے لیے ضیاء اشرف مکتبہ نعیمیہ کا بھی شکریہ، برادرم ضیاء اشرف کا مزید شکریہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر انہوں نے اس کی فائنل کمپوزنگ اور تصحیح وتزین میں ذاتی دل چسپی نہ لی ہوتی تو کتاب کی اشاعت میں مزید تاخیر کا امکان تھا بہر حال انہوں نے میری ایک بڑی مشکل کو حل کیا۔ جزاك الله خیر

اس کتاب کا ''اهدا'' ڈاکٹر سید ابوالعاصم رضوی، حضرت مولانا محمد یامین نعیمی، حضرت مولانا سید جمال احمد اشرفی، ڈاکٹر محمد افضال برکاتی صاحبان کے نام کیا گیا ہے۔ ان تمام صاحبانِ علم وفضل نے اپنے اپنے اعتبار سے محافلِ میلاد کے قیام اور مراسمِ اہلِ سنت کے تحفظ وبقا یا نشر واشاعت میں بفضلہٖ تعالیٰ غیر معمولی فریضہ انجام دیا ہے، جیسا کہ ان صاحبان کے تعارف میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

والدین، ماموں محترم جناب صغیر احمد لاری، عزیزی محمد حسّان قریشی لاری صاحبان کے نیک خواہشات کا شکریہ۔ آخر میں ایک بار پھر میں ان تمام احباب ومخلصین کا ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے اس جدید اشاعت کے علمی کام میں جس انداز میں بھی میرا علمی تعاون کیا۔ میں ان تمام صاحبان کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا خوش گوار فریضہ سمجھتا ہوں جن لوگوں نے میرے ساتھ کسی بھی اعتبار سے ''عدم تعاون'' کا رویہ اپنائے رکھا۔ اس کے

علاوہ اتفاقاً اگر کسی کا نام اظہارِ تشکر میں چھوٹ گیا ہو تو ان سے پیشگی معذرت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ بھی معاونین و محبین و مخلصین کو اس کا اجر دے اور انہیں سلامت رکھے۔

مجھے اس کتاب کی تحقیق و ترتیب نو کے درمیان بعض صاحبان کے رویے سے یہ اندازہ بھی ہوا کہ، کچھ ایسی فطرت کے لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں جن کو آپ مساویانہ حیثیت دیں تو وہ آپ کے گلے پڑ جاتے ہیں مگر انہیں کو جب ''استحصالی قوتیں'' اپنے اعتبار سے استعمال کرتی ہیں اور ان لوگوں کو جب یوز اینڈ تھرو (Use&Throw) کے اصول پر صرف ''ٹیسو پیپر'' بنا کے اپنے حلقے میں رکھتی ہیں، تو یہ لوگ ان استحصالی قوتوں کی ''وفاداری'' کا سدابہار دم بھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فطرت زدہ لوگوں سے ہمیں اور تمام مخلصین اور معاونین کو محفوظ رکھے آمین۔

گزارشات کے تحت یہ بات بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے مخلصین اور مخالفین بھی اس کتاب کا بنظر غائر مطالعہ کریں اور اگر کہیں بتقاضائے بشریت بھول چوک ہو گئی ہو یا اشاعت و کمپوزنگ میں کوئی غلطی در آئی ہو، تو براہِ مہربانی اس پر اطلاع دیں، انتہائی شکریہ کے ساتھ اصلاح قبول کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر طرح کی بھول چوک اور خامیوں کے لیے پیشگی معافی مانگتے ہوئے بطفیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیت و خواجگانِ چشت کے، اللہ کریم سے زندگی اور بعد از موت میں ہر حال میں خیر کا طلب گار ہوں۔ اللہ کریم میرا ہمیشہ حامی و ناصر ہو۔

نوشاد عالم چشتی علیگ

حال مقیم: وارثی کلینک، میڈیکل کالج روڈ، علی گڑھ

۲۵/اپریل ۲۰۱۸ء

Whats App +919412562751

Call: +917017919519

naushadchishti@gmail.com

naushadchishti@yahoo.com

تعارف صاحبان الاهدا

از

نوشاد عالم چشتی علیگ

ڈاکٹر سید محمد ابوالعاصم رضوی علیگ

ڈاکٹر سید محمد ابوالعاصم رضوی علیگ ابن محترم جناب پروفیسر سید محمد ابوالکاظم رضوی (وصال۔ ۴؍فروری ۱۹۸۰) کی شخصیت علی گڑھ و اطراف اور اہل علم کے درمیان محتاجِ تعارف نہیں۔ اللہ و رسول کے فضل سے ان کا گھرانہ جہاں بھی رہا نہ صرف مشہور و معروف رہا بلکہ مرجعِ خلائق بھی۔

ڈاکٹر رضوی صاحب کا نسبی تعلق (خاندانی شجرہ کے مطابق) ائمہ اہلِ بیت میں سے ایک معروف شخصیت حضرت امام سیّد رضا علیہ السلام سے ہے جن کے اخلاف نے ترمذ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ڈاکٹر رضوی کے جدامجد ترمذ سے عہد اورنگ زیب میں ہندوستان وارد ہوئے اور موجودہ ضلع ہردوئی کے قصبہ شاہ آباد کے محلہ سید واڑہ میں مع اہل وعیال سکونت اختیار کی۔ حکومت وقت کی جانب سے آپ کے جدامجد کو نمازِ جمعہ اور عیدین کی خطابت و امامت کا منصب عطا کیا گیا۔ خاندانی روایت کے مطابق یہ خدمت خاندان میں صدیوں تک جاری و ساری رہی۔

ڈاکٹر رضوی صاحب کے پردادا جان محترم حکیم سید ارشاد علی رضوی شاہ آبادی جو اپنے وقت کے بہترین نباض و حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے معروف، جید عالم دین اور جماعت اہلِ سنت کے رہنما و مقتدا بھی تھے۔ حکیم صاحب اپنے زمانے کے معروف شیخ طریقت، فردِ وقت، رئیس المتوکلین، امام عصر، وارثِ اہلِ بیت حضرت سید شاہ وارث پاک، عالم پناہ علیہ الرحمہ کے دامنِ کرم سے وابستہ تھے۔ خاندانی روایت کے مطابق عالم پناہ وارث پاک نے ایک بار حکیم سید ارشاد علی صاحب کو مخاطب کر کے ارشاد

فرمایا ''حکیما! تیرے گھر میں شفا ہے۔'' وارث پاک علیہ الرحمہ کے زبانِ فیض ترجمان سے جاری اس کلمۂ خیر کا اثر آج بھی ڈاکٹر صاحب کے گھرانے میں موجود ہے۔ پردادا جان کے توسط سے ڈاکٹر رضوی صاحب کا پورا گھرانہ سلسلۂ عالیہ وارثیہ کا اسیر اور سفیر امن و محبت ہے۔

ڈاکٹر رضوی صاحب کے والد گرامی سید محمد ابوالکاظم رضوی صاحب ۱۹۴۰ء کے اواخر میں شاہ آباد (ضلع ہردوئی) سے علی گڑھ تشریف لائے۔ آپ نے ایم۔اے۔ ریاضی (Mathematics) کے علاوہ فارسی میں بھی ایم۔اے کیا تھا۔ آپ کا ادبی ذوق بہت بلند تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ ریاضی میں بطور استاد آپ کا تقرر ہوا۔ ترقی کر کے پروفیسر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ دورانِ ملازمت یونیورسٹی کمپاؤنڈ میں واقع ذکاءاللہ روڈ تار بنگلہ کی کوٹھی نمبر ۵ میں قیام پذیر رہے۔ پروفیسر کاظم صاحب تار بنگلہ کی کوٹھی نمبر ۵ میں جب تک مقیم رہے اپنے خاندانی سلسلۂ عالیہ وارثیہ کے مراسم کو جملہ آداب کے ساتھ زندہ رکھا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ پروفیسر کاظم صاحب نے اپنا کشادہ اور خوبصورت ذاتی مکان میڈیکل کالج روڈ پر 'کاشانۂ وارث' کے نام سے تعمیر کرایا، جو جامعہ اردو کے قریب ہے۔

ڈاکٹر سید محمد ابوالعاصم رضوی کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ہاشم رضوی صاحب اپنی تمام تر تعلیم۔اے۔ایم۔یو سے مکمل کی۔ امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے فزکس میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اے۔ایم۔یو کے شعبۂ فزکس میں بطور استاد تدریسی فرائض انجام دیا۔ شعبۂ فزکس سے ہی بطور پروفیسر (غالباً ۲۰۰۶ میں) ریٹائر ہوئے۔ پروفیسر ہاشم رضوی صاحب کو پورا گھرانہ بڑے پیار سے ''بڑے بھائی جان'' کے لقب سے مخاطب کرتا ہے۔ آپ سچے، کھرے اور پرلطف شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم و دائم رکھے۔ ڈاکٹر رضوی صاحب کے چھوٹے بھائی پروفیسر سید محمد طارق رضوی صاحب امریکہ کی ایک

معروف یونیورسٹی میں شعبہ ریاضی میں پروفیسر ہیں۔آپ بہت ہی خلیق اور ملنسار طبیعت کے انسان ہیں۔ان سے مل کر طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔جب کبھی امریکہ سے علی گڑھ تشریف لاتے ہیں تو میری ان سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر سید محمد ابوالعاصم رضوی صاحب ۳۰ رمئی ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے۔خاندانی روایت کے سایہ میں پلے بڑھے۔اے۔ایم۔یو۔کے منٹو سرکل سے تعلیم کا آغاز کیا۔اے۔ایم۔یو۔میڈیکل کالج کے تیسرے بیچ کے ایم۔بی۔بی۔ایس۔کے طالب علم رہے۔اور یہیں سے کامیابی کے ساتھ M.B.B.S کی ڈگری حاصل کی۔میڈیکل کالج روڈ پر واقع اپنے آبائی مکان ''کاشانۂ وارث'' میں ''وارثی کلینک'' کے نام سے اپنا مطب کرتے ہیں،آپ کا یہ مطب پورے علی گڑھ اور قرب وجوار میں بڑی شہرت کا حامل ہے۔اللہ نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ میں بڑی شفادی ہے،جو وارث پاک کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ سے واقف کار یہ بات جانتے ہیں کہ یہ یونیورسٹی روز اول یعنی اپنے زمانۂ قیام سے ہی مختلف اقسام کی سازشوں کا شکار رہی ہے۔مختلف قسم کی جماعتوں اور تحریکوں نے اسے یرغمال بنانے کی ہمیشہ سازش کی۔تقسیم ہند سے قبل اور بعد میں یہ یونیورسٹی سیاسی اور فکری بحران سے دوچار رہی اور آج بھی ہے۔دین اسلام کی حفاظت وتبلیغ کے نام پر ایک جماعت کے نام نہاد توحید پرست زمانہ ساز افراد نے اس یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات پر قبضہ کرلیا۔ردعمل میں کمیونزم سے متاثر مذہب بیزار ترقی پسند جیالوں نے بھی یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے میں شدت کے ساتھ مصروف عمل رہے۔نتیجتاً یونیورسٹی کے تمام شعبے اور فیکلٹی نیز تدریسی اور غیر تدریسی عملے کے افراد بھی انھیں دو متشدد افکار ونظریات کے حاملین میں تقسیم ہوکر رہ گئے۔اور دیگر غیر مسلم اسٹاف نے اپنے مفاد کا تحفظ بڑی حکمت اور رازداری کے ساتھ کیا۔ناظم دینیات کے منصب پر اور شعبۂ سنی دینیات،شعبۂ عربی،شعبۂ اسلامک اسٹڈیز میں ایک خاص

مکتبِ فکر کے لوگوں کا قبضہ ہو گیا جس کا اثر پوری یونیورسٹی پر پڑا۔ ان نام نہاد توحید پرست مخصوص افراد نے صوفیانہ افکار کے حامل افراد کے داخلے اور تقرری کو روکنے کے لئے بڑی سازش سے کام لیا۔ سوادِ اعظم سے وابستہ افراد کے داخلے اور تقرری میں رُکاوٹ ڈالنے کے لیے ان 'توحید پرست' اصحاب نے بالکل وہی کردار ادا کیا جو حق کو مٹانے کے لیے نمرود و فرعون نے کیا تھا۔ اور ملت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے خوارج و روافض، نواصب و مجوسی اور دیگر باطل پرست طاقتوں نے کردار ادا کیا تھا، بلکہ ان توحید پرست افراد کا یہ کردار آج بھی جاری ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکا ان تمام اسلامی مخالف تحریکوں نے سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت کے افراد کو یونیورسٹی کے اندر بڑا نقصان پہنچایا۔ حالاں کہ سرسید کی پالیسی یونیورسٹی کے اندر بنامِ مسلم تمام فرقوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کے ساتھ سب کے وجود کو برقرار رکھنے کی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نہ صرف یونیورسٹی میں بلکہ پورے علی گڑھ میں جماعت اہلِ سنت سمٹتی چلی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اربابِ سوادِ اعظم نے علی گڑھ میں کیا غلطی کی، اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، پھر بھی:

کس نے کس کا دل دُکھایا یہ کہانی پھر سہی

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایسے توحید پرست اصحاب ہیں جنھیں نہ تو سرسید کی پالیسی کا ہی کچھ خیال ہے اور نہ آخرت کی کوئی فکر اور نہ اللہ کا کوئی خوف۔ غالباً یہ لوگ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ نہ تو انھیں موت آنی ہے اور نہ ان تمام اصحاب کو قیامت کے دن حساب و کتاب کے عمل سے گزرنا ہے لیکن یہ گمان غلط ہے۔ بے شک اللہ کی پکڑ بہت شدید ہے اور ان تمام سازشی افراد کی آخرت تباہ و برباد ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اپنے فاسد مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ نام نہاد اسلام کے ٹھیکیدار توحید پرست طبقہ حکومت ہند اور برادرانِ وطن کے خلاف بہت سارے چھوٹے پروپیگنڈے کر کے عالمی سطح پر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ملک کو بدنام کر کے حکومت ہند سے اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے ہمیشہ سودے بازی کرتے رہتے ہیں۔ مذہبی رواداری کے

حامل معتدل اور سچائی پسند صوفیانہ افکار کے حامل افراد کے لیے مختلف اسامیوں پر تقرری میں ہر ممکن مشکلات اور رُکاٹ پیدا کرتے ہیں۔ حکومت کو جاننا چاہیے کہ انھیں نام نہاد توحید پرست لوگوں کی تعلیم و تربیت نے اس ملک میں انتہا پسند متشدد، غیر رواداراور دھماکہ پرست نوجوانوں کی اکثریت کو پیدا کیا ہے جو ملک میں بدامنی اور فتنہ و فساد کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے فکری اور مذہبی پس منظر میں کی جانے والی نام نہاد توحید پرست افراد کی سازشوں کا ذکر دراصل میرا یہاں مقصد نہیں ہے۔ مجھے بتانا صرف یہ ہے کہ اہلِ سنت مخالف اس پر آشوب مخدوش دور اور حوصلہ شکن ماحول میں تار بنگلہ کی کوٹھی نمبر ۵ میں ڈاکٹر رضوی صاحب کے والد گرامی نے اپنے عہد میں وارث پاک علیہ الرحمہ اور ان کے والد گرامی حضرت سید شاہ قربان علی شاہ علیہ الرحمہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ہندی ماہ فصلی کاتک کی ۵-۶ر تاریخ کو دو روزہ سالانہ روحانی محفل کی بنا ڈالی جو آج تک اللہ اور اس کے رسول کے فضل اور وارث پاک کے فیضانِ نظر سے جاری ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ اس محفل نے یونیورسٹی کمپاؤنڈ اور علی گڑھ میں قرآن خوانی، ایصالِ ثواب، نذر و نیاز، محفلِ میلاد اور محفلِ سماع جیسے خانقاہی مراسم اہلِ سنت کو از سر نو زندہ کرنے میں بڑا ہی اہم کردار ادا کیا۔ احبابِ اہلِ سنت اور یارانِ طریقت کو اس محفل نے آپس میں مربوط رکھا۔ تار بنگلہ سے میڈیکل کالج روڈ پہ اپنے ذاتی مکان 'کاشانہ وارث' میں منتقل ہونے کے بعد اب یہ محفل اپنی مقررہ تاریخ پر ہر سال یہاں منعقد کی جاتی ہے۔ راقم ۱۹۹۸ء سے مسلسل اس محفل میں برابر شریک ہوتا ہے، اور اس نورانی محفل کے انوار و فیوض سے مستفیض بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عاصم رضوی صاحب نے اس محفل کے پہلے دن بعد نماز عصر تا مغرب محفلِ میلاد کی بنا ڈالی۔ ڈاکٹر رضوی صاحب بطور خاص اس محفل میں میلاد شریف کے لئے بہت سلیقے سے پروگرام کا نظم وضبط مرتب کرتے ہیں۔ اس محفل میں سوادِ اعظم کے مختلف علما

سے خطابت کے لیے درخواست کر کے بڑے اصرار کے ساتھ بلاتے ہیں۔ علی گڑھ میں محفلِ میلاد کو ہر سال مستقل طور پر برپا کرنے کا جو فریضہ ڈاکٹر صاحب نے انجام دیا ہے وہ علی گڑھ میں انعقاد محفلِ میلاد کی تاریخ میں ایک ناقابلِ فراموش باب ہے۔ ڈاکٹر ابوالعاصم رضوی صاحب عصر حاضر میں اپنے اسلاف کا نمونہ ہیں۔ سادہ لوح، صاف گو، سچے اور کھرے ہونے کے ساتھ منافقت سے کوسوں دور ہیں۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں ڈاکٹر صاحب کوئی سمجھوتا نہیں کرتے۔ جو کچھ کہنا ہے وہ منہ پر بلا کسی لاگ لپیٹ کے اپنی بات کہہ دینا یہ ڈاکٹر صاحب کی فطری عادت ہے۔ ڈاکٹر صاحب علم دوست، ہمدرد، غریب پرور اور قوم وملت کے فلاح و بہبود کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ علی گڑھ کا ایک معروف تعلیمی ادارہ، سی بی ایس سی بورڈ سے منظور شدہ علی گڑھ ماڈرن اسکول کے دراصل روحِ رواں آپ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا جمالیاتی ذوق بھی ماشاء اللہ بہت بلند ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بارعب مگر پر کشش ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب کبھی غصہ آتا ہے تو بہت سلیقے سے اسے ضبط کرتے ہیں اور پھر اپنی بات شروع کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ انداز بڑا ہی دلکش ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وقتی طور پر ڈاکٹر صاحب بتقاضائے بشریت اگر کسی سے ناراض بھی ہو جاتے ہیں تو اس سے رشتہ ہمدردی منقطع نہیں کرتے اور اپنے فیض وکرم سے اسے محروم نہیں کرتے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی پیشہ ورانہ مصروفیت کے ساتھ ساتھ صوم وصلوٰۃ کے نہ صرف پابند ہیں بلکہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی میں اجنبی اور شناسا کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ ان کا مریض اجنبی ہو یا کوئی جاننے والا سب کو بھرپور توجہ دیتے ہیں۔ ہاں علما، مشائخ، فقرائے طریقت اور یارانِ ہم فکر کے ساتھ بعض دفعہ ترجیحی رویہ بھی اختیار کر لیتے ہیں لیکن اعتدال کمال کے ساتھ، مگر اس استثنا کے باوجود وہ اپنے روزمرہ کے اصول پر سختی سے کاربند رہنے والے پیشہ ورانہ ضابطے کے پابند انسان ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اپنے والد گرامی کا ذکر ایک خاص کیفیت میں کرتے ہیں۔ جو حضرات ڈاکٹر صاحب کے مزاج سے واقف ہیں اس کیفیت سے بہت محظوظ ہوتے ہیں مگر جب کبھی ڈاکٹر صاحب اپنی والدہ (محترمہ افتخار بانو رضوی صاحبہ، وصال یکم اگست ۲۰۰۵) کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس وقت ڈاکٹر صاحب کے اندازِ بیان کا والہانہ پن دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ والدہ کے ایثار، فہم و فراست، صبر و استقلال، حلم و تدبر، رواداری و غربا پروری کے مختلف واقعات کا ذکر کرتے وقت ڈاکٹر صاحب کے طرزِ بیان کا رنگ نہایت نرالا ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ والدہ صاحبہ کو اپنے چشم تصور میں بسا کر ان کا ذکر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک بات جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب اپنی تمام تر مصروفیت کے باوجود انسانی زندگی میں اسلامی ہدایات کو جاننے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب باترجمہ تلاوتِ قرآن کرتے ہیں۔ قرآن کا انسان سے کیا مطالبہ ہے اسے سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ تفہیم و تشریح کے لیے مجھ سے بھی گفتگو کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو مطالعہ سیرت نبوی اور محفلِ ذکرِ رسالت کے انعقاد سے فطری لگاؤ ہے۔ ڈاکٹر صاحب وارث پاک کے شیدائی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا وجود علی گڑھ میں صوفیانہ اخلاق و مراسم کے فروغ میں ہم سبھی کے لیے ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گھرانے کو تا دیر سلامت رکھے۔ وارث پاک کا فیضانِ لطف و کرم رہتی دنیا تک اس گھرانے سے جاری و ساری رہے۔

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی

موجودہ مہتمم جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مراد آباد

برصغیر کا معروف اہلِ سنت کا دینی ادارہ جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مراد آباد کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کی شخصیت علمائے اہلِ سنت کے درمیان محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کی متحرک اور دل کش شخصیت کے سبھی قائل ہیں۔ حضرت مہتمم صاحب صدرالافاضل کے سچے شیدائی اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے مخلص خادم ہیں۔

پیدائش، نام ونسب، ولدیت، خاندان:

مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد، حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کی تاریخِ ولادت حکومتی ریکارڈ یعنی پاسپورٹ کے مطابق ۷/۲ جولائی ۱۹۳۹ء ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حافظ اصغر حسین ولد حاجی حافظ ابرار حسین ہے۔ اس خاندان کا شجرۂ نسب کئی پشت آگے جا کے خواجہ بخش صاحب سے مل جاتا ہے اور یہی اس خانوادے کے جد امجد ہیں اور یہ خاندان شیخ ترک کہلاتا ہے۔ سنبھل اور اطراف میں ترکی نسل، شیخ لوگوں کے خاندان بکثرت پائے جاتے ہیں۔

دادا حاجی ابرار حسین صاحب پہلے دیپا سرائے سنبھل میں اہلِ سنت کے معروف عالم دین حضرت مولانا اجمل شاہ صاحب کے مکان کے پاس حویلی کے نام سے مشہور مکان میں اپنے کنبے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ حافظ ابرار حسین بسلسلۂ ملازمت کافی دنوں تک پونہ میں رہے اور وہاں ایک دینی ادارے میں درجہ حفظ کے طلبہ کو پڑھاتے تھے اور وہیں پر ذریعۂ معاش کو مزید ترقی دینے کے لیے لکڑی کا کاروبار بھی

شروع کر دیا تھا۔ جب واپس سنبھل تشریف لائے تو لکڑی کا کاروبار یہاں بھی جاری رکھا۔ حافظ ابرار حسین صاحب کے صاحبزادے حافظ اصغر حسین صاحب بھی پابندِ شریعت ایک اچھے حافظ تھے۔ آپ نے کافی عرصے تک یہاں میرن شاہ کی مسجد چمن سرائے سنبھل میں امامت کی۔ خاندانی روایت کے مطابق اس دور کا آپ کا رہائشی مکان چھوٹا اور خاندان کافی بڑا تھا۔ حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کے والد گرامی حافظ اصغر حسین اکیلے کمانے والے تھے اس لیے امامت کے علاوہ ذریعہ معاش کو ترقی دینے کے لیے سنبھل میں ہی آپ کھانڈ بھورا کا بھی کاروبار کرنے لگے اور اس کاروبار سے وابستہ ہونے کے بعد مٹھائی کی دوکان بھی کھول لی تھی۔ آپ انتہائی محنتی اور وقت کی قدر کرنے والے نرم مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کے کاروبار میں چار چاند لگا دیے۔

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کے تایا حضرت مولانا حاجی محمد یونس صاحب (پ۔۱۹۰۱ء) نے دس سال کی عمر میں ۱۹۱۱ء میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی کے ادارے میں داخلہ لیا۔ اس وقت صدر الافاضل طلبہ کو اپنے گھر پر ہی پڑھاتے تھے۔ ابھی جامعہ نعیمیہ وجود میں نہیں آیا تھا مگر جب طلبہ کی کثرت ہوئی تو صدر الافاضل نے دیوان بازار میں ایک بڑا مکان کرایہ پر لیا۔ ۱۹۳۳ء تک صدر الافاضل کا مدرسہ اسی کرایہ کے مکان میں چلتا رہا۔ ابتدائی دَور میں اس مدرسہ کا نام 'انجمن اہلِ سنت مرادآباد' تھا۔ قصبہ بلاری کے حاجی احمد حسین انصاری اور حاجی احمد حسین مرادآبادی دندان ساز دونوں صاحبان نے مل کر موجودہ جامعہ نعیمیہ کی نصف آراضی تقریباً گیارہ سو گز خرید کر ۱۹۲۰ء میں وقف کی۔ پھر اس کے بارہ سال بعد ۱۹۳۲ء میں وقف کی زمین سے متصل صدر الافاضل نے بھی تقریباً گیارہ سو گز زمین عوامی چندے سے خرید کر ادارے کو وسعت دی۔ ۱۹۳۳ء میں جناب نواب ابوبکر صاحب علی گڑھی کی ذاتی امداد سے تقریباً نصف مدرسے کی تعمیر ہوگئی اور کرائے والا مکان چھوڑ کر مدرسہ انجمن اہل سنت مرادآباد کو اپنی نئی تعمیر شدہ عمارت میں منتقل کر دیا۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے اس مدرسہ کا نام 'انجمن اہلِ

سنت‘‘ سے تبدیل کر کے ’’جامعہ نعیمیہ‘‘ رکھا، جس کا سنگ مرمر کا کتبہ صدر دروازے پر لگا ہوا ہے۔ اس کتبہ پر ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء درج ہے۔ آپ کے تایا مولانا محمد یونس صاحب نے اسی ادارے سے اپنی تعلیم مکمل کی اور بعدہٗ درس و تدریس کے فرائض بھی تاعمر انجام دیے۔ مولانا محمد یونس صاحب کو صدر الافاضل اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں بہت چاہتے تھے۔ مولانا محمد یونس صاحب اکثر بیمار رہتے تھے، صدر الافاضل نے ان کا علاج بہت دل جمعی سے کرایا۔ مولانا محمد یامین صاحب اپنے تایا کے زمانۂ تدریس یعنی ۱۹۴۳ء میں بعمر چار سال جامعہ نعیمیہ آ گئے تھے اور یہیں پہ یہ ایک سال گزار کر سنبھل گھر چلے گئے۔

جامعہ نعیمیہ میں دوبارہ آمد اور آغازِ تعلیم و فراغت

مولانا محمد یامین صاحب سنبھل سے دوبارہ بغرض حصولِ تعلیم چھ سال کی عمر میں ۱۹۴۵ء میں مرادآباد آئے۔ جامعہ کے ریکارڈس کے مطابق آپ کا ابتدائی داخلہ نمبر ۱۳۳۵ ؍اور تاریخِ داخلہ ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۴۵ء ہے۔ ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم یعنی فضیلت تک کی تعلیم جامعہ نعیمیہ سے حاصل کی۔ ریکارڈس کے مطابق ۹؍ دسمبر ۱۹۶۱ء کو جامعہ کی جانب سے آپ کو دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔

اساتذہ

جامعہ میں آپ نے جن اساتذہ سے کسبِ علم کیا ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا حاجی محمد یونس صاحب (جو آپ کے تایا بھی تھے)

۲۔ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی صاحب (والد گرامی حضرت مولانا شاہد رضا نعیمی، لندن)

۳۔ حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہرامی (آپ دو سال تک جامعہ میں مدرس رہے)

۴۔ حضرت مولانا طریق اللہ نعیمی صاحب

۵۔ حضرت مولانا قاضی محمد حسین صاحب ماتی پوری مرادآبادی

۶۔ حضرت قاری حافظ علی حسین صاحب بستوی

دیگر تعلیمی اسناد

ابتدائی تعلیم سے فضیلت تک کی دینی تعلیم تو آپ نے جامعہ نعیمیہ سے حاصل کی، مگر اس کے علاوہ آپ نے جامعہ اردو علی گڑھ سے جامعہ نعیمیہ کے طالب علمی کے زمانے میں ہی ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ایک سال تک آپ نے جامعہ نعیمیہ میں بطور معین المدرس تدریسی خدمات انجام دیں، مگر آپ کے تایا اور استاد مولانا محمد یونس صاحب کی خواہش اور ترغیب پر ۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کو قصبہ بلاری مرادآباد کے 'مدرسہ انجمن اہلِ سنت بلاری' میں آپ کو بطور مدرس تقرر کیا گیا۔ مذکورہ مدرسہ اس وقت قصبہ بلاری کی جامع مسجد میں واقع تھا۔ مگر بعد میں آپ کی کوشش سے مدرسہ کے لیے الگ سے آراضی خریدی گئی اور اس کی تعمیر میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۳ء تک آپ نے اس ادارے میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

عقد مسنون اور اولاد

آپ کا عقد مسنون ۱۹۶۲ء میں تمرداس سرائے سنبھل کے ایک دین دار اور معزز گھرانے میں قاری عبدالحق صاحب کی صاحبزادی عائشہ بیگم سے ہوا، جن سے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ سب سے بڑی صاحبزادی کا نام کہکشاں بیگم ہے ان کے بعد ماہ طلعت (جو یکم جون ۲۰۰۳ کو انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)، ان کے بعد نکہت افروز، ان کے بعد دو صاحب زادے اور ان کے بعد عافیہ انجم اور سعدیہ انجم ہیں۔

آپ کے بڑے صاحب زادے کا نام محمد ضیاء اشرف ہے جن کی ولادت ۲۹ ستمبر ۱۹۷۲ء کو ہوئی جو فی الحال مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل، دہلی کے مالک و منیجر ہیں۔ جب کہ دوسرے صاحب زادے کا نام محمد سلیم اختر ہے، جو ۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ ضلع گنا کمشنر آفس مراد آباد میں گورنمنٹ ملازم ہیں۔ ماشاء اللہ دونوں صاحب زادے اور تمام باحیات صاحبزادیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ دینی ذوق اپنے والد سے ورثہ میں پایا ہے۔ چھوٹے صاحب زادے محمد سلیم ماشاء اللہ ۲۰۱۶ میں اپنی والدہ اور بڑی بہن کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔

جامعہ نعیمیہ سے مستقل وابستگی اور خدمات

اپنے دور کا مشہور و معروف دینی و ملی ادارہ جامعہ نعیمیہ صدر الافاضل کی شبانہ روز کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ برصغیر کے مسلمانانِ اہلِ سنت کی تعلیمی اور ثقافتی بیداری میں اس ادارے کا کردار بھلایا نہیں جا سکتا ہے۔ علامہ نعیم الدین مراد آبادی تقسیم ہند کے تقریباً ایک سال کچھ ماہ بعد ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو انتقال کر گئے۔ صدر الافاضل کے انتقال کے بعد آپ کے بہت ہی معتمد اور شاگرد خاص حضرت مولانا محمد عمر نعیمی (ایڈیٹر ماہنامہ 'السواد الاعظم') نے جامعہ کے منصبِ اہتمام کو سنبھالا۔ مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپ نے بھارت چھوڑ کر پاکستان جانے کا فیصلہ کیا۔ نومبر ۱۹۵۳ء میں مولانا محمد عمر نعیمی صاحب مراد آباد سے کراچی تشریف لے گئے۔ تقسیم ہند کا المیہ، صدر الافاضل کا انتقال اور مولانا محمد عمر نعیمی صاحب کی ہجرت نے جامعہ نعیمیہ کے حالات و استحکام پر خاصا اثر ڈالا۔ جامعہ نعیمیہ کے لیے یہ بہت مشکل اور نازک دور تھا۔ اس کٹھن وقت میں آپ کے تایا مولانا محمد یونس صاحب کی حکمت، استقامت و تدبیرِ محکم جامعہ کے وجود کو ازسرِنو حیات بخشنے میں بہت کارگر ثابت ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کے انتظام کو چست و درست کرنے کے لیے مولانا محمد یونس صاحب کی محنت و کوشش سے ایک کمیٹی وجود میں آئی۔ بحیثیت سرپرست

حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند اور حضرت مولانا مصطفی رضا خان بریلوی مفتی اعظم ہند صاحبان کو منتخب کیا گیا۔ مذکورہ سرپرست صاحبان کی سرپرستی میں جامعہ نعیمیہ کے انتظام وانصرام کے لیے ۲۷ر افراد پر مشتمل ایک بااختیار کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں اکثر صدر الافاضل کے متعلقین، شہر کے لوگ شامل تھے۔ اس کمیٹی کے ایک رکن اہل سنت کے معروف عالم دین حضرت مولانا علامہ اجمل شاہ صاحب سنبھلی بھی تھے۔ صدر الافاضل کے شاگرد اور مرادآباد کے مشہور عالم دین حضرت مولانا علامہ نذیر الاکرم نعیمی صاحب کے والدِ گرامی جناب حاجی محمد ظہور نعیمی صاحب کو اس کمیٹی کا خزانچی بنایا گیا۔ صدر الافاضل کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ظفر الدین صاحب کو صدر اور چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا اختصاص الدین صاحب کو نائب صدر بنایا گیا اور اسی کمیٹی نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو جامعہ نعیمیہ کا مہتمم منتخب کیا۔ آپ کا دورِ اہتمام ۱۹۵۲ء کے اواخر سے ۱۹۷۳ء تک کے عرصے پر محیط ہے۔ آپ نے اپنی بساط بھر اپنے دورِ اہتمام میں جامعہ کی خدمت کی۔

۱۹۷۳ء میں مولانا محمد یونس صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جامعہ ایک بار پھر مزید نامساعد حالات سے متاثر ہوا۔ آپ کے تایا کے انتقال کے بعد آپ کو بلاری سے بلاکر اربابِ جامعہ نعیمیہ نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو آپ کی جامعہ نعیمیہ میں تقرری کی۔ اسی وقت آپ نے اشاعتِ کتب کے کام کا بھی آغاز کیا جو تا ہنوز جاری ہے۔ وابستگانِ جامعہ نے حالات کی بہتری کے لیے سرکار کلاں شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی کو جامعہ کا سرپرست بنایا اور ان ہی کو جامعہ کا مہتمم بھی تسلیم کیا گیا۔ سرکار کلاں اکثر تبلیغی دورے پر رہا کرتے تھے اس لیے سرکار کلاں نے حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی کو جامعہ کا مہتمم اور حضرت مولانا محمد یامین صاحب کو ۲ر جون ۱۹۷۵ء کو تاحیات جامعہ کا تولیت متولی، مختارِ عام اور نائب مہتمم بنا کر جامعہ نعیمیہ سے متعلق اپنے سارے اختیارات مولانا یامین صاحب کے سپرد کردیے۔ یہ

آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ سرکار کلاں اکثر و بیشتر آپ کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔ مگر جب حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو ۱۹۷۶ء سے مولانا محمد یامین صاحب کو جامعہ نعیمیہ کا مہتمم بنا دیا گیا۔ آپ کا دورِ اہتمام اب تک جاری ہے۔

زمانۂ اہتمام اور کارکردگی

۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء تک آپ نے نائب مہتمم کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب کے انتقال کے بعد جب آپ کو جامعہ کا مہتمم بنایا گیا تو آپ نے سب سے پہلے جامعہ کے آراضی اوقاف پر دھیان دیا۔ صدر الافاضل کے انتقال کے بعد جامعہ نعیمیہ کے مالی انتظام کو مضبوط کرنے کے لیے حضرت مولانا حاجی محمد یونس صاحب نے احبابِ اہلِ سنت کو ترغیب دے کر جامعہ کے لیے مختلف محلوں اور علاقوں میں مکانات و آراضی کو وقف کرایا تھا۔ ان وقف شدہ املاک میں سب سے بڑا وقف جناب سید ضیاء الحسن صاحب ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ الٰہ آباد کا تھا۔ یہ وقف جج صاحب نے حضرت مولانا حاجی محمد یونس صاحب کی ترغیب پر کیا تھا۔ اس وقف میں اٹھارہ دوکانیں اور تین مکانات شامل ہیں، جو دیوان بازار میں ہے۔ اس وقت ان دوکانوں کا کرایہ پانچ یا سات روپے تھا مگر اب موجودہ مہتمم صاحب کی مسلسل کوششوں سے کسی بھی دوکان یا مکان کا کرایہ پانچ سو سے کم نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے آپ کو بہت محنت کرنی پڑی۔ رام نگر نینی تال اتراکھنڈ میں ایک وقف چودھری عبدالکریم صاحب کی ہے۔ چودھری صاحب نے اس وقف کا سب سے بڑا حصہ جامعہ نعیمیہ کو دیا تھا۔ مگر شومیِ قسمت سے ایک کلمہ گو وکیل صاحب نے اس وقف کو سازش کر کے اپنے نام کرا لیا تھا، لیکن موجودہ مہتمم صاحب کی مسلسل جد و جہد اور جامعہ نعیمیہ کے مبلغ اور استاذ حضرت مولانا رفیق صاحب نعیمی کی انتھک کوشش سے دوبارہ یہ وقف کی آراضی بذریعہ کورٹ جامعہ کو مل گئی۔

موجودہ مہتمم صاحب کے دورِ اہتمام میں جامعہ کی آمدنی پچاس ہزار سے بڑھ کر چھ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کی کوششوں سے مرادآباد واطراف سے مزید وقف کی آراضی جامعہ کے لیے حاصل کی گئی۔ آپ کے دور میں تعمیری کام بھی ہوئے ہیں۔ جامعہ نعیمیہ میں دوسری اور تیسری منزل کا تعمیری کام اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جامعہ نعیمیہ کی شاخیں

جامعہ نعیمیہ کی شہرت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جامعہ کی مندرجہ ذیل شاخیں مرادآباد واطراف میں آپ کے دورِ اہتمام میں قائم ہوئی ہیں:

۱- نثار العلوم، کٹ گھر، مرادآباد
۲- فیضان فضل احمد، چوکی حسن خاں، مرادآباد
۳- گلشنِ مصطفیٰ، جی آئی سی چوک، قلعہ والی مسجد، مرادآباد
۴- مدرسہ وسیمیہ نعیمیہ، رامپور دوراہا، مرادآباد
۵- مدرسہ خورشید العلوم، نیاریوں والی زیارت، محلہ پیرزادگان، گل شہید، مرادآباد
۶- مدرسہ نعیمیہ ارشاد العلوم، پیتل نگری، مرادآباد
۷- جامعہ عالم نعیم العلوم، جینتی پور، مرادآباد

مدرسہ وسیمیہ اور جامعہ عالم نعیم العلوم کے قیام میں مہتمم صاحب نے انتہائی بالغ نظری اور جاں فشانی کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی حکمتِ عملی سے ہی ان اداروں کا بحیثیت جامعہ نعیمیہ کی شاخ قیام ممکن ہوسکا۔

حج بیت اللہ

حج بیت اللہ کا شرف مہتمم صاحب کو دوبار حاصل ہوا ہے۔ آپ نے پہلا حج ۱۹۷۸ء میں بذریعہ بحری جہاز کیا اور دوسرا حج ۱۹۸۰ء میں بذریعہ ہوائی جہاز کیا۔

بیعت وارادت

آپ کو سرکار کلاں شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا سید مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ ۱۴؍شعبان ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۳؍مارچ ۱۹۸۹ء بروز جمعرات حضرت سرکار کلاں نے آپ کو خلافت واجازت سے بھی نوازا۔

نشرواشاعت میں دلچسپی

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب انتہائی متحرک وفعال، دردمند اور باخلاق انسان ہیں۔ میں مہتمم صاحب کو ۱۹۹۵ء سے جانتا ہوں۔ آپ صدرالافاضل کے سچے شیدائی اور قوم وملت کے لیے ایک مخلص انسان ہیں۔ آپ کا تعلق درس وتدریس سے ہے مگر اہلِ قلم کی حوصلہ افزائی اور تعاون خوب خوب کرتے ہیں۔ حالات ومعاملات کی وجہ سے آپ نے تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم تو نہیں رکھا لیکن میدانِ نشرواشاعت کے آپ شہسوار ہیں۔ قصبہ بلاری میں قیام کے دوران آپ نے نشرواشاعت کے لیے ایک ادارہ 'انجمن فروغ ملت' ۱۹۶۳ء میں قائم کیا۔ اس انجمن کے ذریعے صدرالافاضل اور دیگر علمائے اہلِ سنت کی تالیفات ورسائل چھپوا کر مفت تقسیم کرائے۔ اہلِ سنت و جماعت میں علمی انقلاب برپا کرنے کے لیے بلاری سے جامعہ نعیمیہ واپس آنے کے بعد دیپا سرائے سنبھل میں مکتبہ نعیمیہ کے نام سے ۱۹۸۲ء میں نشریاتی ادارہ قائم کیا اور اسی کی شاخ جامعہ نعیمیہ میں بھی قائم کی۔ پھر 'مکتبہ نعیمیہ' ہی کے نام سے دہلی میں ۲۶؍اگست ۱۹۹۶ء میں اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ مکتبہ نعیمیہ نے نشرواشاعت کے میدان میں معرکۃ الآرا کام انجام دیا۔ اس مکتبہ نے جماعتی سطح پر بہت اہم کتابیں شائع کیں۔

اپریل ۱۹۹۸ء میں مہتمم صاحب نے صدرالافاضل کی کتاب ''اطیب البیان'' کو نئی کتابت کرا کے پرکشش انداز میں شائع کیا۔ راقم نے اس کتاب پر بھی سو سے زائد صفحات

پہ مشتمل ''تاریخ محاسبۂ تقویۃ الایمان'' کے نام سے ایک وقیع اور معلوماتی مقدمہ لکھا جسے اہل علم کے حلقے میں بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اسلاف کی کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ حضرت مولانا علامہ گل محمد شاہ صاحب کابلی کی کتاب 'ذخیرۃ العقبیٰ' کا ایک نسخہ آپ ہی نے مجھے فراہم کیا، جو اب نئی طباعت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خدائے بزرگ و برتر مہتمم صاحب کا سایۂ عاطفت صحت و سلامتی کے ساتھ تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

* * * * * *
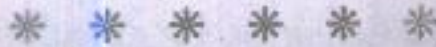
حضرت علامہ سید جمال احمد اشرفی

مہتمم مدرسہ فیضان مصطفےٰ، علی گڑھ

علامہ سید جمال احمد ابن حضرت سید کمال احمد موضع منہاج پور، پوسٹ پور خاص، تھانہ سرائے عاقل، تحصیل چائل، ضلع الٰہ آباد (حال کوشامبی)، یوپی میں از روئے سرٹیفکیٹ یکم جون ۱۹۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پانچ سال مکتبِ اصلاحیہ، پور خاص میں چوتھی جماعت تک، ایک سال آریہ بیسک جونیئر ہائی اسکول راجروپ پور، الٰہ آباد۔ ایک سال گرام سیوا انٹر کالج معین دائرہ (مین ڈارہ) الٰہ آباد، ایک سال مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج (MIC) الٰہ آباد میں، دو سال آدرش انٹر کالج سرائے عاقل کوشامبی الٰہ آبا سے ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کی۔

اس کے بعد حضور مجاہد ملت کے قائم کردہ ادارہ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد میں ایک سال متوسطات کی تعلیم حاصل کی۔ باقی پوری تعلیم فضیلت تک دار العلوم محمدیہ ممبئی میں مکمل کی۔ ۱۷ر شعبان ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء میں دستار بندی ہوئی اور سند فضیلت سے نوازے گئے۔

آپ کے معروف اساتذہ میں چند نام یہ ہیں: حافظ سید وصی احمد الٰہ آبادی (جو آپ کے پھوپھا بھی ہیں) ان سے آپ نے مدرسہ اصلاحیہ، پور خاص میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا ممتاز احمد جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد۔ ان کے علاوہ دار العلوم محمدیہ کے جملہ اساتذہ۔ بانی ادارہ حضور اشرف العلماء سید حامد اشرف صاحب علیہ الرحمہ۔ ان سے بخاری شریف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اور انھیں سے خلافت واجازت بھی ملی۔ حضرت اشرف العلماء کے علاوہ دار العلوم محمدیہ کے صدر المدرسین مفسر قرآن حضرت علامہ ظہیر الدین خاں صاحب قبلہ، علامہ محمد حنیف اعظمی علیہ الرحمہ، علامہ توکل حسین حشمتی، مولانا جان محمد صاحب، مولانا غلام معصوم اکبر صاحب، مفتی محمود اختر صاحب، مولانا عبد الحفیظ صاحب (حال ساکن، ہالینڈ) مولانا مجیب الرحمن صاحب، مولانا ریاض صاحب سے تعلیم وتربیت پائی۔ قرأت میں

قاری محمد صدیق صاحب (استاذ دار العلوم محمدیہ ممبئی) کا نام بطور خاص قابلِ ذکر ہے۔

فراغت کے فوراً بعد آپ ۲۴ رشعبان ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء میں کو علی گڑھ تشریف لے آئے اور مدرسہ "تعلیم القرآن المصطفیٰ" میں تدریس کا آغاز فرمایا۔ پھر اس ادارے کو دار العلوم کی شکل دی اور اسے "مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ" کے نام سے موسوم کیا، اور اب تک علیٰ حالہٖ اس ادارہ کی تعمیر وترقی میں پوری لگن اور اخلاص سے لگے ہوئے ہیں۔ یہ ادارہ علی گڑھ میں اہلِ سنت کا ایک معتبر و مستند ادارہ ہے جہاں پر نونہالانِ ملتِ اسلامیہ کی اسلامی وعصری تعلیم وتربیت کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے، اور معمولات ومراسم اہلِ سنت کی اشاعت میں بھی یہ ادارہ پوری سرگرمی کے ساتھ آپ کی قیادت ورہنمائی میں مصروفِ عمل ہے۔

جب آپ علی گڑھ تشریف لائے تو یہاں اس وقت تک جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، آپ نے ممبئی میں مثالی جلوسِ عید میلاد النبی کا رواج دیکھا تھا۔ چنانچہ انھوں نے یہاں آنے کے ایک سال بعد جلوسِ عید میلاد النبی کے موقع پر کچھ احباب سے اس تعلق سے گفتگو کی، ان لوگوں نے بتایا کہ یہاں جلوس نہیں نکلتا ہے، تو آپ نے کہا کہ آئندہ سال جلوس ہر حال میں نکلے گا خواہ اکیلا میں خود ہی ایک جھنڈا لے کر نکالوں۔ چناں چہ سید جمال صاحب نے ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء میں اس جلوس محمدی کا اہتمام کیا اور رفتہ رفتہ کارواں کی شکل میں لوگ وابستہ ہوتے گئے اور اب یہ جلوس علی گڑھ میں مثالی اور مرکزی جلوس کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس کی شروعات اور قیام میں سید صاحب کا بنیادی اور کلیدی کردار ہے۔

اور اب تو علی گڑھ میں متعدد مقامات سے ۱۲ رربیع الاول کا جلوس نکلتا ہے۔ اس میں مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ کے فارغ التحصیل طلبہ کا بھی اہم رول ہے کہ وہ بعد فراغت علی گڑھ کے جن اداروں یا مساجد سے متعلق ہوئے، وہیں سے انھوں نے پابندی سے جلوس نکالا۔ ابھی حال ہی میں آپ کی توجہ اور اعانت سے 'منبع الانساب' مصنفہ سید معین الحق جھونسوی کا اردو ترجمہ سامنے آیا ہے۔ سید جمال صاحب خوش اخلاق متحرک اور فعال شخصیت ہیں اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔ آمین

ڈاکٹر محمد افضال خاں (برکاتی، علیگ)

ڈاکٹر محمد افضال خاں برکاتی علیگ ابن محترم جناب محمد سمیع خاں برکاتی ۲/اپریل ۱۹۵۶ء کو یوپی کے شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر کے مقامی اداروں سے حاصل کی۔ اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ سے ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد ۱۹۷۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ انٹرمیڈیٹ اور بی ایس سی تک کی تعلیم انتہائی محنت ولگن کے ساتھ حاصل کی۔ بی ایس سی کے بعد یونیورسٹی کے اجمل خاں طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے بی یوایم ایم ایس (B.U.M.M.S) کی ڈگری حاصل کی۔ (اجمل خاں طبیہ کالج علی گڑھ اس زمانے میں اپنے فارغین کو یہی ڈگری دیتا تھا) ڈاکٹر محمد افضال خاں ۱۹۸۰ء تک علی گڑھ میں حصولِ تعلیم میں مصروف رہے۔ دورانِ تعلیم ڈاکٹر محمد افضال خاں نے غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی کافی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ڈاکٹر افضال صاحب ایک منجھے ہوئے علیگ ہیں۔ متحرک وفعال رہنا آپ کی شخصیت کا خاصہ ہے۔ وضع داری، رکھ رکھاؤ، معاملہ فہمی، سوجھ بوجھ کا مادّہ آپ کی شخصیت میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ مقامی وعلاقائی سطح پر عوام وخواص اور انتظامیہ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مقبولیت سے نوازا ہے۔ اٹاوہ واطراف میں عوام وخواص کے درمیان آپ ایک کامیاب ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ممتاز سماجی، علمی، ادبی، ملی وفلاحی شخصیت میں بھی شمار کیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر افضال خاں صاحب اپنی کامیاب پیشہ ورانہ مصروفیت کے باوجود فروغ اہل سنت کے لیے نہ صرف حساس ہیں بلکہ فعال بھی۔ ڈاکٹر افضال صاحب کی تحریریں اُردو، انگلش میں مختلف موضوعات پر ملک کے مختلف جرائد ورسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاکٹر افضال اعتقادیات ومراسم اہل سنت کے فروغ کے لیے جہاں بھی رہتے ہیں اپنا ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ آپ کی شخصیت جاذب نظر اور لب ولہجہ پرکشش ہے۔

اشاعتِ حق کے لیے ضرورت مند اصحاب کی مدد کرنا، بذریعہ فون ان کی رہنمائی کرنا، ضرورت کے وقت ایسے افراد کی خبر گیری کرنا ڈاکٹر افضال کی خاص عادت ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ جو کچھ کرتے ہیں خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اس لیے نام ونمود اور شہرت سے دور رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس طرزِ عمل نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ میرے نزدیک دورِ حاضر میں ڈاکٹر محمد افضال خاں صاحب کی شخصیت شہر اٹاوہ میں جماعت اہل سنت کے لیے بڑی غنیمت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ بھی اس کارِ خیر میں ڈاکٹر صاحب کی دلچسپیوں کا بطور خاص خیال رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ماشاء اللہ دو صاحبزادیوں کے والد گرامی ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی ڈاکٹر ضحیٰ خان ایم آر سی پی میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے ساتھ ازدواجی زندگی سے منسلک ہیں اور اپنے شریک حیات کے ساتھ انگلینڈ میں مقیم ہیں۔ دوسری صاحبزادی حفصہ خان تعلیم سے فراغت کے بعد ملک کی ایک معروف کمپنی آئی بی ایم میں سافٹ ویئر انجینئر کی حیثیت سے ملازم ہیں اور اپنے والدین کے کردار سے متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی اپنے دین ومسلک کی خاموش مبلغہ ہیں۔

ڈاکٹر افضال صاحب کی شخصیت میں ان کا متحرک کردار واضح نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے حلقۂ احباب میں مختلف دین ومذہب کے افراد شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سبھی احباب تک پیغامِ حق بہتر اور مناسب انداز سے پہنچ جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی ترویج واشاعت ڈاکٹر صاحب کی تمام تر دلچسپیوں کا خاص مرکز ہے۔ ڈاکٹر افضال صاحب سے میرا بعض معاملات یا طریقۂ کار میں کبھی کبھی بتقاضۂ بشریت اختلاف بھی ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود ڈاکٹر محمد افضال خاں صاحب کی ملی خدمات کا میں دل سے معترف ہوں۔

احوالِ واقعی

ارشاد عالم نعمانی

"مجلسِ میلادِ مصطفیٰ" ماضی قریب کے ایک تبحر عالم وفقیہ اور بالغ نظر مدرس ومصنف بحر العلوم، استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں قادری کابلی کی ایک اہم تصنیف ہے۔ جو معمولاتِ اہلِ سنت کے ایک اہم گوشے "میلاد النبی" کے موضوع پر ہے۔

راقم الحروف آج سے کوئی پانچ مہینے قبل علی گڑھ گرامی قدر ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی (علیگ) کے پاس اپنے کسی کام سے گیا تھا۔ سلسلۂ ذکر میں انھوں نے اس کتاب کا تذکرہ یہ کہتے ہوئے کیا کہ "مجھے یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی اہم لگی اور جب میں حج مبارک پر گیا تھا تو مدینہ شریف کی حاضری میں مواجہ اقدس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کتاب کی جدید ترتیب واشاعت کے لیے وعدہ کیا تھا۔"

پھر انھوں نے یہ کتاب دیتے ہوئے کہا کہ اس کی ترتیب وتسہیل تو میں نے پہلے ہی کردی ہے آپ کو صرف عربی وفارسی حوالوں کی اصل کتابوں سے مراجعت کر کے تخریج کرنی ہے اور ان عبارتوں کا نئے سرے سے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ کیوں کہ مصنف نے قدیم اردو زبان میں حاشیے میں اس کا ترجمہ تو کیا ہے لیکن جو مطبوعہ کاپی دستیاب ہوئی ہے اس میں یہ حواشی صحیح طور سے نہیں پڑھے جارہے ہیں۔ اس لیے نئے سرے سے ترجمہ کرنا ہی مناسب ہے۔

میں نے ان کے حکم کی تعمیل اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طباعت واشاعت کے وعدے کی تکمیل میں ان سے اس کتاب کی کتابت شدہ کاپی اور اصل نسخے کی زیروکس کاپی لے کر دہلی آگیا اور سب سے پہلے اسے کمپوزر کے حوالے کیا۔

اصل کتاب کی کمپوزنگ کے بعد پروف کے درمیان ہی دارالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی کی برکاتی لائبریری میں مطلوبہ کتابوں کی وساطت سے پہلے تخریج کا کام کیا اور پھر ان عربی و فارسی عبارات کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ حوالوں کی تخریج میں جن کتابوں کی جانب مراجعت کی گئی ہے، اس کی ایک فہرست کتاب کے آخر میں "کتابیات" کے عنوان سے مطبع و سنہ اشاعت کی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

قارئین کرام! کتاب کی تاریخی اہمیت اور عصر حاضر میں اس کی افادیت پر تفصیلی گفتگو تو ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی کی تقدیم 'حدیثِ دل' کے تحت ملاحظہ کریں گے، البتہ یہاں زیرِ نظر کتاب کو جدید معیارِ تخریج و تحقیق کے پیشِ نظر جن چیزوں کا لحاظ رکھا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- شروع کتاب میں فہرستِ مضامین کا اضافہ قارئین کی سہولت کے لیے راقم سطور نے چشتی صاحب کے مشورے سے کیا ہے جب کہ مصنف کی فہرست کا عکس کتاب کے اخیر میں منسلک ہے۔

۲- پوری کتاب میں مندرج حوالہ جات کی تخریج اور ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

۳- احادیث میں مذکور اصل راوی کے مختصر احوال بھی کتاب کے اخیر میں شامل کیے گئے ہیں۔

۴- آیات کی تخریج میں سورہ کا نام، سورہ نمبر اور آیت نمبر کی تفصیل دی گئی ہے کیوں کہ جدید معیارِ تخریج میں آیاتِ قرآنی کی تخریج کے سلسلے میں یہی طریقہ رائج ہے۔

۵- آیات کا ترجمہ معروف مفسر و مترجم قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ترجمہ قرآن ضیاء القرآن سے درج کیا گیا ہے۔

۶- احادیث کی تخریج میں حوالے میں صرف کتاب کا نام، ابواب اور حدیث نمبر درج کیا گیا ہے، احادیث کی تخریج میں موجودہ وقت میں یہی طریقہ تخریج زیادہ رائج ہے۔ مطبع و سنہ اشاعت کی تفصیل اخیر میں کتابیات کے تحت مرقوم ہے۔

۷- احادیث کی تخریج میں جن مقامات پر مصنف نے حدیث کا کوئی جز یا اقتباس نقل کیا تھا بیشتر مقامات پر پوری حدیث درج کردی گئی ہے۔ جن مقامات پر مصنف نے اختصار کے پیش نظر صرف الفاظ حدیث کو پیش کیا تھا اور سند یا راوی کا ذکر نہیں کیا تھا ایسے سبھی مقامات پر راوی وسند کے ذکر کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اور اضافات کو اس بریکیٹ [ ] کا استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس بریکیٹ میں جو اضافات ہیں وہ تخریج کار کی جانب سے ہیں۔

۸- ترجمہ احادیث یہ تخریج کار کی جانب سے ہے۔ مگر کہیں کہیں کسی ضرورت کے پیش نظر کسی دوسرے اہل علم کا ترجمہ بھی چشتی صاحب نے بغرض استدلال استعمال کیا ہے جس کی مترجم کے نام کے ساتھ نشان دہی کردی گئی ہے۔

۹- بیشتر مقامات پر مصنف کتاب نے مختصراً حکم حدیث بھی تحریر کیا ہے، البتہ بعض مقامات پر حسب ضرورت ائمہ حدیث کے حوالے سے حدیث کی صحت واستناد کا اس بریکیٹ [ ] میں تخریج کار کی جانب سے اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۰- عربی عبارتوں پر اعراب کا التزام کیا گیا ہے۔

۱۱- آیاتِ قرآنی کے اندراج میں رسمِ عثمانی کی پیروی کی گئی ہے۔

۱۲- جن کتابوں سے براہِ راست تخریج میں استفادہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل 'کتابیات' کے عنوان سے کتاب کے آخر میں مندرج ہے۔ جس میں کتاب کا نام، مصنف کا نام، سنہ اشاعت اور مطبع کی تفصیلات بھی درج ہیں

اس طرح پوری کوشش کی گئی ہے کہ تخریج وتحقیق کو بہتر سے بہتر انداز میں پیش کیا جائے لیکن چوں کہ انسان خطا ونسیان کا مرکب ہے اس لیے ممکن ہے کتاب میں کچھ فروگزاشت درآئی ہوں۔ اہل علم کی بارگاہ میں مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ ان فروگزاشت کی نشاندہی فرما کر ادارے کو شکرگزار فرمائیں۔ تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کے شکریے کے ساتھ اس کی تصحیح کی جاسکے۔

اخیر میں گرامی قدر ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی کا نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے اس علمی و تحقیقی پروجیکٹ میں راقم سطور کو شریک کیا اور تخریج میں بعض نادر و نایاب کتابوں کو فراہم کیا۔ اگر ان کا تعاون نہ ہوتا تو یقینا بہت سے حوالے بغیر تخریج کے رہ جاتے۔ مولانا امجد رضا علیمی (پرنسپل دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی) کا بھی شکریہ کہ انھوں نے برکاتی لائبریری سے استفادے کے لیے ہر ممکن تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

'رسول اعظم اکیڈمی، کانپور' بھی خصوصی شکریے کی مستحق ہے کہ اس نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کا سارا صرفہ برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ یہ کتاب ادارے کی پہلی اشاعتی پیش کش ہے۔ اللہ کرے یہ ادارہ مستقبل قریب میں طباعت واشاعت کی دنیا میں تاریخ ساز کام کرے۔ قارئین اس ادارے کی تعمیر و ترقی کے لیے پرخلوص دعا فرمائیں۔

بندۂ عاصی

ارشاد عالم نعمانی

یکم ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ/ ۱۷ راگست ۲۰۱۵ء

(ریسرچ اسکالر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ہمدرد نئی دہلی)

* * * * * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

تقدیم

حدیث دل

میلاد اور میلادی عناصر

تمہید، تعریف

ذکرِ الٰہی کے ساتھ ذکرِ رسالت مآب قرآن کا بنیادی مقصود ہے۔ ذکرِ رسالت کے لیے میلاد، مولود شریف، عید میلاد النبی، یوم النبی اور جشن میلاد پاک وغیرہ جیسے الفاظ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے معاشرے میں ایک دوسرے کے مترادفات کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ دنیا کے نہ صرف مسلم ممالک بلکہ تمام دنیا میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت سے وابستہ افراد جہاں جہاں رہتے ہیں وہ اپنے سماج میں ماہِ ربیع الاوّل میں خصوصاً اور عام دنوں میں عموماً ذکرِ رسالت پاک کے لیے محفلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ دنیا کے تمام ممالک میں بسنے والے جماعت اہلِ سنت کے افراد کے متعلق مرتب شدہ سالانہ رپورٹس سے جو ہر ملک اپنے اپنے طور پر تیار کراتی ہے، اس دستاویز سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت سے وابستہ افراد دنیا کے ہر خطے میں محفلِ میلاد کا اہتمام حسب حیثیت اور شایانِ شان کرتے ہیں۔ بعض مسلم ممالک میں محفلِ میلاد کا انعقاد سرکاری سطح پر ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے گزشتہ مرتب شدہ ریکارڈس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ محفلِ میلاد سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت کی نہ صرف تہذیب و ثقافت کا مظہر ہے بلکہ یہ ان کے مذہبی تمدن کا بھی ایک عظیم حصہ ہے۔ اسی لیے سوادِ اعظم

کے تمدن اور تہذیب و ثقافت میں محفلِ میلاد کے تحفظ کے لیے بڑا والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اعتقادیات و مراسم اہلِ سنت کے مخالف بعض مسلم نما کلمہ گو فرقے کے افراد انعقادِ محفلِ میلاد سے گریزاں نظر آتے ہیں اور محفلِ میلاد کے جواز میں طرح طرح سے اعتراض و کلام کرتے ہیں، مگر اس کے باوجود سوادِ اعظم سے وابستہ پوری دنیا کے مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں رہتے ہوں، میلاد شریف کی تقریب کا بڑے زور و شور سے اہتمام و انعقاد کرتے ہیں جو ہم سبھی کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ محفلِ میلاد کے تاریخی و تدریجی ارتقا اور اس کی شرعی حیثیت پر عہد بہ عہد تسلسل سے گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میلاد اور انعقادِ میلاد کی غرض و غایت اور مفاہیم کو سمجھ لیا جائے۔

مفاہیم میلاد لغتاً و اصطلاحاً

میلاد عربی زبان کا لفظ ہے اور لفظ میلاد ماخوذ ہے لفظ 'ولادت' سے۔ ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

> ''میلاد عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادّہ 'وَلَدٌ' (و ل د) ہے۔ میلاد عام طور پر وقتِ ولادت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ میلاد اسم ظرف زمان ہے۔''(۱)

قرآن مجید میں مادّہ ولد (و ل د) کا استعمال:

قرآن مجید میں مادّہ ولد کل ۹۳ بار استعمال ہوا ہے اور کلمہ مولود تین مرتبہ آیا ہے۔ مثال کے طور پر آیت دیکھیے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ ۲: ۲۳۳)

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہوگا۔

---

(۱) اردو میں میلاد النبی، ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، اشاعت مارچ ۱۹۹۸ء، پبلی شرز گلشن ہاؤس لاہور، ص ۲۷

مولود اسم مفعول مفرد مذکر کے طور پر آیا ہے:

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (البقرہ۲:۲۳۳)

نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے۔

لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ (لقمان۳۱:۳۳)

نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے۔

قرآن مجید میں اس مادّہ 'ولد' کا استعمال متنوع مفاہیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت میں امام راغب اصفہانی یوں رقم طراز ہیں:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ (النساء:۱۱) اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ (الانعام:۱۰۱) اس کے اولاد کہاں سے ہو۔

'ولد' کا لفظ متبنّیٰ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (یوسف:۲۱) یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔

وَ والِدٍ وما ولد (البلد:۳) اور باپ یعنی آدم اور اس کی اولاد کی قسم۔

یہاں والد گرامی اور اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات تخلیق کی گئی۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (مریم:۳۳)

اور جس دن میں پیدا ہوا مجھ پر سلام اور رحمت ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ (مریم:۱۵)

اور جس دن وہ پیدا ہوئے ان پر سلام و رحمت۔

باپ کو والد اور ماں کو والدہ کہتے ہیں اور دونوں کو والدین کہا جاتا ہے۔ چناں چہ قرآن میں ہے:

رَّبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (نوح:۲۸)

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف فرما۔

یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا۔ (المزمل:۱۷)

اس دن سے (کیوں کر بچو گے) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

'ولد' کی جمع 'اولاد' آتی ہے۔ چناں چہ قرآن میں ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ۔ (الانفال:۲۸)

تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہیں۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ۔ (التغابن:۱۴)

تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔

مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا۔ (نوح:۲۱)

جن کو ان کے مال اور اولاد نے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں دیا۔

مزید برآں قرآن مجید میں لفظ 'ولد' فعل ماضی معروف اور فعل ماضی مجہول کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ۔ (الاخلاص:۳) اور اس نے نہیں جنا اور اسے نہیں جنا گیا۔(۱)

احادیث نبوی میں لفظ 'میلاد' و 'مولد' کا استعمال

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

''احادیث نبوی میں مادّہ 'ولد' (و ل د) بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت 'المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی' میں موجود ہے۔ لفظ میلاد کا سراغ لگانے میں ہمارا اوّلین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ یہ لفظ دو بار واضح طور پر ترمذی شریف میں ملتا ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ابواب المناقب میں ایک باب بعنوان ما جاء فی

---

(۱) نفس مصدر، ص ۲۷-۲۸

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم' بنایا ہے اور اس باب میں 'وانا اقدم منہ فی المیلاد' کا ذکر ملتا ہے۔ اس لحاظ سے حدیث پاک میں لفظ 'میلاد' کے اولین استعمال کی طرف نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مصنف المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی کے مطابق احادیث میں لفظ 'مولد' کا استعمال سات بار ہوا ہے۔'' (۱)

فارسی اور اردو زبان میں لفظ میلاد کا استعمال

فارسی اور اردو زبان میں بھی لفظ 'میلاد' کا استعمال انہی معنوں میں ہوا ہے جن معنوں میں عربی میں ہوا ہے۔ 'فرہنگ فارسی' کے مرتب عبداللطیف نے لکھا ہے:

''**میلاد:** پیدا ہونے کا وقت۔

میلاد النبی: حضور سرور کائنات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن۔

میلاد مسیح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن۔''

میلاد: بالکسر ع زمان ولادت۔ وقت زادن۔ فرہنگ جامع فارسی۔ از محمد پادشاہ (متخلص بہ شاد جلد ششم)

میلاد: وقت زادن۔ (فرہنگ نفیسی۔ دکتر علی اکبر نفیسی، جلد پنجم)

میلاد: ع۔ وقت ولادت۔ پیدائش کا وقت۔ عام طور پر اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہوتا ہے۔ (۲)

اردو کی مشہور لغت 'فیروز اللغات' کے مرتب الحاج مولوی فیروز الدین نے لفظ میلاد کے متعلق لکھا ہے:

''میلاد (می لاد) (ع۔ ا۔ مذ) (۱) پیدا ہونے کا زمانہ، پیدائش کا

---

(۱) نفس مصدر، ص ۲۸

(۲) لغات فارسی۔ اشاعت اکتوبر ۱۹۳۱ء۔ پبلیشر لالا رام شرن لال۔ الہ آباد۔ ص ۸۷۶)

وقت (۲) پیدائش۔

میلاد النبی (ع۔ا۔مذ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن۔"

لفظ میلاد کا اصطلاحی مفہوم

لفظ میلاد کے متعلق، مختلف جہتوں سے گفتگو کرنے کے بعد اصطلاحی مفہوم کو بتاتے ہوئے ڈاکٹر محمد مظفر عالم صدیقی لکھتے ہیں:

"میلاد کے لغوی مفہوم میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اردو زبان وادب میں اب یہ لفظ ایک خاص مفہوم کی وضاحت وصراحت اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر نظر آتا ہے۔ **حسن مثنی ندوی لکھتے ہیں:** حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی ساتھ اگر دلوں میں مسرت وخوشی کے جذبات کروٹ لیں، یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی ختم الرسل کی محبت و اطاعت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد وشکر کی صورت میں ہو اور اجتماعی طور پر ہو تو یہ عید میلاد النبی ہے۔" (۱)

مذکورہ بالا وضاحت کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ بات شرح صدر کے ساتھ کہنا چاہوں گا کہ اسلامی معاشرہ میں ذکرِ ولادتِ رسول کا تصور کوئی نیا نہیں ہے۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ اور اس کے مابعد عہد میں ذکر رسالت کی مختلف طریقے سے روایات وبیان کے تاریخی شواہد کتب اسلاف سے ملتی ہیں۔

---

(۱) اردو میں میلاد النبی، ص ۳۳

قرآنی علوم خمسہ

برصغیر کے معروف اور متفق علیہ عالم دین، مجدد، محدث، فقیہ اور شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور تصنیف 'الفوز الکبیر' میں قرآنی علومِ خمسہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں پانچ بنیادی علوم بیان ہوئے ہیں جن کو علومِ خمسہ یا علومِ پنج گانہ کہا جاسکتا ہے:

۱- علم احکام

۲- علم مخاصمہ (بحث و مباحثہ Debates)

۳- علم تذکیر بآلاء اللہ

۴- علم تذکیر بایام اللہ

۵- علم تذکیر بالموت و مابعد الموت

(۱) علم احکام: اس علم میں فرض، واجب، مستحب، مباح اور مکروہ کی بحث ہوتی ہے اور اس کا دائرۂ کار (Jurisdiction) عبادات، معاملات، معاشرت اور سیاست تک پھیلا ہوا ہے۔ ایسے احکام کی تشریح کرنا فقیہ اور مجتہد کا کام ہے۔

(۲) علم مخاصمہ / مناظرہ (بحث و مباحثہ Debates): اس علم کے مطابق قرآن میں چار گمراہ فرقوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور منافقین سے بحث و مباحثہ کیا گیا ہے۔ اس علم کی تشریح کرنا متکلمین یعنی علم کلام کے ماہرین کے ذمے ہے۔

(۳) علم تذکیر بآلاء اللہ: اس علم کے لحاظ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق کا

بیان ہے۔ انسان جس ہدایت اور تعلیم کا محتاج ہے اس کی وضاحت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۴) **علم تذکیر بایام اللہ:** یہ وہ علم ہے جس کا تعلق ان تاریخی واقعات اور حالات سے ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کے انعام اور نافرمانوں پر اس کے عذاب کا نازل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۵) **علم تذکیر بالموت و مابعد الموت:** اس علم کا تعلق موت اور آخرت کے احوال سے ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ حشر و نشر، حساب و میزان اور جنت و دوزخ کا ذکر ملتا ہے۔"(۱)

مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے قرآن کی جمیع آیات کو اپنے مطالعے اور غور و فکر کی بنیاد پر پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے جس کا مفصل ذکر و تعریف مذکورہ بالا سطور میں گزرا جن کو علوم خمسہ کے نام سے شاہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ علوم خمسہ کی اس تقسیم میں علم تذکیر بالاء اللہ اور علم تذکیر بایام اللہ کی تعریف و تشریح بطور خاص قارئین کے لیے توجہ طلب ہیں۔ ان دونوں علوم میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں و نعمتوں کا ذکر، تخلیقِ کائنات کا بیان، انعامات و عذاب کا تذکرہ، تخلیقِ کائنات و انسان پر غور و فکر اور تدبر کی دعوت کا ذکر عام ہے۔

قرآن اور بیانِ تخلیق کائنات و میلادِ انسان

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ذیشان تخلیق کائنات کے مختلف پہلوؤں کی بابت اپنے قاری کو آگاہی فراہم کرتا ہے۔ تخلیقِ عالم اور

---

(۱) الفوز الکبیر اُردو۔ مترجم، پروفیسر مولانا محمد رفیق چودھری۔ سنہ اشاعت ندارد، ناشر مکتبہ قرآنیات لاہور، ص ۱۴-۱۵

تخلیقِ انسانی کی معلومات کے لیے قرآن کی مختلف سورتوں کا مطالعہ سود مند رہے گا۔ تخلیق کائنات اور تخلیق انسانی کے متعلق قرآن میں ذکر شدہ کچھ آیات کو ہم الگ الگ عنوانات سے درج کرتے ہیں۔

قرآن میں ذکر تخلیق کائنات

قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی کچھ آیات تخلیق کے کائنات کے متعلق ملاحظہ کریں سورہ بقرہ، آیت ۲۹۔ سورہ الانعام، آیات ۷۳، ۱۰۱۔ سورہ یونس، آیات ۳، ۵، ۶۔ سورۂ ابراہیم، آیات ۱۹، ۳۲۔ سورۂ نحل، آیت ۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۴۔ سورہ الانبیاء، آیت ۳۳۔ سورہ الفرقان، آیات ۲، ۴۴، ۵۹۔ سورۂ نمل، آیت ۶۰۔ سورۂ العنکبوت، آیات ۴۴، ۶۱۔ سورۂ الروم، آیات ۸، ۲۱۔ سورۂ لقمان، آیات ۱۰، ۱۱، ۲۵۔ سورۂ سجدہ، آیت ۴۔ سورۂ یٰس، آیات ۳۶، ۱۱۷۔ سورۂ الزمر، آیات ۵، ۳۸۔ سورۂ فصلت، آیت ۹۔ سورۂ زخرف، آیات ۹، ۱۲۔ سورۂ الحدید، آیت ۴۔ سورۂ التغابن، آیت ۳۔ سورۂ طلاق، آیت ۱۲۔ سورۂ ملک، آیات ۲، ۳، ۱۴۔ سورۂ نوح، آیت ۱۵۔ سورۂ الحجر، آیات ۲۶، ۸۵۔ سورۂ الغاشیہ، آیت ۱۷ وغیرہ وغیرہ

مادہ خ، ل، ق سے المعجم المفہرس لا لفاظ القرآن الکریم کے صفحات ملاحظہ کریں۔ تخلیق کائنات کے متعلق کثیر تعداد میں آیات قرآنی کی نشان دہی ہوجائے گی۔ جو تخلیق کائنات کے متعلق قرآن میں وارد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کے نزول کے بعد اس کے قاری سے کس انداز میں اس موضوع پر غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے۔ بطور مثال دعوت غور وفکر کے لئے ایک آیت ملاحظہ کریں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ (سورہ الغاشیہ: ۱۷ تا ۲۱)

کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے وہ کس طرح (عجیب ساخت پر) بنایا گیا ہے؟ اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) اور وہ کیسے (عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہے؟ اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کیے گئے ہیں؟ اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہے؟ بس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں۔ (عرفان القرآن۔ ڈاکٹر طاہر القادری)

قارئین کے لئے مقام غور وفکر ہے کہ قاریٔ قرآن کو کس طرح اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات کے مختلف عناصر کے تکوینی حیثیت پہ غور وفکر کے لئے دعوت دے رہا ہے۔ اور قرآن، خدائے بزرگ وبرتر کے ان تخلیقات پر عوام الناس کو توجہ دلانے کے لئے حضور اکرم ﷺ کو کس طرح متوجہ کر رہا ہے۔ اور باری تعالیٰ آپ ﷺ سے، ارشاد فرما رہا ہے کہ! اے میرے محبوب مکرم! اے میرے نبی اکرم! آپ ان تمام باتوں کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلاتے رہیں ان کو نصیحت دیتے رہیں۔ قرآنی ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو نصیحت فرمانے والا بنا کر آپ کے رب کی جانب سے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ معرفت خداوندی کے لیے کائنات کی تخلیق میں غور وفکر اور توجہ اگر ضروری ہے، تو اسی مطالبے کے تحت باعث تخلیق کائنات اور رحمۃ اللعالمین کے متعلق متوجہ ہونے کے لئے آپ اور آپ کی ذکر ولادت سے سرشار ہونے کے لئے محفل میلاد کا انعقاد کیوں ضروری نہیں ہوگا؟

قرآن میں ذکر تخلیق انسان یا بیان میلاد

قرآن کا ایک بڑا ہی دلچسپ موضوع تخلیقِ انسان یا میلادِ انسان کا بیان بھی ہے۔ پیدائش انسان کے متعلق قرآنی آیات کے لیے ملاحظہ کریں:

سورہ مریم، آیات ۹ اور ۶۷۔ سورہ الدہر، آیت ۱۔ سورہ آل عمران، آیات ۶، ۵۹۔ سورہ الانعام، آیت ۲۔ سورۃ الاعراف، آیات ۱۲، ۱۷۲، ۱۸۹۔ سورۃ الحجر، آیات

۲۶، ۲۸، ۴۴۔ سورہ بنی اسرائیل، آیات ۶، ۱۱، ۷۰۔ سورۃ الکہف، آیت ۳۷۔ سورۃ الحج، آیت ۵۔ سورۃ المومنون، آیات ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۷۸۔ سورۃ السجدہ، آیات ۷ تا ۹۔ سورہ فاطر، آیت ۱۱۔ سورۃ الصّٰفٰت، آیت ۱۱۔ سورہ ص، آیت ۷۱۔ سورۃ المومن، آیات ۶۴، ۶۷۔ سورۃ الرحمٰن، آیت ۱۴۔ سورۃ النور، آیت ۴۵۔ سورۃ الفرقان، آیت ۵۴۔ سورۃ النساء، آیات ۱، ۲۸، سورۃ الانعام، آیت ۹۹۔ سورۃ الانبیا، آیت ۳۷۔ سورۃ الروم، آیات ۲۱، ۵۴۔ سورۃ الزمر، آیت ۶۔ سورۃ النمل، آیات ۴، ۷۰، ۷۸۔ سورہ یٰس، آیت ۷۷۔ سورۃ الدہر، آیت ۲۔ سورۃ المرسلات، آیات ۲۰ تا ۲۳۔ سورۃ عبس، آیت ۱۹۔ سورۃ الطارق، آیات ۵ تا ۷۔ سورۃ العلق، آیت ۲۔ سورۃ الملک، آیت ۲۳۔ سورۃ التغابن، آیت ۳۔ سورۃ التین، آیت ۴۔ سورۃ البلد، آیت ۴۔ سورۃ الذاریات، آیت ۵۶۔

پیدائشِ انسان سے متعلق مذکورہ بالا آیاتِ الٰہی پر غور کریں اور اندازہ کریں کہ قرآن کن کن پہلوؤں سے انسانی پیدائش کا ذکر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے پیدا کیا؟ کن کن لوازمات کے ذریعے پیدا کیا؟ اور کس طرح اس کی نشوونما کی؟ اور کیسے اس کو حالتِ کمال پر پہنچایا؟ اس کی پوری تفصیل مختلف آیاتِ قرآنی کے ذریعہ ہمیں معلوم ہو جاتی ہے۔ یہ ہے قرآن کا انسانی میلادنامہ اور تخلیقِ کائنات کے متعلق بیانیہ پس منظر۔

قرآن اور ذکرِ انبیائے کرام

قرآن میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کل پچیس انبیائے کرام کا ذکر ملتا ہے، جن کی تفصیل باعتبار حروفِ تہجی حسب ذیل ہے:

۱۔ **حضرت آدم علیہ السلام:** آپ کا ذکر قرآن حکیم کی گیارہ سورتوں میں ملتا ہے اور اسم گرامی پچیس مرتبہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ، آیات ۳۱ تا ۳۷ (پانچ بار)۔ سورہ آل عمران، آیات ۳۳، ۵۹ (دو بار)۔ سورۂ مائدہ، آیت ۲۷ (ایک بار)۔ سورۃ الاعراف،

آیات ۱۱، ۱۹، ۲۶، ۲۷، ۳۱، ۳۵، ۴۲ تا ۴۷ (سات بار)۔ سورۃ الاسراء، آیات ۶۱، ۷۰ (دوبار)۔ سورۃ الکہف، آیت ۵۰ (ایک بار)۔ سورہ مریم، آیت ۵۸ (ایک بار)۔ سورہ طٰہٰ، آیات ۱۱۵ تا ۱۲۱ (پانچ بار)۔ سورہ یٰسین، آیت ۶۰ (ایک بار)۔ سورہ حجر آیات ۲۶، ۳۳ (دوبار)۔ سورہ صٓ، آیات ۷۱ تا ۷۴ (چار بار)۔

۲۔ **حضرت ابراہیم علیہ السلام:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم گرامی کا ذکر قرآن مجید کی پچیس سورتوں میں ۶۹ بار آیا ہے: سورۃ البقرہ، آیات ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۲۵۸ (تین بار)، ۲۶۰۔ سورہ آل عمران، آیات ۳۳، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۸۴، ۹۵، ۹۷۔ سورۃ النسا، آیات ۵۴، ۱۲۵ (دوبار)، ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیات ۷۴، ۷۵، ۸۳، ۱۶۱۔ سورۃ التوبہ، آیات ۷۰، ۱۱۴ (دو بار)۔ سورۃ الہود، آیات ۶۹، ۷۴، ۷۵، ۷۶۔ سورہ یوسف، آیات ۶، ۳۸۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۵۔ سورۃ الحجر، آیت ۵۱۔ سورۃ النحل، آیات ۱۲۰، ۱۲۳۔ سورہ مریم، آیات ۴۱، ۴۶، ۵۸۔ سورۃ الانبیاء، آیات ۵۱، ۶۰، ۶۲، ۶۹۔ سورۃ الحج، آیات ۲۶، ۴۳، ۷۸۔ سورۃ الشعراء، آیت ۶۹۔ سورۃ العنکبوت، آیات ۱۶، ۳۱۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیات ۸۳، ۱۰۴، ۱۰۹۔ سورہ صٓ، آیت ۴۵۔ سورۃ الشورہ، آیت ۱۳۔ سورۃ الزخرف، آیت ۲۶۔ سورۃ الذاریات، آیت ۲۴۔ سورۃ النجم، آیت ۳۷۔ سورۃ الحدید، آیت ۲۶۔ سورۃ الممتحنہ، آیت ۴ (دوبار)۔ سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۹۔

۳۔ **حضرت ادریس علیہ السلام:** حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ۲ بار قرآن مجید کی دو سورتوں سورہ مریم، آیات ۵۶، ۵۷ اور سورہ الانبیاء، آیات ۸۵، ۸۶، میں آیا ہے۔

۴۔ **حضرت اسحاق علیہ السلام:** حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام وذکر قرآن مجید کی بارہ سورتوں میں سترہ (۱۷) دفعہ مذکور ہے: سورۃ البقرہ، آیات ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۴۰ (تین بار)۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۴ (ایک بار)۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳ (ایک بار)۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴ (ایک بار)۔ سورہ ہود، آیت ۷۱ میں (دوبار)۔ سورہ

یوسف، آیات ۶، ۳۸ (دو بار)۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۹ (ایک بار)۔ سورہ مریم، آیت ۴۹ (ایک بار)۔ سورہ الانبیاء، آیت ۷۲ (ایک بار)۔ سورہ العنکبوت، آیت ۲۷ (ایک بار)۔ الصّٰفّٰت، آیات ۱۱۲، ۱۱۳ (دو بار)۔ سورہ صٓ، آیت ۴۸ (ایک بار)۔

۵-**حضرت اسماعیل علیہ السلام:** حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام و ذکر قرآن مجید کی آٹھ سورتوں میں بارہ دفعہ مذکور ہوا ہے: سورۃ البقرہ، آیات ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۴۰ (پانچ بار)۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۴ (ایک بار)۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳ (ایک بار)۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۶ (ایک بار)۔ سورہ ابراہیم، آیت ۳۹ (ایک بار)۔ سورہ مریم، آیت ۵۴ (ایک بار)۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۸۵ (ایک بار)۔ سورہ صٓ، آیت ۴۸ (ایک بار)۔

۶-**حضرت الیاس علیہ السلام:** حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کے دو سورتوں میں دو بار آیا ہے: سورۃ الانعام، آیت ۸۵ (ایک بار)۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۲۳ (ایک بار)۔

۷-**حضرت الیسع علیہ السلام:** حضرت الیسع علیہ السلام کا ذکر قرآن کے دو سورتوں میں دو بار آیا ہے: سورۃ الانعام، آیت ۸۶ (ایک بار) اور سورہ صٓ، آیت ۴۸ (ایک بار)

۸-**حضرت ایوب علیہ السلام:** حضرت ایوب علیہ السلام کا اسم گرامی اور ذکر قرآن مجید کی چار سورتوں میں چار بار آیا ہے: سورۃ النساء، آیت ۱۶۳ (ایک بار)۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴ (ایک بار)۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳ (ایک بار)۔ سورہ صٓ، آیت ۴۱ (ایک بار)

۹-**حضرت داؤد علیہ السلام:** حضرت داؤد علیہ السلام کا نام یا ذکر قرآن مجید کی نو (۹) سورتوں میں سولہ بار ہوا ہے: سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۱ (ایک بار)۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳ (ایک بار)۔ سورۃ المائدہ، آیت ۷۸ (ایک بار)۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴ (ایک بار)۔ سورۃ الاسراء، آیت ۵۵ (ایک بار)۔ سورۃ الانبیاء، آیات ۷۸، ۷۹ (دو بار)۔ سورۃ النمل، آیات ۱۵، ۱۶ (دو بار)۔ سورۃ السبا، آیات ۱۰، ۱۳ (دو بار)۔

سورہ صٓ، آیات ۱۷، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۳۰ (پانچ بار)۔

۱۰-**حضرت ذوالکفل علیہ السلام:** حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا نام وتذکرہ قرآن مجید کی دوسورتوں میں دوبار آیا ہے: سورۃ الانبیاء، آیت ۸۵۔ سورہ صٓ، آیت ۴۸۔

۱۱-**حضرت زکریا علیہ السلام:** حضرت زکریا علیہ السلام کا نام یاذکر قرآن مجید کی چارسورتوں میں سات بار آیا ہے: سورۃ آل عمران، آیات ۳۷، ۳۸۔ سورۃ الانعام ، آیت ۸۵۔ سورۃ مریم، آیات ۲/اور ۷ میں۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۸۹۔

۱۲-**حضرت سلیمان علیہ السلام:** حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر یانام قرآن مجید کی سات سورتوں میں سترہ بار آیا ہے: سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۲ (دو بار)۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴۔ سورۃ الانبیاء، آیات ۷۸، ۷۹، ۸۱ (تین بار)۔ سورۃ النمل، آیات ۱۵ تا ۱۸ (ایک ایک بار)، آیات ۳۰، ۳۶، ۴۴ (ایک ایک بار)۔ سورۃ السبا، آیت ۱۲۔ سورہ صٓ، آیات ۳۰، ۳۴ (دوبار)۔

۱۳-**حضرت شعیب علیہ السلام:** حضرت شعیب علیہ السلام کا نام اور ذکر قرآن مجید کی چارسورتوں میں گیارہ بار آیا ہے: سورۃ الاعراف، آیات ۸۵، ۸۸، ۹۰ (تین بار)، آیت ۹۲ (دو بار)۔ سورہ ہود، آیات ۸۴، ۸۷، ۹۱، ۹۴ (ایک ایک بار)۔ سورۃ الشعراء، آیت ۱۷۷ (ایک بار)۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۳۶ (ایک بار)۔

۱۴-**حضرت صالح علیہ السلام:** حضرت صالح علیہ السلام کا نام یاذکر قرآن مجید کی چارسورتوں میں نو (۹) دفعہ آیا ہے: سورۃ الاعراف، آیات ۷۳، ۷۵، ۷۶، ۷۷ (ایک ایک بار)۔ سورہ ہود، آیات ۶۱، ۶۲، ۶۶، ۸۹ (ایک ایک بار)۔ سورۃ الشعراء، آیت ۱۴۲ (ایک بار)۔ سورۃ النمل، آیت ۴۵ (ایک بار)۔

۱۵-**حضرت عزیر علیہ السلام:** حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں ایک بار سورۃ التوبہ، کی آیت ۳۰ میں آیا ہے۔

۱۶-**حضرت عیسیٰ علیہ السلام:** حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا ذکر قرآن مجید کی

تیرہ سورتوں میں ۵۹ مرتبہ تین مختلف ناموں سے آیا ہے۔ عیسیٰ کے نام سے پچیس دفعہ، المسیح کے نام سے گیارہ دفعہ اور ابن مریم کے نام سے ۲۳ دفعہ۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) عیسیٰ: (۲۵ مرتبہ) سورۃ البقرہ، آیات ۸۷، ۱۳۶، ۲۵۳۔ سورۃ آل عمران، آیات ۴۵، ۵۲، ۵۵، ۵۹، ۸۴۔ سورۃ النساء، آیات ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۷۱۔ سورۃ المائدہ، آیات ۴۶، ۷۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۵۔ سورہ مریم، آیت ۳۴۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۔ سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳۔ سورۃ الزخرف، آیت ۶۳۔ سورۃ الحدید، آیت ۲۷۔ سورۃ الصّفت، آیات ۶، ۱۴۔

(ب) المسیح: (۱۱ مرتبہ): سورۃ آل عمران، آیت ۴۵۔ سورۃ النساء، آیات ۱۵۷، ۱۷۱، ۱۷۲۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۷ میں (دوبار)، آیت ۷۲ میں (دوبار)، آیت ۷۵ (ایک بار)۔ سورۃ التوبہ، آیات ۳۰، ۳۱۔

(ج) ابن مریم: (۲۳ مرتبہ): سورۃ البقرہ، آیات ۸۷، ۲۵۳۔ سورۃ آل عمران، آیت ۴۵۔ سورۃ النساء، آیات ۱۵۷، ۱۷۱۔ سورۃ المومنون، آیت ۵۰۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۔ سورۃ الزخرف، آیت ۵۷۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۷ میں (دوبار)، آیات ۴۶، ۷۲، ۷۵، ۷۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶۔ سورۃ التوبہ، آیت ۳۱۔ سورۃ مریم، آیت ۳۴، سورۃ الحدید، آیت ۲۷۔ سورۃ الصّفت، آیات ۶، ۱۴۔

۱۷۔ حضرت لوط علیہ السلام: حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی چودہ سورتوں میں ستائیس دفعہ آیا ہے: سورۃ الانعام، آیت ۸۶۔ سورۃ الاعراف، آیت ۸۰۔ سورہ ہود، آیات ۷۰، ۷۴، ۷۷، ۸۱، ۸۹۔ سورۃ الحجر، آیات ۵۹، ۶۱۔ سورۃ الانبیاء، آیات ۷۱، ۷۴۔ سورۃ الحج، آیت ۴۳۔ سورۃ الشعراء، آیات ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۷۔ سورۃ النمل، آیات ۵۴، ۵۶۔ سورۃ العنکبوت، آیات ۲۶، ۲۸، ۳۲، ۳۳۔ سورۃ الصّفت، آیت ۱۳۳۔ سورہ ص، آیت ۱۳۔ سورہ ق، آیت ۱۳۔ سورۃ القمر، آیات ۳۳، ۳۴۔ سورۃ التحریم، آیت ۱۰۔

۱۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی چونتیس سورتوں

میں ۱۳۶ر بار آیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے: سورۃ البقرہ، آیات ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۶۰، ۶۱، ۶۷، ۸۷، ۹۲، ۱۰۸، ۱۳۶، ۲۴۶، ۲۴۸۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۵۳ (دوبار)، ۱۶۴۔ سورۃ المائدہ، آیات ۲۰، ۲۲، ۲۴۔ سورۃ الانعام، آیات ۸۴، ۹۱، ۱۵۴۔ سورۃ الاعراف، آیات ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۴۲ (دوبار)، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰۔ سورہ یونس، آیات ۷۵، ۷۷، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۸۷، ۸۸۔ سورہ ہود، آیات ۱۷، ۹۶، ۱۱۰۔ سورہ ابراہیم، آیات ۵، ۶، ۸۔ سورۃ الاسراء، آیات ۲، ۱۰۱۔ سورۃ الکہف، آیات ۶۰، ۶۶۔ سورہ مریم، آیت ۵۱۔ سورہ طٰہٰ، آیات ۹، ۱۱، ۱۷، ۱۹، ۳۶، ۴۰، ۴۹، ۵۷، ۶۱، ۶۵، ۶۷، ۷۰، ۷۷، ۸۳، ۸۶، ۸۸، ۹۱۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۴۸۔ سورۃ الحج، آیت ۴۴۔ سورۃ المومنون، آیات ۴۵، ۴۹۔ سورۃ الفرقان، آیت ۳۵۔ سورۃ الشعراء، آیات ۱۰، ۴۲، ۴۵، ۴۸، ۵۲، ۶۱، ۶۳، ۶۵۔ سورۃ النمل، آیات ۷، ۹، ۱۰۔ سورۃ القصص، آیات ۳، ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۸ تا ۲۰، ۲۹ تا ۳۱، ۳۶ تا ۳۸، ۴۳، ۴۴، ۴۸ (دوبار)، ۷۶۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۳۹۔ سورۃ السجدہ، آیت ۲۳۔ سورۃ الاحزاب، آیات ۷، ۶۹۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیات ۶، ۱۱۴، ۱۲۰۔ سورۃ المومن، آیات ۲۳، ۲۶، ۲۷، ۳۷، ۵۳۔ سورہ حم سجدہ، آیت ۴۵۔ سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳۔ سورۃ الزخرف، آیت ۴۶۔ سورۃ الاحقاف، آیات ۱۲، ۳۰۔ سورۃ الذاریات،، آیت ۳۸۔ سورۃ النجم، آیت ۳۶۔ سورۃ النازعات، آیت ۱۵۔ سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۹۔

۱۹-**حضرت نوح علیہ السلام:** حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی اٹھائیس سورتوں میں ۴۳ر بار آیا ہے: سورہ آل عمران، آیت ۲۲۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴۔ سورۃ الاعراف، آیات ۵۹، ۶۹۔ سورۃ التوبہ، آیت ۷۰۔ سورہ یونس، آیت ۷۱۔ سورہ ہود، آیات ۲۵، ۳۲، ۳۶، ۴۲، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۸۹۔ سورہ ابراہیم، آیت ۹۔ سورۃ الاسراء، آیات ۳، ۱۷۔ سورہ مریم، آیت ۵۸۔ سورۃ الانبیا،

آیت ۸۶۔ سورۃ الحج، آیت ۴۲۔ سورۃ المومنون، آیت ۲۳۔ سورۃ الفرقان آیت ۳۷۔ سورۃ الشوریٰ، آیات ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۶۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۱۴۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیات ۷۵، ۷۹۔ سورہ صٓ، آیت ۱۲۔ سورۃ المومن، آیات ۵، ۳۱، سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۳۔ سورہ قٓ، آیت ۱۲۔ سورۃ الذاریات، آیت ۴۶۔ سورۃ النجم، آیت ۵۲۔ سورۃ القمر، آیت ۹۔ سورۃ الحدید، آیت ۲۶۔ سورۃ التحریم، آیت ۱۰۔ سورہ نوح، آیات ۱، ۲۱، ۲۶۔

۲۰-حضرت ہارون علیہ السلام: حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی تیرہ سورتوں میں بیس دفعہ مذکور ہے: سورۃ البقرہ، آیت ۲۴۸۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴۔ سورۃ الاعراف، آیات ۱۲۲، ۱۴۲۔ سورہ یونس، آیت ۷۵۔ سورہ مریم، آیات ۲۸، ۵۳۔ سورہ طٰہٰ، آیات ۳۰، ۷۰، ۹۰، ۹۲۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۴۸۔ سورۃ المومنون، آیت ۴۵۔ سورۃ الفرقان، آیت ۳۵۔ سورۃ الشعراء، آیات ۱۳، ۴۸۔ سورۃ القصص، آیت ۳۴۔ سورۃ الصّٰفّٰت، آیات ۱۱۴، ۱۲۰۔

۲۱-حضرت ہود علیہ السلام: حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید کی تین سورتوں میں سات دفعہ آیا ہے: سورۃ الاعراف، آیت ۶۵۔ سورہ ہود، آیات ۵۰، ۵۳، ۵۸، ۶۰، ۸۹۔ سورۃ الشعراء، آیت ۱۲۴۔

۲۲-حضرت یحییٰ علیہ السلام: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی چار سورتوں میں پانچ مقام پر آیا ہے: سورہ آل عمران، آیت ۳۹۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۵۔ سورہ مریم، آیت ۱۲۷۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۹۰۔

۲۳-حضرت یعقوب علیہ السلام: حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی دس سورتوں میں سولہ بار آیا ہے: سورۃ البقرہ، آیات ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۴۰۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۴۔ سورہ ہود، آیت ۷۱۔ سورہ یوسف، آیات ۶، ۳۸، ۶۸۔ سورہ مریم، آیات ۶، ۴۹۔ سورۃ الانبیاء، آیت

۲۷۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۲۷۔ سورہ ص، آیت ۴۵۔

۲۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام: حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی تین سورتوں میں ستائیس بار آیا ہے: سورۃ الانعام، آیت ۸۴۔ سورہ یوسف، آیات ۴، ۷ تا ۱۱، ۱۷، ۲۱، ۲۹، ۴۶، ۵۱، ۵۶، ۵۸، ۶۹، ۷۶، ۷۷، ۸۰، ۸۴، ۸۵، ۸۷، ۸۹، ۹۰ (دوبار)، ۹۴، ۹۹۔ سورۃ المومن، آیت ۳۴۔

۲۵۔ حضرت یونس علیہ السلام: حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی چار سورتوں میں چار بار آیا ہے: سورۃ النساء، آیت ۱۶۳۔ سورۃ الانعام، آیت ۸۶۔ سورہ یونس، آیت ۹۸۔ سورہ الصّٰفّٰت، آیت ۱۳۹۔

قرآن میں تذکرۂ انبیا کے ضمن میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ سورہ محمد کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سورتیں سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف، سورہ ابراہیم، اور سورہ نوح انبیائے کرام کے نام پر نازل کی ہے۔ غیر انبیا سے منسوب سورتوں کے نام سورہ مریم، سورہ لقمان اور سورہ سبا ہیں۔ قرآن مجید نے تین ایسے اشخاص کا ذکر کیا ہے جو اگرچہ نبی نہیں تھے مگر انھیں اندازِ تحسین سے یاد کیا گیا ہے جن کے اسمائے گرامی حضرت لقمان، حضرت عزیزِ مصر اور حضرت ذوالقرنین ہیں۔ یوں ہی قرآن مجید میں صرف ایک خاتون کا ذاتی نام آیا ہے اور وہ بی بی مریم علیہا السلام کا اسم گرامی ہے جنھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یونہی صحابۂ کرام میں ذاتی نام حضرت زید کا بھی آیا ہے۔

قرآن کے میلاد نامے

قرآن نے حضور اکرم ﷺ کے علاوہ پچیس انبیائے کرام کا ذکر مختلف انداز سے کیا ہے۔ ان کی بعثت کا مقصد، دعوت و تبلیغ میں ان کا مجاہدانہ کردار اور ان کی استقامت، اخلاق و عمل، خلوص و للّٰہیت کا تذکرہ قرآن کا خاص موضوع ہے۔ مگر جب ہم قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ان مذکورہ انبیا میں سے بطور خاص

حضور اکرم ﷺ کے علاوہ چار انبیائے کرام کا میلاد بھی بیان کیا ہے۔ مزید قرآن کے مطالعے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن صرف ان چار انبیائے کرام کا ہی نہیں، بلکہ ایک نبی کی ماں حضرت مریم کا میلاد نامہ بھی بیان کرتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بطور خاص قرآن نے (بشمول حضور اکرم ﷺ) پانچ انبیائے کرام اور ان کے علاوہ ایک غیر نبی خاتون کا میلاد نامہ بیان کیا ہے (اسلامی عقیدے کے مطابق کسی خاتون کو شرف نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا ہے۔ چشتی) ان میلاد ناموں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ اس کے علاوہ انسانی میلاد ناموں کا بطور عمومی و خصوصی ذکر قرآن کا ایک الگ مستقل موضوع ہے جس کی تفصیل کے لئے عظیم دفتر درکار ہے

الف: میلاد نامہ انبیائے کرام:

۱۔ بیان میلاد حضرت آدم علیہ السلام

۲۔ بیان میلاد حضرت موسیٰ علیہ السلام

۳۔ بیان میلاد حضرت یحییٰ علیہ السلام

۴۔ بیان میلاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ب: میلاد نامہ غیر انبیا

۱۔ بیان میلاد حضرت مریم علیہا السلام والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۲۔ بیان میلاد انسان بطور عمومی و خصوصی

الف: قرآن کا میلاد نامہ انبیائے کرام:

پیشِ نظر عنوان سے مذکورہ چار انبیائے کرام کی میلاد ناموں کی قرآنی تفصیلات، ترتیب وار ملاحظہ کریں:

۱۔ بیان میلاد حضرت آدم علیہ السلام

انبیائے کرام کے میلاد ناموں میں سرفہرست قرآن نے ابوالبشر حضرت سیدنا آدم

علیہ السلام کے میلاد کو بیان کیا ہے۔ سامی الاصل ادیان میں سیدنا آدم کو ہی جملہ نسل انسانی کا باپ تسلیم کیا جاتا ہے۔ قرآن جن صحائفِ سماویہ کا ذکر کرتا ہے ان کا تعلق بھی سامی الاصل ادیان سے ہی ہے، اس لیے قرآن نے سب سے پہلے نہ صرف ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا ہی ذکر کیا ہے بلکہ آپ کی پیدائش، تخلیق اور میلاد نامہ بھی بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے درمیان تخلیقِ آدم سے پہلے ہی میلادِ آدم کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۔ (البقرہ:۳۰)

الف) اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

(احسن البیان مولانا محمد جوناگڑھی)

(ب) اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

تخلیقِ آدم سے پہلے ہی فرشتوں کی محفل میں ربِ کائنات خود ہی میلادِ آدم بیان فرما رہا ہے۔ سورہ بقرہ کی اس مذکورہ آیت کے علاوہ تخلیقِ آدم کے تعلق سے سورۃ الحجر کی آیاتِ ذیل بھی توجہ طلب ہیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۔ (الحجر:۲۶)

(الف) اور بلاشبہ ہم نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار گارا تھی

(ضیاء القرآن)

(ب) یقیناً ہم نے انسان کو کالی مٹی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا۔ (احسن البیان)

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۳۰﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾ ۔

(الحجر:۲۸ تا ۳۱)

الف) اور (اے محبوب) یاد فرماؤ، جب آپ کے رب نے کہا تھا فرشتوں کو، میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کھنکھناتی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار کیچڑ تھی، تو جب میں اسے درست درست فرما دوں اور پھونک دوں اس میں خاص روح اپنی طرف سے، تو گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے، پس سربسجود ہو گئے فرشتے سارے کے سارے سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ (ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ ازہری)

ب) اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا، چناں چہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس کے، کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے (صاف) انکار کر دیا۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

تخلیقِ آدم کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیات ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں بھی ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿۱۳﴾

(الاعراف: ۱۱ تا ۱۳)

الف) اور بے شک ہم نے پیدا کیا تمھیں، پھر (خاص) شکل وصورت بنائی تمہاری، پھر حکم دیا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو انھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے جب میں نے حکم دیا تجھے، ابلیس نے کہا (کیوں کہ) میں بہتر ہوں اس

سے، تو نے پیدا کیا مجھے آگ سے اور تو نے پیدا کیا اسے کیچڑ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتر جاؤ یہاں سے، مناسب نہیں ہے تیرے لیے تو غرور کرے یہاں رہتے ہوئے، پس نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ (ضیاء القرآن)

ب) اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس پر کون امر مانع ہے، جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے، سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ (احسن البیان)

پیدائشِ آدم کا ذکر سورہ ص کی آیت ۷۱ تا ۷۴ میں بایں الفاظ پایا جاتا ہے:

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿۷۱﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۷۳﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۷۴﴾

(سورہ ص آیت ۷۱ تا ۷۴)

الف) (اے حبیب!) یاد فرمایئے جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کیچڑ سے، پس جب میں اس کو سنوار دوں اور پھونک دوں اس میں اپنی (طرف سے خاص) روح تو تم گر پڑنا اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے، پھر سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے سوائے ابلیس کے، اس نے گھمنڈ کیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔ (ضیاء القرآن)

ب) جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو تم

سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ چناں چہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا)، اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے۔ (احسن البیان)

قرآن نے ذکرِ آدم کے ضمن میں جا بہ جا میلادِ آدم کو بھی بیان کیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسلامی روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسل کو بھیجا، ان میں سے قرآن نے صرف حضور اکرم ﷺ کے علاوہ پچیس انبیائے کرام کا ہی ذکر کیا ہے جن کی تفصیل پیشِ نظر مقدمہ میں اس سے قبل قارئین کی نگاہوں سے گزری۔ نزولِ وحی کے زمانے میں قرآن کے اوّلین مخاطب مشرکینِ اہلِ عرب کے علاوہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ بھی تھے، اور تاریخی اعتبار سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ سامی الاصل مذاہب میں یہودیت پہلے ہے اور نصرانیت یا عیسائیت اس کے بعد، اور ان دونوں کے بعد اسلام کا ظہور ہوا ہے۔ پیغمبرِ صحرا رسولِ عربی کا زمانہ مذہب عیسائیت کی مرکزی شخصیت حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زمانے سے زیادہ نزدیک ہے اور حضرت عیسیٰ کے پیروکار عیسائی اپنے دین کا تعلق کسی نہ کسی اعتبار سے یہودیت سے جوڑتے ہیں اور یہودی قوم جس ذات کو اپنا عظیم قائد و پیشوا تسلیم کرتی ہیں وہ حضرت موسیٰ کی ذاتِ گرامی ہے اور حضرت موسیٰ سے منسوب اسفارِ خمسہ کی پہلی کتاب تکوین یا پیدائش (Genasis) میں ذکرِ آدم کے ضمن میں پیدائشِ آدم کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ یہودی ماہرِ دینیات اپنے مذہبی صحائف کے مجموعے کو ''تناخ'' TANAKH کہتے ہیں اور عیسائی ماہرِ دینیات اس تناخ کے مجموعے کو اپنے بائبل میں عہد نامہ قدیم یا عتیق کے نام سے شامل کرتے ہیں۔

۲- بیان میلاد حضرت موسیٰ علیہ السلام

قرآن میں جن انبیائے کرام کا ذکر موجود ہے ان میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہوا ہے۔ قرآن کی چونتیس سورتوں میں ۱۳۶ ر بار آپ کا ذکر مختلف انداز

ے ہوا ہے جس کی تفصیل سے ہم واقف ہو چکے ہیں۔ بطور خاص قرآن نے حضرت موسیٰ کا میلادنامہ سورہ طٰہٰ اور سورۃ القصص میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ طٰہٰ میں میلادِ موسیٰ کی بابت ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ (سورہ طٰہٰ: ۳۷ تا ۴۰)

الف) اور ہم نے احسان فرمایا تھا تم پر ایک بار پہلے بھی۔ جب ہم نے وہ بات الہام کی تمہاری ماں کو جو الہام ہی کیے جانے کے قابل تھی، یہ کہ رکھ دو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں، پھینک دے گا اسے دریا ساحل پر، پھر پکڑے گا اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے (تاکہ جو دیکھے فریفتہ ہو جائے) اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا کہ) آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔ یاد کرو جب چلتے چلتے آئی آپ کی بہن اور کہنے لگی (فرعون کے اہلِ خانہ سے) کیا میں یہ بتاؤں تمھیں وہ آدمی جو اس کی پرورش کر سکے۔ پس (یوں) ہم نے آپ کو لوٹا دیا آپ کی ماں کی طرف (تاکہ آپ کو دیکھ کر) اپنی آنکھ ٹھنڈی کرے اور غمناک نہ ہو۔ (ضیاء القرآن)

ب) ہم نے تو تجھ پر ایک بار اور بھی بڑا احسان کیا ہے، جب کہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جس کا ذکر اب کیا جا رہا ہے، کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے، پس دریا اسے کنارے لا ڈالے گا اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لے گا،

اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت ومقبولیت تجھ پر ڈال دی تا کہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔ (یاد کرو) جب کہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتادوں جو اس کی نگہبانی کرے، اس تدبیر سے ہم نے تجھے تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غمگین نہ ہو۔

(احسن البیان)

سورۃ القصص کا ابتدائی موضوع ہی واقعات موسیٰ اور فرعون ہے اور شروع کی چودہ آیات میلادِ موسیٰ کے بیان سے متعلق ہیں۔ پیش نظر آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی پیدائش سے لے کر جوانی تک کا ذکر انتہائی فصیح وبلیغ اور دلکش انداز میں بیان فرما کر قرآن کے ذریعے امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ انبیائے کرام کا میلاد پڑھنا دراصل سنتِ الٰہی ہے۔ میلادِ موسیٰ کی بابت ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

طسم ﴿۱﴾ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۲﴾ نَتْلُو عَلَيْكَ مِن نَّبَإِ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳﴾ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۴﴾ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ﴿۶﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷﴾ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا۔ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹﴾ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ

بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴﴾ (سورۃ القصص: ۱ تا ۱۴)

طا، سین، میم۔ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ واقعہ ٹھیک ان لوگوں (کے فائدہ) کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔ بے شک فرعون متکبر (سرکش) بن گیا سرزمین (مصر) میں اور اس نے بنا دیا وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ۔ وہ کمزور کرنا چاہتا تھا ایک گروہ کو ان میں سے، ذبح کیا کرتا ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑ دیتا ان کی عورتوں کو بے شک وہ فساد برپا کرنے والوں (میں) سے تھا۔ اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنھیں کمزور بنا دیا گیا تھا ملک (مصر) میں اور بنا دیں انھیں پیشوا اور بنا دیں انھیں (فرعون کے تاج وتخت) کا وارث۔ اور تسلط بخشیں انھیں سرزمین (مصر) میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے، اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف کہ اسے (بے خطر) دودھ پلاتی رہ، پھر جب اس سے متعلق تمھیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اسے دریا میں اور نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا۔ یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔ پس (دریا سے) نکال لیا اسے فرعون کے گھر والوں نے تاکہ (انجام کار) وہ ان کا دشمن اور باعث رنج والم بنے۔ بے شک فرعون، ہامان اور ان کے لشکری خطا کار تھے۔ اور کہا فرعون کی بیوی نے (اے میرے سرتاج!) یہ بچہ تو میری اور میری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرنا۔ شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا فرزند بنا لیں اور وہ (اس تجویز کے انجام کو) نہ سمجھ سکے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر

ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو، تا کہ وہ بنی رہے اللہ کے وعدہ پر یقین کرنے والی۔ اور اس نے کہا موسیٰ کی بہن سے کہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لے، پس وہ اسے دیکھتی رہی دور سے اور وہ اس، (حقیقت کو) نہ سمجھتے تھے اور ہم نے حرام کر دیں اس پر ساری دودھ پلانے والیاں اس سے پہلے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کیا میں پتہ دوں تمھیں ایسے گھر والوں کا جو اس کی پرورش کریں، تمہاری خاطر اور وہ اس بچے کے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ تو (اس طرح) ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف تا کہ اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو اور (اس کے فراق میں) غم زدہ نہ ہو، اور وہ یہ بھی جان لے کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے، لیکن اکثر (اس حقیقت کو) نہیں جانتے اور جب پہنچ گئے موسیٰ اپنے شباب کو اور ان کی نشوونما مکمل ہو گئی تو ہم نے انھیں حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو۔' (ضیاء القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب میلادِ موسیٰ کی بابت ان آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ان چودہ آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے حالات، ان کی پیدائش، پھر دودھ پلائے جانے کا بیان، ان کے بامرِ الٰہی صندوق میں ڈالے جانے، پھر فرعون کے محل کے ساتھ دریا کے دوش پر بہتے ہوئے صندوق کے وہاں پہنچنے کا بیان، پھر فرعون کے محل میں پرورش پانے اور رضاعت کے لیے ان کی والدہ کی طرف لوٹائے جانے، پھر جوانی اور بعثت یعنی ایک ایک چیز کو بیان کیا ہے۔ یہی میلاد نامہ موسیٰ علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔''(۱)

---

(۱) میلاد النبی، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اشاعت ۲۰۱۳ء، ناشر ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی، ص ۴۱۵

۳-بیان میلاد حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میلاد کو قرآن نے تین سورتوں میں بیان کیا ہے۔ اور قرآن حضرت یحییٰ علیہ السلام کا میلاد نامہ بیان کرتے ہوئے ان کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور ان کی عملی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی نگہداشت کے دوران حضرت مریم کے حجرے میں کھڑے ہو کر دعا کرنا، حجرۂ مریم سے توسل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا قبول کرنا اور فرشتوں کے ذریعے بشارت دینا، اللہ نے سب کچھ تعلیم امت کے لیے قرآن میں بیان کر دیا ہے۔ آیات ملاحظہ کریں:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (آل عمران: ۳۸ تا ۴۱)

وہیں دعا مانگی زکریا نے اپنے رب سے، عرض کیا اے میرے رب! عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔ پھر آواز دی ان کو فرشتوں نے جب کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے (اپنی) عبادت گاہ میں کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوش خبری دیتا ہے آپ کو یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہو گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی اور سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہو گا اور نبی ہو گا صالحین سے، زکریا کہنے لگے اے رب! کیوں کر ہو گا میرے یہاں لڑکا حالاں کہ آ لیا ہے مجھے

بڑھاپے نے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا بات اسی طرح ہے (جیسی تم نے کہی) لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ عرض کی اے میرے رب! مقرر فرمادے میرے لیے کوئی نشانی۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ نہ بات کرسکو گے لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے اور یاد کرو اپنے پروردگار کو بہت اور پاکی بیان کرو (اس کی) شام وصبح۔ (ضیاء القرآن)

كهيعص ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ (مریم:۱تا۱۵)

کاف، ہا، یا، عین، صاد۔ یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی جب اس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔ عرض کی اے میرے رب! میری حالت یہ ہے کہ کمزور و بوسیدہ ہوگئی ہیں میری ہڈیاں اور بھڑک اٹھا ہے سفید ہوگیا ہے (میرا) سر بڑھاپے کی وجہ سے اور اب تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تجھے پکارا ہو، اے میرے رب! اور میں نامراد رہا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں (اپنے بے دین) رشتہ داروں سے (کہ وہ) میرے بعد (دین ضائع نہ کردیں) اور میری بیوی بانجھ ہے، پس بخش دے

مجھے اپنے پاس سے ایک وارث، جو وارث بنے میرا اور وارث بنے یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا۔ اور بنا دے اسے اے میرے رب! پسندیدہ (سیرت والا)۔ اے زکریا! ہم مژدہ دیتے ہیں تجھے ایک بچے (کی ولادت) کا، اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے نہیں بنایا اس کا کوئی ہم نام اس سے پہلے۔ زکریا نے عرض کیا میرے رب! کیسے ہو سکتا ہے میرے ہاں لڑکا، حالاں کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود پہنچ گیا ہوں بڑھاپے کی انتہا کو۔ فرمایا یوں ہی ہوگا۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ اس کبرسنی میں بچہ دینا میرے لیے آسان بات ہے اور (دیکھو!) میں نے تمھیں بھی پیدا کیا تھا اس سے پیشتر حالاں کہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ زکریا نے (عرض کی) اے میرے رب! ٹھہرا دو میرے لیے کوئی علامت جواب ملا تیری علامت یہ ہے کہ تو بات نہیں کر سکے گا لوگوں سے تین رات حالاں کہ تو بالکل تندرست ہوگا۔ پھر آپ نکل کر آئے اپنی قوم کے پاس (اپنے) عبادت خانہ سے تو اشارہ سے انھیں سمجھایا کہ تم پاکی بیان کرو (اپنے رب کی) صبح و شام۔ اے یحییٰ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے عطا فرما دی ان کو دانائی جب کہ وہ بچے تھے۔ نیز عطا فرما دی دل کی نرمی اپنی جناب سے اور نفس کی پاکیزگی اور وہ پرہیزگار تھے اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر (اور) سرکش نہ تھے اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز انتقال کریں گے اور جس روز انھیں اُٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔ (ضیاء القرآن)

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾ (الانبیا:۸۸-۹۰)

پس ہم نے ان کی پکار کو قبول فرما لیا اور نجات بخش دی انھیں غم (و اندوہ) سے اور یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں مومنوں کو۔ اور یاد کرو زکریا کو جب انھوں نے پکارا اپنے رب کو اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے

اس کی دعا کو قبول فرمالیا اور اسے یحییٰ (جیسا فرزند) عطا فرمایا اور ہم نے تندرست کر دیا ان کی خاطر ان کی اہلیہ کو۔ بے شک وہ بہت سبک رو تھے نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے۔ (ضیاء القرآن)

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب سورہ مریم کی ابتدائی آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآنی فکر کی روشنی میں لکھتے ہیں:

''ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ میلاد نامہ یعنی پیغمبر کی ولادت کا ذکر قرآن کے الفاظ میں اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر رحمتِ رب ہے تو میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نص قرآن سے بدرجہ اولیٰ رحمت ثابت ہوا۔ ولادتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے، لہٰذا عقلی و منطقی رو سے بھی میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ذکرِ رحمت ہوگا۔'' (۱)

سورہ مریم کی ابتدائی آیات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''یہ سارے کا سارا رکوع میلادِ یحییٰ علیہ السلام کے بیان کے لیے وقف ہے، جس میں پہلے ان کے میلاد اور پھر ان کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تھا میلاد نامہ یحییٰ علیہ السلام جس کی قرآن میں تلاوت کی جاتی ہے۔'' (۲)

۴۔ بیان میلاد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

ادیان و مذاہب کے ماہرین یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ جس طرح

---

(۱) میلاد النبی، ڈاکٹر طاہر القادری، ص ۴۲۰

(۲) نفس مصدر، ص ۴۲۲

حضرت موسیٰ کے پیروکار کو یہودی اور ان کے دین کو یہودیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، ٹھیک ویسے ہی حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کو نصاریٰ یا عیسائی اور ان کے دین کو عیسائیت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا ذکر جہاں قرآن نے عیسیٰ، المسیح اور ابن مریم کے نام سے کیا ہے وہیں انھیں کلمۃ اللّٰہ کے صفاتی نام سے بھی ذکر کیا ہے۔ آل عمران کی آیت ۳۹ میں حضرت زکریا علیہ السلام کو اُن کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے فرشتوں نے جو کچھ کہا اسے قرآن کی زبانی ایک بار پھر ملاحظہ کریں:

(الف) فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾

(آل عمران: ۳۹)

پس فرشتوں نے انھیں آواز دی، جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار ضابطِ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔ (احسن البیان)

اس آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ایک خاص فعل کا ذکر کیا گیا ہے کہ اے زکریا! (علیہ السلام) بے شک اللہ آپ کو (فرزند) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمۃ اللّٰہ (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا۔ ایک ہم عصر نبی حضرت یحییٰ کے ذریعے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے حضرت عیسیٰ کے میلاد کا بیان بھی متعدد پیرائے میں کیا ہے۔ اگرچہ قرآن کی چودہ سورتوں میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے مگر خاص میلادِ عیسیٰ سے متعلق قرآن کی آیات ملاحظہ کریں:

(ب) إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا

يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿۴۷﴾ (آل عمران:۴۵-۴۷)

جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی، اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیوں کر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ؟ حالاں کہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات تو یوں ہی ہے (جیسے تم کہتی ہو) لیکن اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہوجا تو وہ فوراً ہوجاتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

(ج) وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ

مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾ (سورہ مریم: ۱۶ تا ۳۵)

اور (اے حبیب!) بیان کیجیے کتاب میں مریم (کا حال) جب وہ الگ ہوگئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو شرق کی جانب تھا۔ پس بنالیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ، پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف جبرئیل کو، پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔ مریم بولیں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو پرہیز گار ہے۔ جبرئیل نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔

مریم (حیرت سے) بولیں (اے بندۂ خدا!) کیوں کر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ حالاں کہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں۔ جبرئیل نے کہا یہ درست ہے (لیکن) تیرے رب نے فرمایا یوں بچہ دینا میرے لیے معمولی بات ہے، اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لیے اور سراپا رحمت اپنی طرف سے اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پس وہ حاملہ ہوگئیں اس (بچہ) سے۔

پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لیے کسی دور جگہ۔ پس لے آیا انھیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس (بصد حسرت و یاس) کہنے لگیں کاش! میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔ پس پکارا اسے ایک فرشتہ نے اس کے نیچے سے (اے مریم!) غم زدہ نہ ہو، جاری کردی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو، گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں (میٹھے میٹھے خرمے) کھاؤ اور (ٹھنڈا پانی) پیو، اور (اپنے فرزند دلبند کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر اگر تم

دیکھو کسی آدمی کو تو (اشارہ سے اسے) کہو کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمٰن کے لیے (خاموشی کے) روزہ کی، پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اُٹھائے ہوئے۔ انھوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔ اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا، لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں (کم سن) بچہ ہے۔ (اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا کی اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں۔ اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ ہوں، اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت۔ اور سلامی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن مجھے اُٹھایا جائے گا زندہ کر کے، یہ ہے عیسیٰ ابن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ یہ زیبا ہی نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کو کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا تو بس صرف اتنا حکم دیتا ہے اس کے لیے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:۹۱)

اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو پس ہم نے پھونک دیا اس میں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا اسے اور اس کے بیٹے کو (اپنی قدرت کی) نشانی سارے جہاں والوں کے لیے۔ (ضیاء القرآن)

میلاد نامہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے قرآنی اسلوب پر تجزیاتی گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب سورہ آل عمران کی آیت ۴۵ تا ۴۷ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر تفصیل سے کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح جبریل امین علیہ السلام آئے اور انھوں نے روح پھونکی اور حضرت مریم علیہا السلام 'امید' سے ہوگئیں، بچوں کی ولادت کے وقت جیسے ہر ماں کو دردزہ ہوتا ہے، جو کہ معمول کی چیز ہے، حضرت مریم علیہا السلام کو بھی تکلیف لاحق ہوئی، لیکن قرآن نے حضرت مریم علیہا السلام کی اس تکلیف کا بھی ذکر کیا۔ بتقاضائے نسوانیت ان کے شرمانے کا ذکر بھی قرآن مجید نے کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ جو خلوت گزیں ہوگئیں اس کا ذکر کیا۔ پھر تکلیف کو رفع کرنے کے لیے اللہ نے چشمے کا شیریں پانی مہیا کیا، تازہ کھجوریں دیں جسے کھانے سے تکلیف دور ہوگئی، پھر عین ولادت کا ذکر کیا، پھر ولادت کے بعد جب وہ نومولود کو اُٹھا کر اپنے لوگوں کے پاس لے گئیں، ان کے طعنوں کا ذکر کیا اور طعن و تشنیع کے جواب میں پنگھوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کرنے کا ذکر کیا۔''(۱)

قرآن کا میلاد نامہ غیر انبیا

۱- بیان میلاد نامہ حضرت مریم علیہا السلام

حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی ماں کا نام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں ۲۳ دفعہ ابن مریم کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اسلامی شریعت کے نقطۂ نگاہ سے حضرت مریم نہ تو نبی ہیں اور نہ رسول، مگر آپ ایک برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور نہایت پاکباز ولیہ کاملہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ کی ولادت سے پہلے

(۱) میلاد النبی، ڈاکٹر طاہر القادری، ص ۲۴۳-۲۴۴

بعض انبیائے کرام اوران کی نسل کی پاکیزگی، طہارت اور فضیلت بیان کیا ہے، بعد ازاں حضرت مریم کا میلاد نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ (آل عمران: ۳۵-۳۶)

''جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما! یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ جب بچی کو جنا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں۔ میں نے اس کا نام مریم رکھا۔ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (احسن البیان، جوناگڑھی)

یہ ہے قرآن کے سورہ آل عمران میں اللہ رب العزت کا بیان کردہ حضرت مریم علیہا السلام کا میلاد نامہ۔ اب اس سے متصل آگے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مریم پر نوازشات کی ہیں اس کا ذکر ہے۔ حضرت مریم کے بچپن کا ذکر، حضرت زکریا علیہ السلام کی سرپرستی اور ان کے سایۂ عاطفت میں حضرت مریم کا پرورش پانے کا تذکرہ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ (آل عمران: ۳۷)

''پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش

دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا زکریا (علیہ السلام) کو بنایا، جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے۔ وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔'' (احسن البیان)

مزید حضرت مریم علیہا السلام کے تعلق سے قرآن ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿٤٢﴾ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾

(آل عمران: ۴۲-۴۴)

''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کرلیا اور تجھے پاک کردیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کرلیا۔ اے مریم! تو اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں، تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ مریم کو ان میں سے کون پالے گا؟ اور نہ تو ان کے جھگڑے کے وقت ان کے پاس تھا۔'' (احسن البیان، جوناگڑھی)

سورہ آل عمران کے آیت ۳۷ میں حضرت مریم کے بچپن اور پرورش سے متعلق ذکر ہوا ہے اور آیت ۴۲ تا ۴۴ میں مزید ان کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے معاملات کی جزئیات کی طرف اپنے کلام سے قاری کو متوجہ کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کس طرح حضرت مریم کی بچپنے میں ان کی کفالت کرنے کے خواہش مند افراد ان کی کفالت کی ذمہ داری لینے کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ قرعہ اندازی کے لیے کس طرح قلم پھینک رہے تھے اور آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یہ سارے

معاملات اللہ تعالیٰ نے میلادِ مریم کے ضمن میں ہی تو ذکر کیا۔

یہاں قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے میلاد نامے میں اللہ رب العزت نے کفالت کی ذمہ داری، کفالت کے لیے انبیائے بنی اسرائیل کی قرعہ اندازی، قرعہ اندازی کے لیے قلم کا ڈالنا اور کفالت کے لیے ان کے متعلقین کا آپس میں جھگڑنا وغیرہ یہ ساری باتیں اگرچہ تعلیم امت کے قبیل یا اصولِ ہدایت و معرفت سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان جزئیات کی تفصیل اس لیے فرمائی ہے تاکہ کسی کے میلاد نامے میں ان چیزوں کے بیان کو بھی لائق توجہ تسلیم کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت میں علما و اصحابِ سیر جو واقعات ولادت کی جزئیات کی تفصیل بیان کرتے ہیں اس کی نظیر کے لیے ان آیات کو بطور خاص پیش کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آل عمران کی آیت ۳۳-۳۴ میں بعض انبیائے کرام کی عظمت اور ان کی نسلی پاکیزگی کو بیان کیا، اس کے بعد آیت ۳۵-۳۶-۳۷ میں اور ۴۲-۴۳ میں حضرت مریم کا میلاد بیان کیا۔ اس میں حضرت مریم کی والدہ کی منت یا نذر اور حضرت مریم کی پیدائش، پرورش، بچپن، کفالت کی ذمہ داری، قرعہ اندازی وغیرہ کا بیان فرمایا مگر سورہ آل عمران کی آیت ۳۸ تا ۴۱ میں حضرت مریم کے مربی و کفیل حضرت زکریا علیہ السلام کی اپنے بیٹے کی پیدائش کے لیے حجرۂ مریم میں کھڑے ہو کر دعا اور توسلِ مکانی کا ذکر بھی کیا ہے۔

میلادِ مصطفیٰ اور قرآن کریم

قرآن کریم کے ان مذکورہ میلاد ناموں پر تجزیہ و تبصرہ اور قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کی اہمیت و معنویت کی نشاندہی کرتے ہوئے سابق شیخ الحدیث علامہ سید مناظر احسن گیلانی، سابق صدر شعبہ دینیات، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد لکھتے ہیں:

"دنیا کے یہودی اور عیسائی اپنے اپنے دین کا پیغمبر جن بزرگوں کو

مانتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ان دونوں اولوالعزم جلیل القدر پیغمبروں کے میلادنامے کافی تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کی آسمانی کتاب القرآن الحکیم کے جز بنادیے گئے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرنے والا ہر مسلمان ان قرآنی میلادناموں کی تلاوت کی بھی سعادت حاصل کرتا رہتا ہے۔ اسی بنیاد پر بعض روشن ضمیر بزرگوں کا یہ قول مستحق توجہ ہے کہ قرآن کے بعد آسمان سے کسی نئی کتاب کے اترنے کی راہ اگر کھلی رہتی تو کچھ تعجب نہ ہوتا اگر اس میں خاتم النبیین امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادنامہ کو بھی جز بنادیا جاتا۔

فقیر کا تو ذاتی خیال یہی ہے کہ خود قرآن ہی کی بعض سورتوں 'والضحیٰ' اور 'الم نشرح' کے مشتملات پر غور کیا جائے تو ان سورتوں کے اجمالی الفاظ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادنامہ کے اساسی واقعات کو پانے والے چاہیں تو پاسکتے ہیں۔ ان کے اجمال کی تفصیل میں کافی گنجائش ان واقعات ومشاہدات کی ہے جن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادناموں کی معتبر کتابوں میں کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو میں سمجھتا ہوں کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے میلادناموں کے ساتھ سمجھنا چاہیے کہ خود صاحب قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادنامہ کو بھی قرآن کا جز بنایا جاچکا ہے۔ کوئی چاہے تو مذکورہ بالا میلادی سورتوں یعنی 'والضحیٰ' اور 'الم نشرح' کے ساتھ ساتھ بعض دوسری قرآنی آیتوں کی روشنی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادنامہ کو مرتب کرسکتا ہے۔ کلیات کی حد تک اس سلسلے میں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ مل جائے گا، روایتوں کی ضرورت صرف جزئیات کی تفصیل میں ہوگی۔''(۱)

---

(۱) ظہور نور، علامہ سید مناظر احسن گیلانی، اشاعت اول ربیع النور ۱۳۷۳ھ/نومبر ۱۹۵۳ء ناشر اسلامک پبلی کیشن سوسائٹی حیدرآباد دکن، ص ۱، ۲

میلادِ رسالت کی اساس کو قرآن میں تسلیم کرتے ہوئے علامہ گیلانی ایک بہت اہم نقطے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہرحال رُسل و انبیا خصوصاً سید الانبیا علیہم السلام کے میلاد ناموں کے پڑھنے پڑھانے کی بنیاد (کے تعلق سے) ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ قرآن ہی میں قائم کردی گئی ہے اور مسلمان بھی ان روایتوں کا، جن کا تعلق آں حضرت ﷺ کی میلادِ مبارک سے ہے، ان کا ذکر کسی نہ کسی شکل میں کرتے چلے آئے ہیں۔ سورۃ الضحیٰ ہی کی آخری آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتے رہنا) اسی حکم کی تعمیل کی ایک صورت اس کو بھی اس لیے یقین کرتے رہے کہ نُوْرٌ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کی رو سے بھی 'نعمت منصوصہ' ہے۔''(۱)

محترم خلیل احمد نوری 'تذکرہ ولادت اور قرآن' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی عالمِ ارواح سے عالم اجسام میں منتقلی یا بالفاظ دیگر ولادت باسعادت کو بھی قرآن نے رمز و اشارے کی زبان میں بیان کیا ہے۔ دیگر مخلوق کی پیدائش اور ایجاد کے لیے قرآن میں خلق، بدع اور ولد کے کلمات استعمال ہوتے ہیں، مگر حضور پرنور ﷺ کی تشریف آوری کے لیے عام طور پر تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: جآء، اَرْسَلَ، بعث۔

جآء: سورہ توبہ میں فرمایا: قَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ۔ تمہارے پاس عظیم المرتبت رسول آگئے۔ (التوبہ:۱۲۸)۔ ایک جگہ فرمایا: قَدْ جَآئَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ (تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی دلیل آگئی۔ النساء:۱۷۴)(۲)

---

(۱) نفس مصدر، ص ۲

(۲) مضامین میلاد، مرتب غلام مصطفیٰ نقشبندی، اشاعت اول ۱۹۹۸ء، ناشر مکتبہ نعیمیہ دہلی، ص ۲۱

ارسل: جن آیات میں 'ارسل' سے آپ کی ولادت باسعادت مستفاد ہوتی ہے ان کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لیے یہ کلیہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ تمام انبیا و رُسل کو روزِ ولادت سے بھی قبل عالمِ ارواح میں منصبِ نبوت سے بہرہ ور کردیا جاتا ہے۔ چناں چہ سورۃ البقرۃ کی آیت میثاق کے علاوہ کئی اور آیات اس مدعا کی حقانیت کو ثابت کررہی ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوش خبری دیتے ہوئے بتایا گیا ہے: وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی جو نبی نیکوکاروں سے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۱۲) حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی بیٹے کی ولادت کی خوش خبری یہ کہہ کر دی گئی: فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾ (بے شک اللہ تمھیں یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے، جو نبی نیکوکاروں سے ہوں گے۔ آل عمران: ۳۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ولادت کے دن ہی اعلان فرمادیا تھا: آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ مریم: ۳۰)

ان آیات سے یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ انبیا و رُسل کے 'ارسال' کو اعلانِ نبوت سے قید کرنا نظمِ قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا جہاں 'ارسل' کے ساتھ حضور ﷺ کے بھیجے جانے کا ذکر ہوا ہے اس سے آپ کی دنیا میں تشریف آوری یا ولادت باسعادت مراد لینا ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔ (۱)

بعثت: سورۃ آل عمران میں فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ

---

(۱) نفس مصدر، ص ۲۲

بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا (یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا۔ آل عمران: ۱۶۴)

جن آیات میں 'بعث' کے ساتھ آپ کی آمد کا اعلان ہوا ہے وہاں مفہوم بالکل واضح ہے کہ یہ لفظ 'تشریف آوری' کے مفہوم کو ادا کر رہا ہے۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ میلاد یا آپ کی آمد کو قرآن کریم کی مختلف آیات میں مختلف اسالیب و انداز میں پیش کیا گیا ہے جس کا اجمالاً بیان بھی طوالت کا باعث ہے، اس لیے قرآن کریم میں ذکر میلادِ مصطفیٰ کے تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے قارئین (۱) السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ محمد ابوشھبہ اور (۲) شانِ حبیب الرحمن، از مفتی احمد یار خان نعیمی کا مطالعہ کریں۔

قرآن کے ذکر میلادِ انبیاو تخلیق کائنات کے اثرات انسانی اذہان و قلوب پر

'فضائلِ قرآن مجید' کے مرتب وہابی مکتبِ فکر کے پاکستانی نژاد قلم کار جناب محمد اقبال کیلانی، برطانیہ میں پیدا ہونے والے کیٹ سٹیوز، جو مشہور موسیقار اور پاپ سنگر تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد یوسف اسلام کے نام سے مشہور ہوئے، ان کے قبول اسلام کے دلچسپ واقعہ کو خود انہی کی زبانی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے قرآن مجید (کے انگریزی ترجمے) کا مطالعہ شروع کیا، جوں جوں آگے بڑھتا گیا مایوسی اور اداسی کا پردہ چاک ہوتا گیا۔ رفتہ رفتہ زندگی کا ایک واضح مفہوم میری سمجھ میں آنے لگا۔ میں جس حقیقت کے حصول کے لیے بھٹک رہا تھا وہ قرآن مجید کے مطالعے سے حاصل ہوگئی۔ شک کے سارے کانٹے ایک ایک کر کے نکل گئے۔ مجھے قرآن مجید میں

---

(۱) نفس مصدر، ص ۲۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نظر آئے جن کی صرف ایک ہی تصویر قرآن مجید نے پیش کی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ نہ خدا تھے، نہ خدا کے بیٹے۔ مجھے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نظر آئے جنھوں نے اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ میں ڈیڑھ سال تک قرآن مجید کو بار بار پڑھتا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ شاید میں اس قرآن کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ قرآن میرے لیے نازل ہوا ہے۔

میں اب تک کسی مسلمان سے نہیں ملا تھا لیکن مجھے احساس ہونے لگا کہ مجھے یا تو جلد ہی مکمل طور پر ایمان لانا ہوگا یا موسیقی کے دھندے میں پھنسا رہنا ہوگا۔ یہ کشمکش کا وقت میرے لیے بڑا کٹھن تھا۔ آخر ایک روز کسی نے میرے سامنے لندن کی نئی مسجد کا ذکر کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، میرے قدم خود بخود مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔ نمازِ جمعہ کے بعد میں نے قبولِ اسلام کا اعلان کیا اور یوں مسلمانوں کی عظیم برادری سے میرا تعلق قائم ہوگیا۔"(۱)

قبولِ اسلام کے ضمن میں ایک امریکی خاتون محترمہ پولی این کا بھی واقعہ دو ماہی مجلہ 'تحفۂ نسواں' لاہور (جون-جولائی ۲۰۰۴ء) سے محمد اقبال کیلانی صاحب نے اپنی مرتب کتاب 'فضائلِ قرآن مجید' میں نقل کیا ہے جو قارئین کے لیے انتہائی مفید اور معلوماتی ہے۔ محمد اقبال کیلانی صاحب لکھتے ہیں:

"محترمہ پولی این امریکہ میں پیدا ہوئیں۔ کیمیکل انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کی۔ عملی زندگی اختیار کی تو ایک روز کسی مسلمان ہمسائی نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پڑھنے کے لیے دیا۔ پولی این نے یہ 'کتاب'

---

(۱) فضائل قرآن مجید، مرتب محمد اقبال کیلانی، اشاعت ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ناشر حدیث پبلی کیشنز شش محل

لے کر شیلف پر رکھ دی۔ کبھی کبھار اسے دیکھ لیتی۔ قرآن مجید میں انبیاء کے واقعات کو دیکھ کر پولی این کو قرآن مجید سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ پولی این کہتی ہیں کہ ایک روز میں معمول سے زیادہ کام کر کے تھکی سی تھی۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ سورہ مزمل پڑھ رہی تھی جس کے آخر میں دوبار یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے' جب تم تھکے ہو تو جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' (سورہ مزمل آیت ۲) میں تھکی ہوئی تو تھی ہی۔ خیال آیا کہ اب مجھے بھی آرام کرنا چاہیے اور مزید قرآن نہیں پڑھنا چاہیے۔ خود قرآن بھی تو یہی کہہ رہا ہے۔ میں نے قرآن بند کر دیا مگر بستر پر لیٹے لیٹے خیالات کا تانتا بندھ گیا۔ عجیب کتاب ہے، اگر تم تھکے ہو تو قرآن اتنا پڑھو جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ تھکاوٹ کے باوجود میں بند نہ کر سکی، ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اب قرآن مجید سے ایک کشش سی پیدا ہو گئی اور مجھے احساس ہونے لگا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ ایک روز میں نے معمول کے مطابق قرآن اُٹھایا۔ سورۃ المومنون کی تلاوت شروع کی۔ درج ذیل آیات پڑھیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿۱۴﴾

(سورۃ المومنون، آیت ۱۲ تا ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست (جوہر) سے بنایا، پھر اس کے ست کو ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اس سے ایک مخلوق پیدا کر دی، پس اللہ تعالیٰ

کی ذات بابرکت ہے، جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔''

(ان آیات کو پڑھ کر) عجیب وغریب طمانیت کی کیفیت محسوس کی۔ یہ تو وہی بات ہے جو سائنس آج کہہ رہی ہے جب کہ محمد ﷺ نے چودہ سو سال پہلے یہ بات بتادی تھی۔ انھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے اور دوسری جدید مشینیں تو اس وقت نہیں تھیں۔ اسی وقت دل نے گواہی دے دی کہ محمد ﷺ کی راہنمائی یقیناً کسی بڑی طاقت (یعنی اللہ تعالیٰ) نے کی ہے۔ چناں چہ شرح صدر کے ساتھ میں نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ کا اقرار کیا اور امت مسلمہ میں شامل ہوگئی۔(۱)

راقم کا مذکورہ ان دو واقعات سے بتانا مقصود یہ ہے کہ قرآن میں ذکر کردہ انبیا علیہم السلام کے بیانات اور تخلیقِ انسانی کے تذکرے کس طرح انسانی ذہن پر اپنا اثر چھوڑتے ہیں۔ کیٹ سٹیوز صاحب اور پولی این صاحبہ کسی اسلامی مبلغ کے ذریعے اسلام میں داخل نہیں ہوئے بلکہ از خود قرآن کے انگریزی ترجمے کے مطالعے سے اور قرآن میں بیان کردہ تخلیقِ انسانی اور ذکرِ انبیائے کرام کے آیات سے متاثر ہو کے دامنِ اسلام میں پناہ لی۔ معلوم یہ ہوا کہ ذکر آیاتِ تخلیقِ انسانی اور ذکرِ انبیائے کرام، انسانی ذہن پر کس قدر اثر ڈالتے ہیں۔ یہی وہ راز ہے کہ انسانی معاشرہ کو متاثر کرنے کے لیے علمائے اہلِ سنت نے ولادتِ نبوی کے ذکر کو اپنی تہذیب و ثقافت کا حصہ بنایا۔ تا کہ مسلم معاشرہ اس فکر سے روحانی توانائی حاصل کرتا رہے۔

* * * * * *

---

(۱) نفسِ مصدر، ص ۲۶

عہدِ رسالت میں میلادی عناصر اور اسلامی ثقافت کا تحفظ

خاتم الانبیاء، نبی اکرم ﷺ کی کل حیاتِ مبارکہ تریسٹھ (۶۳) سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو چالیس سال کی عمر میں غارِ حرا میں اعلانِ نبوت کا حکم ہوا۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپ کل ۲۳ سال تک باحیات رہے۔ اس ۲۳ سالہ دور میں تیرہ سال آپ نے مکہ مکرمہ میں گزارا، آپ کا مکی عہد کل تیرہ سال پر محیط ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی پوری مکی زندگی اہلِ مکہ کے درمیان دعوتِ توحید اور اصلاحِ اعمال وعقائد میں گزری۔ آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد کعبہ میں مشرکینِ مکہ کے ذریعے رکھے ہوئے بتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح پاش پاش نہیں کیا، بلکہ اپنے دور کی حکمت ودانائی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ مگر تیرہ سالہ ابتدائی دعوت وتبلیغ کے مصروف اسی مکی دور میں آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ جہاں مناسب موقع پایا تو وہاں تہذیب وثقافت کے تحفظ کے نقوش، یادگار چھوڑے۔ مکی عہد کے متعلق حضور اکرم ﷺ کی مصروفیات کی نشاندہی کرتے ہوئے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:

مکی زندگی

”مکی زندگی تین مرحلوں پر مشتمل تھی:

۱۔ پسِ پردہ دعوت کا مرحلہ (تین برس)

۲۔ اہلِ مکہ میں کھلم کھلا دعوت وتبلیغ کا مرحلہ۔ چوتھے سالِ نبوت کے آغاز سے دسویں سال کے اواخر تک (سات سال)

۳۔ مکہ کے باہر اسلام کی دعوت کی مقبولیت اور پھیلاؤ کا مرحلہ۔ دسویں سالِ نبوت کے اواخر سے ہجرتِ مدینہ تک۔ (تین سال)“(۱)

---

(۱) الرحیق المختوم اردو، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، اشاعت مئی ۲۰۰۲ء، ناشر مکتبہ سلفیہ لاہور، ص ۱۰۷

اسی مکی دور میں رسول اکرم ﷺ نے معاشرے کی ثقافتی روح کے استحباب کو قائم رکھنے کے لیے حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے سال کو آپ نے 'عام الحزن' کا سال قرار دیا۔ 'الرحیق المختوم' کے مصنف اس بابت لکھتے ہیں:

''اسی طرح کے پے در پے آلام ومصائب کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس سال کا نام 'عام الحزن' یعنی غم کا سال رکھ دیا اور یہ سال اسی نام سے تاریخ میں مشہور ہوگیا۔''(۱)

رسول اکرم ﷺ نے اس سال کو غم سے منسوب کر کے ثقافتی تحفظ کی طرف بنیادی اشارہ کیا۔ انسانی تاریخ نے اس واقعہ کو نظیر بناتے ہوئے یوم، ہفتہ، عشرہ، ماہ وسال کو مختلف عنوانات سے منسوب کر کے یادگار منانے کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔ اسلام تہذیب وتمدن اور ثقافتی رسوم کے تحفظ میں بالکل واضح اور غیر لچک دار رویہ اپناتا ہے۔ ہر وہ رسم ورواج جو نفس توحید یا تصورِ توحید کو کسی بھی اعتبار سے مجروح کرے، اسلام ایسے تمام رسم ورواج کو سختی کے ساتھ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ مگر وہ تمام رسم ورواج جو نہ تو روحِ توحید کو مجروح کرتے ہیں اور نہ کسی قرآن وسنت کی تعلیمات سے ٹکراتے ہیں، تو اسلام ان سے نہ تو الجھتا ہے اور نہ ان پر کفر وشرک کا فتویٰ لگاتا ہے بلکہ اپنے تمام معاملات کو 'حسنِ نیت' کے ساتھ مسلم معاشرے کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے تیرہ سالہ مکی دور کی مصروفیات کے خاتمے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینۃ المنورہ کے ہجرت سے مدنی دور کی شروعات ہوتی ہے۔ آپ کا مدنی دور دس سال کے عرصے پر مشتمل ہے اور یہ مکی عہد سے زیادہ مصروفیت کا دور ہے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر، ریاست مدینہ کی تشکیل، مواخات کا قیام، یہود سے معاہدہ، منافقین کا سدباب، مسلح جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری، ۲۷ رغزوات کی قیادت، ۴۷ رسرایا کی رہنمائی وہدایات، فتح مکہ کی منصوبہ بندی، اور فتح کے بعد کی منصوبہ بندی، سربراہان

---

(۱) نفس مصدر، ص ۱۶۸

مملکت سے خط وکتابت کے حوالے سے انتہائی مصروف زندگی گزارنے کے باوجود آپ نے ہر مناسب موقع پر تہذیبی وہ تمدنی اعتبار سے ثقافتی تحفظ کا بھی دھیان رکھا۔ مدنی زندگی کی مصروفیات کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے مولانا صفی الرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

مدنی عہد

''مدنی عہد کو بھی تین مرحلوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- **پہلا مرحلہ:** جس میں فتنے اور اضطرابات برپا کیے گئے، اندر سے رُکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور باہر سے دشمنوں نے مدینہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے چڑھائیاں کیں۔ یہ مرحلہ صلح حدیبیہ ذی قعدہ ۶ ھ پر ختم ہو جاتا ہے۔

۲- **دوسرا مرحلہ:** جس میں بت پرست قیادت کے ساتھ صلح ہوئی۔ یہ فتح مکہ رمضان ۸ ھ پر منتہی ہوتا ہے۔ یہی مرحلہ شاہانِ عالم کو دعوتِ دین پیش کرنے کا بھی مرحلہ ہے۔

۳- **تیسرا مرحلہ:** جس میں خِلقت (مخلوق) اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئی۔ یہی مرحلہ مدینہ میں قوموں اور قبیلوں کے وفود کی آمد کا بھی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اخیر تک یعنی ربیع الاوّل ۱۱ھ تک محیط ہے۔(۱)

مکی اور مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ کی دعوتی و عائلی زندگی کو سامنے رکھ کر رسول اللہ کی مصروف زندگی کا اندازہ کریں کہ آپ ﷺ کی حیات بابرکات کا ایک ایک لمحہ کس قدر مصروف ہے۔ آپ کی بعثت کا اصل مقصد دعوتِ توحید کے ساتھ ساتھ دینِ حق کی سربلندی اور خالق ومخلوق کے تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا تھا۔ مگر نبی اکرم ﷺ مکی ومدنی دور میں دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی دیگر تمام تر مصروفیات کے باوجود ہر مناسب

---

(۱) الرحیق المختوم اردو، ص ۲۴۳

موقع پر تمدنی فلاح و بہبود کے لئے مذہبی و ثقافتی عناصر کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں رسول اکرم ﷺ کی مدنی زندگی میں یہ واقعہ ثقافتی تحفظ کے حوالے سے انتہائی توجہ طلب ہے۔

حدثنا ابو معمر:حدثنا عبد الوارث :حدثنا ایوب عن عبد الله بن سعید ابن جبیر ، عن ابیه، عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قدم النبی ﷺ المدینة فرأی الیهود تصوم یوم عاشوراء فقال: (ماهذا؟)قالوا: هذا یوم صالح ، هذا یوم نجی الله بنی اسرائیل من عدوهم ،فصامة موسیٰ ، قال: (فأنا احق بموسیٰ منکم)فصامة ، وأمر بصیامة (۱)

ابومعمر، عبدالوارث، ایوب، عبداللہ بن سعید بن جبیر، سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔آپ نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ "بہتر دن ہے"۔اسی دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی۔اسی لیے حضرت موسیٰ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعتبار سے زیادہ موسیٰ کے حقدار ہیں۔چناں چہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

اس حدیث میں وارد قالوا ھذا یومٌ صالحٌ ھذا یوم نجی الله بنی اسرائیل من عدوهم" ۔ (یہ بہتر دن ہے، اسی دن بنی اسرائیل کو اللہ نے ان کے دشمنوں سے نجات دی) کے جملے پر غور کریں۔اس حدیث سے 'یوم' کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے جس کا تعلق قومی تہذیب وتمدن اور ثقافت سے ہے۔اور اللہ کے رسول نے اس دن

(۱) صحیح بخاری، باب صوم یوم عاشورہ، رقم حدیث ۲۰۰۴

خود بھی اپنے اصحاب کے ساتھ روزہ رکھ کر اس یوم کی اہمیت کی توثیق کر دی۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ جس کسی دن اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنے انعامات سے نوازے تو اس دن کو قومی طور پر یادگار بنانا جائز ہے۔ اس دن خوشی کا اظہار جائز ہے بشرطے کہ اس یادگار کے دن اظہارِ خوشی میں کسی بھی اعتبار سے احکامِ شریعت کی پامالی نہ ہو۔

اعلانِ نبوت سے وصالِ نبوی تک ۲۳ سالہ دور کی مصروفیات، کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض منکرینِ عظمتِ رسالت کا عید میلاد النبی پر یہ اعتراض کہ حضور اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنی حیات کے اس دور میں کتنی بار اپنا 'یومِ ولادت' منایا بہت مضحکہ خیز لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے یادگار منانے کا تعلق قومی ثقافت سے ہے۔ اور قرآن کی آیت۔ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ۔ (اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ سورۃ ابراہیم، آیت ۱۵) اس پہ شاہد۔ مگر اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ کا اپنے یومِ ولادت کو سال بہ سال بطور یادگار نہ منانے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضور اکرم ﷺ 'یوم' منانے کو حرام اور اسلام کے خلاف شرک و بدعت سمجھتے تھے۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس دور میں جو اہم معاملات درپیش تھے۔ دعوتِ توحید و رسالت، اقامتِ دین، ریاستِ مدینہ کا استحکام، کفر و شرک کا بطلان اور ایک صالح معاشرے کا قیام۔ ان تمام اہم فرائض کے پیشِ نظر مستحبات کو اوّلیت نہ دینے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ اس کے حامی نہیں تھے بلکہ وقتاً فوقتاً آپ ﷺ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے ایسے عناصر کو جو شریعتِ اسلامیہ یعنی احکامِ خداوندی کی روح کو مجروح نہیں کرتے تھے، ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے، جو آثار و سنن سے ثابت ہے اور کتبِ احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا ''آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟'' حدیث کے الفاظ میں:

وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ الاثنين قال: ذالك يوم ولدت فيه

ویوم بعثت او انزل علی فیہ۔ (۱)

اور سوال ہوا دوشنبہ (پیر) کے روزہ کا تو فرمایا: میں اسی دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن نبی ہوا ہوں یا فرمایا اسی دن مجھ پر وحی اُتری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی بن عثمان روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی بن عثمان بن صالح، ثنا سعید بن ابی مریم، ثنا ابن لهیعة، عن ابی الاسود، عن عروة، عن عائشة رضی الله عنها، قالت: تذاکر رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابوبکر رضی الله عنه میلادهما عندی، فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اکبر من ابی بکر، فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو ابن ثلاث و ستین، وتوفی ابوبکر رضی الله عنه وهو ابن ثلاث و ستین لسنتین و نصف التی عاش بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (۲)

علی بن عثمان بن صالح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے میلاد (یومِ پیدائش) کا ہمارے سامنے ذکر کیا۔ (اپنی پیدائش کے اعتبار سے) رسول اکرم ﷺ بڑے تھے حضرت ابوبکر سے۔ رسول اکرم ﷺ نے ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ رسول کے بعد آپ ڈھائی سال تک زندہ رہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، اردو ترجمہ علامہ وحید الزماں، ناشر خالد احسان پبلشرز، لاہور، باب استحباب صوم، رقم حدیث ۲۷۴۷ و ۲۷۶۶، جلد سوم

(۲) المعجم الکبیر، مؤلف امام حافظ ابوالقاسم سلیمان، اشاعت اوّل ۲۰۰۷ء، ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص ۲۵، الجزء الاول، رقم حدیث: ۲۸

اس ضمن میں المعجم الاوسط کی یہ حدیث بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ اس کے مصنف امام ابوالقاسم سلیمان لکھتے ہیں:

"حدثنا أحمد قال: نا الهيثم قال: ناعبدالله عن ثمامة، عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بعد مابعث نبيا"(۱)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

اعلانِ نبوت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنا عقیقہ کیوں کیا؟ اس پر کچھ گفتگو کرنے سے پہلے یہ مناسب ہے کہ کتبِ سیرت میں ذکر رسولِ اکرم ﷺ کی پیدائش سے متعلق باب کا ایک بار پھر مطالعہ کریں۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی اور محمد آپ کا نام تجویز کیا۔" (۲)

سیرت النبی قدم بقدم کے مؤلف عبداللہ فارانی صاحب لکھتے ہیں

پیدائش کے ساتویں دن عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور نام محمد (ﷺ) رکھا۔ (۳)

سید سلیمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں

"عبدالمطلب آں حضرت کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا

---

(۱) المعجم الاوسط، تالیف امام حافظ ابوالقاسم سلیمان، اشاعت اول ۱۹۹۹ء، ناشر دارالفکر عمان، ص۲۸۳، رقم حدیث ۹۹۴

(۲) سیرت مصطفیٰ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سنہ اشاعت ندارد، ناشر کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی، ص ۷۳، حصہ اول)

(۳) سیرت النبی قدم بقدم۔ عبداللہ فارانی۔ اشاعت ستمبر ۲۰۰۸۔ ایم۔ آئی۔ ایس، پبلشر کراچی ص ۷۳ جلد اول)

تھا۔ اپنے چوبیس سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانۂ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔"(۱)

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں روز عقیقہ کی قربانی کی، مگر اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا دوبارہ عقیقہ کیا جیسا کہ حضرت انس سے روایت ہے۔ عربوں میں تو زمانہ قدیم سے ہی عقیقہ کی روایت پائی جاتی تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تو پھر دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیوں کیا؟ اس عقدے کو حل کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"قلت: وقد ظهر لی تخریجه علی أصل آخر وهو ما أخرجه البیهقی عن أنس أن النبی صلی الله علیه وسلم عق عن نفسه بعد النبوة مع أنه قد ورد أن جده عبدالمطلب عق عنه فی سابع ولادته والعقیقة لاتعاد مرة ثانیة. فیجعل ذلك علی أن الذی فعله النبی صلی الله علیه وسلم إظهار للشكر علی إیجاد الله إیاه رحمة للعالمین وتشریع لأمته كما كان یصلی علی نفسه لذلك فیستحب لنا أیضاً إظهار الشكر بمولده بالإجتماع و إطعام الطعام و نحو ذلك من وجوه القربات و إظهار المسرات." (۲)

---

(۱) رحمۃ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ اشاعت بارسوم ۱۹۲۳ء۔ ناشر دفتر رحمۃ للعالمین پٹیالہ۔ ص ۲۱۔ جلد اوّل

(۲) الحاوی للفتاوی، امام جلال الدین سیوطی، اشاعت دوم ۲۰۱۰ء، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۱۸۸

میں کہوں گا کہ اس حدیث کی تخریج امام بیہقی نے بھی اس طرح کی ہے کہ حضرت انس نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بعد بعثت یعنی اعلانِ نبوت کے بعد اپنی طرف سے دوبارہ اپنا عقیقہ کیا جب کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کرادیا تھا۔ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا مگر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا۔ لہٰذا آپ کے اس فعل سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا دوبارہ عقیقہ اس نعمتِ عظمیٰ پر اظہارِ تشکر کے لیے کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو صاحب شریعت رسول اور سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اسی نعمتِ الٰہیہ کے شکر کے لیے آپ اپنے اوپر درود وسلام بھی بھیجتے تھے۔ اس لیے اس فعلِ رسول کی مطابقت میں ہمارے لیے بھی آپ کی یومِ ولادت پر اظہارِ تشکر کے طور پر اجتماعی محافل اور اطعام طعام کی تقریبات منعقد کرنا مستحب اور پسندیدہ عمل قرار پائے گا۔ نیز دیگر وسائل وذرائع کے ذریعے بھی رسول اکرم ﷺ کا ذکر میلاد ہمارے لیے باعثِ فرحت وشادمانی اور قربت کا ذریعہ بنے گا۔

عہدِ رسالت کے مکی اور مدنی دور کے یہ مختلف واقعات اور متنوع میلادی عناصر جوازِ میلادالنبی کے استحباب پر بھرپور انداز میں شاہدِ عدل ہیں۔ ان واقعات وروایات کی روشنی میں مومنین اہلِ اسلام، 'یوم النبی' کو بطور عید میلادالنبی منانے کے حق دار، اور حق بجانب ہیں۔ قرآن اور آثار وسنن کی روشنی میں اسے بدعت کسی طور پر بھی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ میلادالنبی کو بدعت قرار دینا دراصل اسلام کی ثقافتی روح کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ۔ (سورۃ المائدہ: ۷)

تم پر اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں نازل ہوئی ہیں انھیں یاد رکھو اور اس کے اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ ہوا ہے۔ (احسن البیان، جونا گڑھی)

۲۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ۔

(سورۃ المائدہ: ۱۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو۔

(احسن البیان، جونا گڑھی)

۳۔ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ یَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِیكُمْ أَنْبِیَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ یُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِینَ ۔ (سورۃ المائدہ: ۲۰)

اور یاد کرو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرو کہ اس نے تم میں سے پیغمبر بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ دیا جو تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔

(احسن البیان، جونا گڑھی)

اس آیت میں "إِذْ جَعَلَ فِیكُمْ أَنْبِیَاءَ" کہہ کے حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہ یاد دلا رہے ہیں کہ اللہ نے اس قوم میں انبیا پیدا فرمائے اس لیے تم لوگ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ تو جب انبیائے بنی اسرائیل، قومِ بنی اسرائیل کے لیے باعثِ ذکرِ نعمت ہیں تو بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والے پیغمبر آخر الزماں اسی آیت کے مطابق اپنی امت کے لیے باعثِ ذکرِ نعمت کیوں نہیں ہوں گے؟ حضور اکرم ﷺ کو خود قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ بتا رہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِینَ إِذْ بَعَثَ فِیهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

اور ذکر نعمت کے لیے قرآن کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ ۔ (سورۃ الفاطر: ۳)

لوگو! تم پر جو انعام اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں انھیں یاد کرو۔

(احسن البیان، جوناگڑھی)

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (سورۃ الضحیٰ: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا بیان کرتا رہ۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ (الاعراف: ۶۹)

سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

'میلاد شریف کی شرعی حیثیت' کے عنوان سے سید ارشد سعید کاظمی، مذکورہ بالا آیت کے پیشِ نظر لکھتے ہیں:

''اہلِ سنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں ان کا ذکر باعث فلاح ونجات ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہیں اس لیے آپ کا ذکر خیر دُنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور محافلِ میلاد کا انعقاد تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لیے ہوتا ہے۔''(۱)

دربارِ نجاشی میں میلاد النبی کے اولین نقوش

حبشہ کی ہجرتِ ثانی کے وقت دربارِ نجاشی میں کفارانِ مکہ کی سازشوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب نے شاہ نجاشی کے استفسار پر بھری محفل میں

---

(۱) مضامین میلاد، مرتب غلام مصطفیٰ نقشبندی، اشاعت اوّل ۱۹۹۸ء، ناشر مکتبہ نعیمیہ دہلی، ص ۵۱

کھڑے ہو کر جو خطبہ جواب میں ارشاد فرمایا اس خطبے کا مندرجہ ذیل اقتباس میلادی عناصر کا ایک اہم عنصر ہے۔ شاہ نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت جعفر نے کہا:

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھے۔ ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے، ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقت ور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاک دامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں۔'' (۱)

حضرت جعفر بن ابو طالب کے اسی خطبے کا اُردو ترجمہ مولانا ادریس کاندھلوی اپنی کتاب میں اس طرح کرتے ہیں:

''اے بادشاہ! ہم سب جاہل اور نادان تھے۔ بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے۔ قسم قسم کی بے حیائیوں میں مبتلا تھے۔ قرابتوں کو قطع کرتے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے۔ ہم میں جو زبردست ہوتا وہ یہ چاہتا کہ کمزور کو کھا جائے۔ اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا۔ ہم میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا جس کے حسب ونسب اور صدق وامانت اور پاک دامنی اور عفت کو ہم خوب پہچانتے ہیں۔ اس نے ہم کو اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کو ایک مانیں اور ایک جانیں۔'' (۲)

شاہ نجاشی کے دربار میں دیئے گئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبے کا پیش نظر اقتباس کا یہ جملہ بطور خاص توجہ طلب ہے مصنف الرحیق المختوم کے ترجمے کے مطابق:

---

(۱) الرحیق المختوم، ص ۱۳۶

(۲) سیرت مصطفی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ص ۲۴۳، جلد اوّل

''اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاک دامنی ہمیں پہلے معلوم تھی۔''

یا مولانا ادریس کاندھلوی صاحب کے ترجمے کے مطابق:

''اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا، ہم میں سے اپنا ایک پیغمبر بھیجا جس کے حسب ونسب اور صدق و امانت اور پاک دامنی اور عفت کو ہم خوب پہچانتے ہیں۔''

محفلِ میلاد کا تو اصل موضوع ہی آپ ﷺ کے حسب ونسب کی طہارت و پاکیزگی بیان کرنا ہے۔ سامعین کے دل میں آپ کی امانت، صدق و پاک دامنی اور آپ کی ذاتی عصمت کو راسخ کرنا ہے۔ اسی طرح جب آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ فرمایا تو آپ کا جس والہانہ انداز میں اہلِ مدینہ نے پرتپاک استقبال کیا وہ بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ اہلِ مدینہ نے جس پرمسرت انداز میں رسول اکرم ﷺ کا استقبال کیا اس کی منظر کشی کرتے ہوئے علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:

''آخر کار وہ سعید لمحہ آتا ہے، جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں۔ قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے، جس پر ایک سادہ سا پالان کسا ہوا ہے۔ مرکب کون ومکان کا یکتا شہسوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کر اس پالان پر جلوہ فرما ہے۔ گلشنِ ہستی پر بہار آجاتی ہے، ہر طرف عید کا سماں ہے، نبضِ ہستی کو نئی جولانیاں بخش دی گئی ہیں۔ نسیم رحمت کے جھونکے دلوں کے غنچوں کو شگفتہ پھول بنا رہے ہیں۔ اپنے آقا کو یوں سوار دیکھ کر دل وجان نثار کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہوجاتا ہے۔ اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں:

اللہ اکبر قد جآء رسول اللہ

اللہ اکبر جآء محمد

اللہ اکبر جآء محمد

اللہ اکبر جآء رسول اللہ

ان پُرجوش نعروں سے ساری فضا گونج اُٹھتی ہے۔ باطل وطاغوت کے پرستاروں کے دل پھٹنے لگتے ہیں۔ اصنام واوثان کے پجاریوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے محبوب نبی کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہوجاتا ہے۔

جاں نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے، گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، اِردگرد کے مکان اور ان کی چھتیں شوقِ دیدار میں بے خود اور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ معصوم بچیاں اور اوس وخزرج کی عفت شعار دوشیزائیں دفیں بجا بجا کر دل وجان سے محبوب تر اور عزیز تر اپنے مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا مادعا للہ داع

ایها المبعوث فینا جئت باالامر المطاع (۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس کی شکل میں اہلِ مدینہ کا یہ استقبال دراصل معاشرتی ثقافت کا ایک حصہ ہے جس میں عقیدت، محبت، جاں نثاری، خیر مقدمی کلمات، استقبالیہ گیت سب کچھ شامل ہے اور اس استقبال کرنے والوں میں اہلِ مدینہ کا ہر فرد، بچے بچیاں، نوجوان، بوڑھے، مرد عورت سبھی اظہارِ عقیدت کے لیے شامل ہیں اور جشنِ آمدِ رسول کے یادگاری موقع پر اہلِ اسلام اسی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں جو ہجرت کے موقع پر اہلِ مدینہ نے کیا تھا۔

---

(۱) ضیاء النبی، علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری، اشاعت دوم جنوری ۲۰۰۰، ناشر المجمع المصباحی، مبارکپور،، ص ۱۵ ـ ۱۱۳، جلد ۳

"عہدِ رسالت میں میلادی عناصر اور اسلامی ثقافت کا تحفظ" کے عنوان سے میں اس باب میں اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے قارئین کو مزید دو اہم نکات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ سیرت نگاروں کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا۔ واضح ہو کہ ان دونوں محسنین کا وقفے وقفے سے ایک ہی سال میں انتقال ہوا تھا۔ اس لئے رسول اللہ کے جانب سے یہ سال عام الحزن یعنی غم کا سال کے نام سے منسوب و مشہور ہوا۔ دراصل رسول اکرم ﷺ نے ان محسنین اسلام کے انتقال کے سال کو عام الحزن قرار دے کر اور ان سے منسوب کر کے دعوت و تبلیغ کی راہ میں نہ صرف ان کی ذات مقدسہ کی خدمات کا اعتراف کیا بلکہ ان کے متعلق اپنی شدید قلبی کیفیت اور ان سے محبت کا ان کی بارگاہوں میں خراج تحسین پیش کر کے اس سال کو ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا۔ رسول اکرم ﷺ کا اس سال کو عام الحزن کے نام سے منسوب کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی سال کو غم سے منسوب کیا جا سکتا ہے تو اسی منطق و فلسفے کے تحت حزن و غم کا ضد فرحت و مسرت سے بھی کسی سال کو منسوب کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنا سنتِ نبوی کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر اظہارِ غم کیا جا سکتا ہے تو اظہارِ فرحت و مسرت بھی کیا جا سکتا ہے، بشرطے کہ کسی بھی جذبے کے اظہار میں احکامِ اسلام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے مشفق و مہربان اور سرپرست چچا جان حضرت ابو طالب اور اپنی جاں نثار شریکِ حیات اور محسنِ ملتِ اسلامیہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال پر اظہارِ غم کے لئے اس سال کو عام الحزن کے نام سے منسوب کر کے اپنی دلی جذبات کا اظہار کیا اور ان دونوں کے خدمات کا عوامی سطح پر اعتراف کیا۔ مگر نبی اکرم ﷺ کے وصال پر اس دور کے تمام باحیات صحابہ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال نہیں قرار دیا۔ کیا صحابہ کرام کو حضور اکرم ﷺ سے ویسی محبت نہیں

تھی جیسے کہ خود حضور اکرم کو اپنے چچا جان حضرت ابو طالب سے اور اپنی شریک حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھی؟ آخر صحابہ کرام نے رسول کریم ﷺ کے سالِ وصال یعنی انتقال کے سال کو عام الحزن کیوں نہیں قرار دیا؟ صدیق اکبر، عمر و فاروق، عثمان غنی اور علی ابن طالب جیسے جاں نثار صحابہ کو بھی کیا رسول اکرم ﷺ سے ایسی محبت نہیں تھی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو ان ذوات گرامی سے تھی؟ میرا یہ سوال ان تمام لوگوں سے ہے جو بار بار یہ پوچھتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اکرم کا یومِ ولادت کیوں نہیں منایا اپنے زمانے میں آپ کا میلاد کیوں نہیں کیا۔'' اس بار بار کیوں نہیں پوچھنے والوں سے ''میرا بھی سوال یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ''سالِ وصال'' کو صحابہ کرام نے کیوں نہیں عام الحزن قرار دیا کیا ان کو رسول اکرم سے محبت نہیں تھی؟ کیا یہ عاشقِ رسول نہیں تھے کیا عام الحزن کا فلسفہ اور یومِ ولادت کے منانے کا مسئلہ ان صحابہ کرام کے سمجھ میں نہیں آیا تھا؟

* * * * * *

ذکر میلادِ رسالت مآب عہد خلافت و ملوکیت اور مابعد

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ذاتی پہلوؤں کا ذکر اپنے احباب اور اہلِ خانہ کے درمیان کرنا صحابہ کرام کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ اس سلسلے میں ہمیں مختلف نظیریں متعدد کتب احادیث اور آثارِ صحابہ سے ملتی ہیں۔ قرآن نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مومنین کے لیے 'معیارِ حق' اور اسوۂ کامل بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:۲۱)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی معیارِ عمل ہے۔

مذکورہ آیت کی اتباع میں صحابہ کرام نے حیاتِ رسول کے تمام گوشے کے ذکر اور ان پر عمل کو اپنی زندگی کے روز و شب کا معمول بنایا۔ بتدریج نزولِ قرآن کی مختلف آیات، صحابہ کرام کے اس طرزِ ذکر کو جلا بخشتی رہیں۔ نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد سے تدوینِ قرآن کے تکمیلی مراحل تک کا جو عرصہ گزرا، اس کا ریکارڈ جو کچھ اصحابِ سیر کے تذکرے میں ملتا ہے اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

عہد رسالت کے بعد خلفائے راشدین کا زمانہ آیا۔ خلافت راشدہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلوب و پسندیدہ اسلامی ریاست، شورائی نظام کے بجائے ملوکیت کی طرف پلٹ گئی۔ عہد خلافتِ راشدہ کا تقویمی جدول حسب ذیل ہے:

۱-حضرت ابوبکر صدیق ۱۱-۱۳ھ/ ۶۳۲-۶۳۴ء ڈھائی سال

۲-حضرت عمر فاروق ۱۳-۲۴ھ/ ۶۳۴-۶۴۵ء دس سال چھ ماہ

۳-حضرت عثمان غنی ۲۴-۳۵ھ/ ۶۴۵-۶۵۵ء تقریباً بارہ سال

۴-حضرت علی مرتضیٰ ۳۵-۴۰ھ/ ۶۵۵-۶۶۰ء پانچ سال (۱)☆

(۱) ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ، حصہ اول، ثروت صولت، اشاعتِ دوم جون ۲۰۰۱ء، ناشر مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ص ۱۲ ☆نوٹ: خلافت راشدہ میں امام حسن کی مدت خلافت چھ ماہ بھی شامل ہے۔

۱۱ ھجری تا ۴۰ ھجری یعنی ۶۳۲ء عیسوی تا ۶۶۰ عیسوی تک کے تیس سالہ دورِ خلافت میں مسلمانوں نے جنگ یرموک ۱۳ھ/ ۶۳۴ء عہد صدیقی کے آخر میں اور جنگ قادسیہ ۱۵ھ/ ۶۳۶ء میں لڑیں، فتح مصر ۲۱ھ/ ۶۴۱ء میں، جنگ نہاوند ۲۱ھ/ ۶۴۲ء میں عہد فاروقی میں فتح ہوئے۔ علاوہ ازیں عہد عثانی میں اسکندریہ ۲۵ھ/ ۶۴۶ء، آرمینیا ۲۵ھ/ ۶۴۶ء، افریقہ ۲۷ھ/ ۶۴۸ء، قبرص ۲۹ھ/ ۶۵۰ء میں فتح ہوئے۔ مگر ۳۶ھ/ ۶۵۶ء میں جنگ جمل اور ۳۷ھ/ ۶۵۷ء میں جنگ صفین عہدِ خلافت مرتضوی میں مسلمانوں نے آپس میں یہ دونوں جنگیں لڑیں۔ تفصیل کے لیے ثروت صولت کی کتاب 'ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ، حصہ اوّل کا مذکورہ باب ملاحظہ کریں۔ بقول ثروت صولت:

''جنگ جمل پہلی لڑائی تھی جس میں مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا۔ مسلمان آپس کے اس ٹکراؤ سے رنجیدہ تھے اوران کو اتنا افسوس تھا کہ بعض صحابہ نے لڑائی میں شرکت سے انکار کر دیا تھا اور جب حضرت عائشہ کی فوجیں (حضرت علی کی فوج سے لڑنے کے لیے) مدینہ سے روانہ ہوئیں تو مدینہ کے لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔

حضرت عائشہ سے تو حضرت علی کا تصفیہ ہو گیا لیکن شام کے والی امیر معاویہ سے (حضرت علی کا) تصفیہ نہیں ہو سکا۔

حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان صفین کے مقام پر جنگ جمل سے بھی بڑی لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف سے نوے ہزار مسلمان شہید ہوئے، لیکن اس کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔''(۱)

خلافتِ راشدہ کے حوالے سے ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت طبعی طور پر ہوئی تھی لیکن ان کے علاوہ دیگر اصحابِ ثلاثہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منصبِ

---

(۱) نفس مصدر، ص ۱۰۹

شہادت پر فائز ہوکر مختلف اسلام دشمن قاتلین کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ خلیفہ راشد حضرت علی کی شہادت کے بعد پوری ملت اسلامیہ میں ایک ہنگامہ خیز ماحول برپا تھا۔ حضرت علی کے بڑے صاحبزادے سید الشباب اہل الجنۃ حضرت امام حسن نے حالات و ماحول کو موافق و سازگار نہ پاکر ایک تحریری معاہدہ کے تحت ۴۱ھ/۶۶۱ء میں امیر معاویہ کے حق میں تخت خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ امام حسن کی مدتِ خلافت کل چھ ماہ ہے۔ امیر معاویہ نے اسلامی سیاسی نظام خلافت کے شورائی طریقے کار کے برعکس زمانہ رسالت سے قبل کی یادگار نظام امارت وملوکیت پر مشتمل نظام شہنشاہیت کی بنیاد پر اپنی مملکت قائم کی۔ اسی لیے مشہور صحابی اور فاتح عراق حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب امیر معاویہ سے ملے تو انھوں نے امیر معاویہ کو "السلام علیکم ایھا المَلِکْ" (یعنی اے بادشاہ! السلام علیکم) کہہ کر خطاب کیا۔ اگرچہ امیر معاویہ کو امیر المومنین کی بجائے بادشاہ کہہ کر خطاب کرنا ناگوار گزرا لیکن ان کو خود بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ وہ مسلمانوں میں پہلے بادشاہ ہیں۔ (۱)

دور بنو امیہ:

امیر معاویہ نے جس حکومت کی بنیاد ڈالی اسے 'خلافتِ بنی امیہ' یا 'اموی خلافت' کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حکومت میں جس قدر خلیفہ ہوئے وہ سب 'امیہ' کے خاندان سے تھے۔ (۲)

قرآن وسنت کا مطلوب خلافتِ راشدہ کے شورائی نظام کے خاتمے کے بعد امیر معاویہ نے سلطنتِ بنی امیہ کی بنیاد ڈالی اور بنوامیہ کی حکومت ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ۔ ۶۶۱ء/ ۷۵۰ء تک تقریباً ۹۲ سال تک قائم رہی۔ چودہ سال امیر معاویہ کا خاندان اور ۷۸ سال مروان کا خاندان حکمراں رہا۔ (۳)

---

(۱) نفس مصدر، ص ۱۳۱، حصہ اوّل

(۲) نفس مصدر، ص ۱۳۲، حصہ اوّل (۳) نفس مصدر، ص ۱۶۱، حصہ اول

دورِ بنو عباس:

حکومتِ بنوامیہ کے زوال کے بعد سلطنتِ عباسیہ کا عروج ہوا۔ خلافتِ راشدہ کے بعد یہ مملکت بھی شورائی نظام کے برعکس شخصی شہنشاہی نظام پر قائم ہوئی تھی۔ عباسی حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ۔ ۷۵۹ء/۱۲۵۸ء تک پانچ سو آٹھ سال قائم رہی۔ (۱)

صحابہ کرام کا تعلقِ بالرسالت:

صحابہ کرام کا تعلق بالرسالت، بہت مضبوط اور پختہ تھا۔ عہد خلافت میں منافقین کے فتنوں کے سدباب میں صحابہ کرام نے بڑی جاں فشانی کا مظاہرہ کیا۔ شمع رسالت کے پروانوں کی جاں نثاری اور عشق رسالت کی داستان سے واقفیت کے لیے مولانا عبدالسلام ندوی کی تالیف ''اسوۂ صحابہ کامل'' کا مطالعہ انتہائی سودمند رہے گا۔ مولانا ندوی، صحابہ کرام کے متعلق 'محافظت یادگارِ رسول' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

- ''صحابہ کرام کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔'' (۲)

- ''رسول اللہ ﷺ ہر سنیچر کو معمولاً قبا تشریف لے جایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی التزام کرلیا تھا۔'' (۳)

- ''ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابومحذورہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انھوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے، نہ مانگ نکالی، بلکہ اس کو بطور تبرک یادگار کے قائم رکھا۔'' (۴)

---

(۱) تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی، اشاعت دسمبر ۱۹۳۸ء، ناشر دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص ۱۷، دیباچہ اول، حصہ سوم

(۲) اسوۂ صحابہ کامل، مولانا عبدالسلام ندوی، سنہ اشاعت ندارد، ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور، ص ۱۴۵

(۳) نفس مصدر، ص ۱۳۸ (۴) نفس مصدر، ص ۱۴۴

● غزوہ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو، خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا، وہ اس کی اس قدر، قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔"(۱)

● "صحابہ کرام نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل و اولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا تھا۔"(۲)

بنو امیہ، بنو عباس کے مابعد آزاد مسلم ریاستیں

رفتہ رفتہ صحابہ اور ان کے آل اولاد کے انتقال کے بعد مسلم معاشرے میں عوامی اعتبار سے حکومت بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں تعلق باللہ و تعلق بالرسالت میں بتدریج کمی آتی گئی۔ چھ سو سالہ اس مشترکہ دور کی تاریخ کے دل خراش واقعات یہاں رقم کرنا مقصود نہیں ہے۔ ان ادوار کے اکثر و بیشتر حکمرانوں نے کس طرح حقیقی اسلام کی روح کو پامال کیا، وہ کتبِ تاریخ میں درج ہے۔ ان حکومتوں کے زوال کے بعد جب مسلمانوں کی دیگر آزاد ریاستوں کا قیام ہوا تو ایک بار پھر وقت کے اربابِ حل وعقد اور اس دور کے علما اور مشائخ نے محسوس کیا کہ اہلِ اسلام اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے والوں کا تعلق باللہ اور تعلق بالرسالت مضبوط ہونا چاہیے۔ علما اور مشائخ نے وعظ و نصیحت کی محفلیں برپا کیں۔ مختلف مقامات پر مجالسِ ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ رسول گرامی مرتبت کی ذات سے لوگوں کو متعارف کرانے کے لیے ذکر رسالت کی محافل سجائی جانے لگیں۔ ذکر رسالت کی یہی محفلیں مسلم ثقافت کی پہچان کے طور پر میلاد النبی یا عید میلاد النبی کے نام سے متعارف ہوئیں جسے بطور خاص سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت میں عالمی طور پر فروغ ملا۔ عباسی سلطنت کے زوال کے بعد اتحاد اور وحدت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد جس صوبہ دار کو

---

(۱) نفس مصدر، ص ۱۳۶ (۲) نفس مصدر، ص ۱۸۳

جہاں موقع ملا وہاں اس نے خود مختار حکومت قائم کر لی۔ سلطنتِ عباسیہ کے زوال کے بعد مسلمانوں کی مندرجہ ذیل آزاد حکومتیں قائم ہوئیں:

۱- سامانی حکومت (۲۶۱ھ/ ۳۹۵ھ۔ ۸۷۴ء/ ۸۹۲ء): یہ حکومت ماوراء النہر میں قائم ہوئی۔

۲- حکومت بنی بویہ (۳۳۴ھ/ ۴۴۷ھ۔ ۹۳۴ء/ ۱۰۵۵ء): اس سلطنت میں عراق کا پورا ملک اور خراسان کو چھوڑ کر باقی ایران داخل تھا۔

۳- سلطنت فاطمیہ (۲۹۷ھ/ ۵۶۷ھ۔ ۹۰۹ء/ ۱۱۷۱ء): یہ حکومت شمالی افریقہ کے شہر قیروان میں قائم ہوئی۔

۴- سلجوقی سلطنت (۴۲۹ھ/ ۵۵۲ھ۔ ۱۰۳۷ء/ ۱۱۵۷ء): سلجوقی ترکوں کی یہ حکومت سامانیوں، بنی بویہ اور بنی فاطمہ سب کی حکومتوں سے بڑی تھی۔ اس حکومت کی بنیاد خراسان میں پڑی۔ ایشیائے کوچک اور اس سے ملحق علاقے اس حکومت کے قلم رو میں شامل تھے۔

سلجوقی عہد میں ہی امام غزالی (۴۵۰ھ/ ۵۰۵ھ۔ ۱۰۵۹ء/ ۱۱۱۱ء)، شیخ عبدالقادر جیلانی (۴۷۰ھ/ ۵۶۱ھ۔ ۱۰۷۷ء/ ۱۱۶۶ء)، فارسی کا مشہور شاعر عمر خیام (۶۰۴ھ/ ۶۷۲ھ۔ ۱۲۰۷ء/ ۱۲۷۲ء) جیسے اکابر علما و مشائخ اور شاعر پیدا ہوئے۔

(تفصیل کے لیے ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ از ثروت صولت جلد اول کے متعلقہ ابواب ملاحظہ کریں)

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسی عہد میں 'مولود النبی' کے جواز و حمایت میں ایک کتاب لکھی۔ اس کا مخطوطہ جامعۃ الملک سعود لائبریری میں محفوظ ہے۔ انٹرنیٹ پر اس کا لنک ہے https://archive.org/details Mawlid Jilani۔ اس مخطوطہ کو www.maktabah.org نے اپلوڈ کیا ہے۔ کنگ سعودی یونیورسٹی کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری میں یہ مخطوطہ ۵۶۷۵-۱۸۵ا کے تحت موجود ہے۔ اس کا اردو ترجمہ حال ہی میں میرے دوست ڈاکٹر ممتاز سدیدی نے 'جس سہانی

گھڑی چمکا طیبہ کا چاند کے نام سے کیا ہے۔ اس کی اشاعت جون ۲۰۱۳ء میں صفہ فاؤنڈیشن لاہور سے ہوئی ہے۔

۵- سلطنت غزنویہ (۳۶۶ھ/ ۹۸۲ھ-۹۷۶ء/۱۱۸۶ء): اس حکومت کو غزنی افغانستان میں صوبہ دار سبکتگین نے قائم کیا۔ امیر سبکتگین اور ان کے صاحبزادے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کی۔

۶- سلطنت غوری (۵۵۲ھ/۶۲۶ھ-۱۱۵۷ء/۱۲۰۵ء): سلطنت غزنی کے بعد سلطنت غوری کا قیام ہوا۔

۷- ایوبی سلاطین (۵۶۹ھ/۶۴۸ھ-۱۱۷۴ء/۱۲۵۰ء): ہلال اور صلیب کی کشمکش میں ایوبی سلاطین کی فیصلہ کن معرکہ آرائی کو مسلمانوں کی تاریخ میں بھلایا نہیں جاسکتا۔ (تفصیل کے لیے ملتِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ از ثروت صولت جلد اول کے متعلقہ ابواب ملاحظہ کریں)

عباسی سلطنت کے زوال کے بعد قائم ہونے والی خودمختار مسلم حکومتوں کا یہ ایک انتہائی مختصر ذکر ہے، صرف یہ بتانے کے لیے کہ ان ادوار میں قوم مسلم کو کس قدر ذاتِ رسالت مآب کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت تھی، خاص کر ان ادوار کے علما اور مشائخ نے اپنے اپنے دور کے تقاضوں اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے علاقوں میں محافلِ میلاد کی بنیاد ڈالی تا کہ امت مسلمہ کا والہانہ تعلق ذاتِ رسالت مآب سے بنا رہے۔ یہ مجالس اس دور میں تعلیم رسالت کو عوام الناس میں عام کرنے کا بہت مؤثر ذریعہ تھیں۔ مخالفینِ اسلام کی اسلام اور پیغمبرِ اسلام خلاف کی جارہی سازشوں سے ملتِ اسلامیہ کو باخبر رکھنے اور دشمنانِ اسلام کی نبی کریم کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے متعلق کامیاب ازالے کے لیے ان محافلِ میلاد نے حیرت انگیز کردار ادا کیا۔ اس لیے آج بھی مخالفینِ اسلام یہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں محفلِ میلاد جاری رہے۔

برصغیر میں مراسمِ میلاد و محافل نبوی کی روایت

ہندوستان ایک کثیر ثقافتی ملک ہے۔ اس سرزمین پر اسلام کے اوّلین و ابتدائی نقوش یوں تو عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت و ملوکیت میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ لیکن باضابطہ طور سے ہندوستان میں اسلام کی آمد کو محمد بن قاسم کی ہندوستان میں آمد اور فتوحاتِ سندھ سے جوڑ کر تاریخی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مگر یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد، دو وسائل اور تین ذرائع سے نظر آتی ہے۔ جس میں ایک خشکی کے راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہے۔ اس راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد کا سہرا سادات و مشائخ اور صوفیہ کرام کے سر ہے جو ماوراء النہر اور افغانستان و ایران کے راستوں سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں اسلام کی شمع فروزاں لے کر آئے اور یہاں کی مخصوص فضا میں اسلام کی حکیمانہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔

دوسرا بحری راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی ہے۔ بحری راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ایک تو تاجروں کے ذریعے ہوئی اور دوسرا فوجیوں اور عسکریوں کے ذریعے۔ تاجروں کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آمد سمندری راستوں سے دکن کے علاقے میں ہوئی جب کہ فوجیوں اور عسکریوں کے ذریعے اسلام کی آمد علاقہ کھمبایت (گجرات) کے راستے سے ہوئی۔ انہی تین ذرائع اور دو وسائل کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آمد تاریخی طور پر ملتی ہے جو اسلام کی اوّلین آمد ہے۔ بحری راستے سے جن دو ذرائع سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی اس حوالے سے راقم کا کہنا صرف یہ ہے کہ ان دو ذرائع سے آمد اسلام کی اشاعت میں اسلام کی تہذیبی و ثقافتی روایت پر عمل اور ترویج کے پہلو کو تلاش کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ تاجروں کی ہندوستان میں آمد کا اصل ہدف تجارتی وسائل کی ترقی اور منافع کا حصول رہا، ضمنی حیثیت سے دعوت و تبلیغ اسلام

کا بھی کام ہوا لیکن انھوں نے مستقل قیام کر کے اسلام کی تشہیر و تبلیغ کا ہدف ہی نہیں بنایا تھا اس لئے اسلامی ثقافت و تہذیب کی ہندوستانی سماج میں ترسیل و تبلیغ نہ تو ان کا اولین مطمحِ نظر تھا اور نہ ہی اس کے استحکام کے لیے وہ یہاں آئے تھے۔

اسی طرح بحری راستوں کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کی آمد مجاہدینِ اسلام کے ذریعے ہوئی، اس طبقے کے ذریعے بھی یہاں زیادہ سے زیادہ فتوحات ہی پر توجہ کو مرکوز رکھا گیا۔ دعوت و تبلیغ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی پاسداری و فروغ ابتدا میں اس طبقے کا بھی مطمحِ نظر نہیں تھا۔

البتہ تیسرا طبقہ جس کے توسط سے خشکی کے راستے سے ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی یہ طبقہ صوفیہ و مشائخ کی جماعت تھی، ان کا اصل ہدف ہندوستانی معاشرے میں اسلام کی تبلیغ، ترویج اور اشاعت کے ساتھ اسلام کی راسخ العقیدگی کو ہندوستانی سماج اور تہذیب میں راسخ کرنا تھا۔ اس مبارک جماعت نے اپنے بلندیٔ کردار، حسنِ اخلاق اور رہنما طرزِ عمل کے ذریعے ہندوستان میں جہاں اسلام کے پیغام کو پہنچانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا وہیں انھوں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کے اہم اور متوارث معمولات و روایات کو بھی ہندوستانی سماج میں رواج دیا۔ چناں چہ مشائخ کے یہاں ہر عہد میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے رواج و پاسداری کی نظیریں ہمیں ہندوستان کی مختلف کتب تواریخ میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

صوفیہ کرام کے نظریات میں ایک اہم عقیدہ حقیقتِ محمدی اور نورِ محمدی کا ہے۔ صوفیہ کے سارے مشاغل و معمولات میں ذکرِ الٰہی کے ساتھ ذکرِ رسالت مآب بھی اہم جز کے طور پر شامل ہے۔ صوفیانہ روایات میں ہر جگہ عظمتِ توحید کے ساتھ عظمتِ رسالت کا تحفظ دیکھنے کو ملتا ہے۔ محافلِ میلاد اور ذکرِ میلاد کی اسلامی ثقافت کا فروغ بھی صوفیانہ روایات کا اہم جز ہے۔ خصوصیت کے ساتھ صوفیانہ روایات میں 'تقریباتِ اعراس' میں بطورِ خاص محافلِ میلاد اور ذکرِ میلاد کی اسلامی ثقافت و روایت کا التزام دیکھنے کو ملتا ہے۔

صوفیانہ روایت ومراسم میں اہتمامِ محافلِ ذکرِ میلاد

ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

''میلاد کے اساسی محرکات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔ ان اساسی محرکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب، عجم اور برصغیر کے مسلمان ایک ہی فکری روایت کا حصہ ہونے کی وجہ سے یکساں ذہنی وحدت رکھتے تھے اور ان کی تخلیقی سرگرمیوں کے چشمے بھی ایک تھے، لہٰذا دنیا بھر کے مسلمان ان تخلیقی سرچشموں سے اپنی شناخت کرتے ہوئے انھیں لسانی سرمایے میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ ثانوی اسباب وعوامل میں بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کا مجالسِ میلاد میں خصوصی شغف اور رجحان ہے۔ مختلف روحانی سلاسل سے وابستہ صوفیہ ومشائخ والہانہ شیفتگی اور خصوصی توجہ سے میلاد خوانی اور درود وسلام کے خصوصی اجتماعات کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہلِ تصوف کے نزدیک نبی کریم کا فیضان اور مرتبہ ومقام عام مسلمانوں کے خیال واحساس سے بہت اعلیٰ وارفع اور منفرد اہمیت وحیثیت کا حامل ہے۔ ان کے ہاں ذاتِ محمدی کا ادراک کتب سیر ومغازی اور مجموعہ ہائے احادیث کے مطالعہ کے علاوہ ان روحانی وباطنی واردات ومشاہدات پر مبنی نظر آتا ہے، جن سے آنحضرت کے عام سیرت نگاروں کی تحریریں ناآشنا ہیں۔ ان روحانی کیفیات کی اگرچہ کوئی خارجی سند ہمارے پاس موجود نہیں مگر صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل سے وابستگان کے ملفوظات ونگارشات میں آپ کی تجلیات وانوار اور فیوض وبرکات کا جو انداز، کیفیت اور اثر ملتا ہے وہ انھیں کا خاصہ ہے۔

صوفیہ کے زیر اثر اس قسم کی مجالسِ میلاد، مقاماتِ معرفت وسلوک کے مختلف درجات کے لیے زینہ، روح کی بالیدگی اور تزکیۂ باطن کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح میلاد نگاری کی تخلیق اور ترویج کے رجحان کو صوفیہ کی بدولت فروغ نصیب ہوا۔ ابن عربی، جامی، شاہ عبدالحق، شاہ ولی اللہ، مولوی گل حسن، توکل شاہ انبالوی جیسے صوفیہ کی تحریریں

اس ضمن میں قابلِ ذکر ہیں۔

میلاد کی ضرورت و اہمیت کے مدنظر دُنیا بھر کے مشائخ کرام نے مولود ناموں کی تصنیف و تالیف کو مدنظر رکھا ہے۔ جے۔ سپنسر ٹرمنگھم نے اپنی کتاب 'دی صوفی آرڈرز اِن اسلام' میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں میلاد خوانی کی روایت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً عرب، مصر، ترکی، سوڈان، الجیریا اور مغرب کے علاقوں میں اگر میلاد خوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کی مجالسِ مولود سے مختلف فضا کا احساس ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلاد مقبول و مروّج رہے؟ ان سلسلوں میں میلاد خوانی کا کیا انداز تھا اور بحیثیت مجموعی صوفیہ کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلاد خوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیاتُ و اثرات کا ٹرمنگھم نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انھوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیہ، ان کے حلقوں میں پڑھے جانے والے موالید، قصائد اور نعتیہ منظومات اور ان کے پڑھنے کے اسالیب و اثرات کا جائزہ لیا ہے، جن میں سے بعض سلاسل، ان کے مولود نگار اور مقبولِ عام میلاد درج ذیل ہیں:

ابومدین شعیب بن الحسن (۱۱۲۶-۱۱۹۸ھ/ ۱۷۱۴ء۔ ۱۷۸۴ء) کا نام بارہویں صدی کے صوفیہ میں بہت مشہور ہے، جن کے سلسلے کی ایک شاخ مصر میں بہت پھیلی۔ اس شاخ کے شاعر ابوالحجاج یوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ ابوالحسن علی شاذلی بھی (جن سے شاذلیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابومدین ہی کے خاص پیروکار تھے، جن کے بڑے گہرے اثرات شمالی افریقہ کی نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی و سیاسی زندگی پر بھی مرتسم ہوئے۔

ترکی میں سلیمان چلبی (م ۱۴۲۱ء) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلہ تصوف سے تھا۔ یہ مولود صوفیہ کے حلقوں کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے یوم ولادت کے

سلسلے میں منعقد ہونے والی سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جاتا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصر اور پھر وہاں سے حجاز اور مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ ہی کی ایک شاخ 'دردیریہ' کہلائی، جس کے بانی احمد بن دردیہ (۱۷۱۵-۱۷۸۶ء) کا نثری مولود بہت مشہور ہوا۔

ترکی سہروردیہ سلسلے کی ایک کڑی 'زینیہ' کہلائی، جس کے بانی شمس الدین محمد ابن حمزہ (۱۳۹۰-۱۴۵۹ء) کے صاحبزادے حمداللہ جلبی حمدی کا مولود بہت مشہور ہوا۔ نقشبندیہ سلسلے سے متاثر ہونے والوں میں محمد عثمان المرغانی کے مولود 'مولود المرغانی' کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس مولود کے آغاز میں محمد عثمان مرغانی نے مولود کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انھیں یہ مولود لکھنے کے لیے خواب میں کہا۔

قادریہ صوفیہ کے حلقوں میں امام برزنجی (م ۱۷۶۶ء) کا مولود النبی بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی نشستیں ''لیلیہ'' (ہمارے ہاں 'شبینہ' کی طرح جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) کہلاتی ہیں۔ ''لیلیہ'' میں مولود کے ساتھ ذکر اور دوسری مدحیہ منظومات بھی پڑھی جاتی ہیں۔

علوی (حضری) طریقہ میں علی ابن محمد الحبشی کا مولود 'سمط الدرر' پڑھا جاتا ہے جو 'مولود الحبشی' کے نام سے مشہور ہے۔

'تیجانی' طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں، اس لیے تیجانیہ سلسلے میں مولود کی جگہ 'جوہرۃ الکمال' کا وِرد مقبول و مستعمل رہا۔ اس سلسلے کے معتقدین کے نزدیک اگر جوہرۃ الکمال کو اس کے ضروری لوازمات، شرائط اور احتیاط کے ساتھ سات بار پڑھا جائے، تو اس کی ساتویں قرأت کے دوران خود حضور اکرم ﷺ محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن المختار دوالعالیہ (م ۱۸۸۲ء) نے 'مولد انسان الکامل' کے نام سے ایک مولد لکھا۔

مغرب میں صوفیہ کی مجالس میں میلاد خوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کرلی۔

یہاں حضور اکرم ﷺ کی مدح و توصیف میں قصائد کی صورت میں اظہارِ عقیدت و محبت کا رواج ہوا اور قصیدہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت یہ قصیدے ترنم و لحن کے ساتھ پڑھتی۔

میلاد النبی کے علاوہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرت کی معراج کی یاد میں صوفیہ کے ہاں معراجیہ نظمیں (معراج نامے) پڑھنے کا رواج ہے۔ ان نظموں میں نبی کریم ﷺ کے سفر معراج کی تفصیلات کا ذکر اور صوفیہ و سالکین پر اس ذکر سے پیدا ہونے والے روحانی اثرات و کیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان مواقع پر وہ مولد بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں خاص طور پر واقعہ معراج کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ مثلاً سلیمان چلبی کا مولد، امام برزنجی کا مولد، نجم الدین الغیتی (م ۱۵۷۶ء) کا 'قصہ معراج الکبریٰ' اس ضمن میں ترکی میں غنی زادے نادری 'نائی عثمان دیدے' اور تحیلی کے معراج نامے بھی قابلِ ذکر ہیں۔

ٹرمنگھم نے مغرب، سوڈان، مراکو، الجیریا، لیبیا، مصر، ترکی حتیٰ کہ روس کی ایشیائی مسلم ریاستوں میں صوفیہ کے اثرات کے ضمن میں خلوتیہ، شاذلیہ، قادریہ، سنوسیہ اور نقشبندیہ طریق کی مختلف شکلوں، اجتماعاتِ ذکر اور مذہبی منظومات خصوصاً حضور اکرم کی سیرت و سوانح اور مدح و توصیف میں لکھے گئے میلاد پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

جن موالید و منظومات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، وہ صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے تعلق رکھنے والے سالکین کی خاص مجلسوں میں پڑھی جاتیں۔ یہ مجلسیں 'حضرہ' کہلاتیں اور ان میں حضور اکرم ﷺ کے تذکارِ مبارک سے حاضرین کی روحانی تطہیر اور تزکیہ نفس کا کام لیا جاتا اور یہ مجالس انتظام اور مقاصد کے اعتبار سے ان میلادی مجلسوں سے مختلف ہوتیں جو عام لوگوں کے لیے صوفیہ کے اعراس یا دوسرے مواقع پر سرِعام منعقد ہوتیں۔"(۱)

---

(۱) اردو میں میلاد النبی، ص ۱۵۲ تا ۱۵۴

عہدِ سلطنت میں میلادی روایات کے عناصر

برصغیر کی جتنی بھی قدیم سے قدیم تر خانقاہیں ہیں سب خانقاہوں کی اعراس کی تقریب میں محافلِ میلاد اور مجالسِ میلاد کی روایت ایک قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ گویا مشائخ نے اپنی خانقاہی روایات میں محافلِ میلاد کی روایت کو ایک متوارث عمل کے طور پر انجام دیا ہے جس کی وجہ سے محافل کی یہ روایت آج بھی ہر خانقاہ میں توارثاً جاری و ساری ہیں۔ تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے صوفیہ کے اقوال و معمولات میں بطور نمونہ چند اقوال و معمولات کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے جس کے مطالعے سے یہ واضح ہوگا کہ برصغیر میں ہر عہد میں صوفیہ کے یہاں میلاد کی روایت توارثاً قائم رہی۔ فوائد الفواد کے مقدمے میں پروفیسر نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> خود حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کا وصال (۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ/ ۱۵ نومبر ۱۲۳۶ء) کو شیخ علی سگزی کی خانقاہ میں سماع سنتے ہوئے ہوا تھا، اور یہ محفل ۱۲ ربیع الاول کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کی تقریب میں منعقد ہوئی تھی۔(۱)

عہد سلطنت کے ایک معروف شیخ طریقت مخدومِ جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ محفلِ میلاد کی روایت کے اوّلین نقوش کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

> "بالائے بام انبار خانہ بعد نماز خفتن بدولت جلوس فرمودہ بودند چند یاران مخصوص در مجلس شریف حاضر بودند ذکرے در نقل و عرس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتادہ بود۔ بندگی مخدوم فرمود کہ در تفسیر زاھدی ھمچنین آوردہ

---

(۱) فوائد الفواد اردو، مترجم خواجہ حسن ثانی نظامی، اشاعت ۲۰۰۱، ناشر اردو اکادمی دہلی، ص ۱۳۹

است که نقل حضرت رسالت در روز غره ماه ربیع الاوّل بود ۔بعد از نقل برائے دفن میان صحابہ اختلاف افتاد که دفن کجا کنند ماجران می گفتند در مکه دفن کنند که مولد و منشائے رسول در مکه است۔ انصاریان می گفتند که در مدینه دفن کنند که اظهارِ اسلام در مدینه بود۔ و طائفه از صحابه می گفتند که در بیت المقدس دفن کنند که آبا و اجداد رسول را آنجا دفن کرده اند، یعنی مهتر ابراهیم پیغامبر و پیغامبران دیگر۔ بعد ازان ابابکر صدیق فرمودند در آنچه که رسول علیه السلام از مکه هجرت کردو در مدینه در آمد اهل مدینه استقبال کردند و بجان و مال و خانمان پیش آمدند و هریکے عرض می داشتند که اگر رسول خدا در خانه من نزول فرماید این دولت مرا باشد۔ حضرت رسالت دل همه نگاه داشتند و هریکے را دعائے ارزانی میفرمود که جزائے تو بخیر باد۔

در خانه هیچ کسے فرد دنیا مد بعد ازان شتر مبارک همانجا که این زمان روضه مبارک رسول است همانجا بنشست رسول بر لفظ مبارک راند که "هذا مقامي و مدفني" یعنی این جائے بودن نشست و این جائے دفن من ست۔ بعده بدین حدیث همه راضی شدند که دفن هم در مدینه باشد بعده دوم روز از نقل در مدینه دفن کردند۔ و بعد از نقل میان صحابه اختلاف در امر خلافت افتاد که خلیفه رسول خدائے که باشد مهاجرے میگفت که از مهاجران باشد و انصاری میگفت که از انصاریان باشد و بعضے صلح می انگیختند که یکے مهاجرے باشد و دیگر انصاری درین اختلاف نه روز گذشت و این نه روز نه حرم بودند هریکے هر روزے طعامی بنام رسول علیه السلام چنانکه موجود بود کردند و در حرم رسول چندان اسباب از کجا بودی که طعام چندان کردندے که بهمه رسیدے۔

الغرض بعد از نہم روز صحابہ ہر یکے استدلال برین یک چیز کردند کہ در انچہ حضرت رسالت را رحمت غالب شد از سبب ملال زحمت نتوانستند کہ در مسجد حاضر شوند و بوجوہ حضرت رسالت علیہ السلام کرا مجال بودی کہ امامت کردی و چون وقت نماز در آمد بلال بخدمت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیامد عرضداشت کہ امامت کردن فرمان کرامی شود حضرت رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اشارت فرمود کہ ابوبکر صدیق را بگوئے تا امامت کند۔ بلال این فرمان با امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسانید ایشان امامت کردند۔ ہمبرین صحابہ استدلال کردند کہ پیغامبر خدائے و ابابکر صدیق را در نماز کہ یکے از ارکان و نیست امامت فرمود و درین کار امین گردانید و خلیفہ خود گردانید کہ امامت نماز فرمود پس جائیکہ در کارِ دین او را امام گردانید و امین داشت در کار دنیا بر طریق اولیٰ کہ امام ما باشد بدین بیاسود و قرار گرفت و اجماع منعقد شد بر خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ بعدہ خلافت بر ایشان متعین شد۔

پس دو روز بعد از نقل اختلاف در دفن گذشت و نہ روز درین اختلاف گذشت جملہ یازدہ روز گذشت دوازدہم روز بعد آنکہ اختلاف خلافت برخاست و ابابکر صدیق متعین گشت۔ ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ بروح رسول علیہ السلام و طعام ساختند و طعام آن مقدار ساختند کہ تمامت مدینہ را بس کرد شور در مدینہ افتاد کہ امروز چیست؟ گفتند: الیوم عرُس رسول اللہ الیوم عرُس رسولِ اللہ ﷺ یعنی امروز عرس رسول خداست و در دوازدہم عرس مشہور شد۔"(۱)

---

(۱) فتح المعانی، ملفوظ۔ جامع، شیخ زین بدر۔ اشاعت ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء۔ مطبع مفید عام آگرہ۔ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

انبار خانے کی چھت کے اوپر بعد نماز عشا حضرت مخدوم تشریف فرما تھے۔ کچھ خاص احباب اس مجلسِ مبارک میں حاضر تھے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس اور وصال کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ تفسیر زاہدی میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا وصال ماہ ربیع الاوّل کے ابتدائی ایام میں دن میں ہوا تھا۔ اور وصال کے بعد سے صحابہ کے درمیان دفن کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کریں۔ مہاجرین کہتے تھے کہ مکہ میں دفن کریں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا مولد و منشا (جائے پیدائش) مکہ میں ہے۔ اصحابِ انصار کہتے تھے کہ مدینے میں دفن کریں کیوں کہ اسلام کا ظہور کامل مدینے میں ہوا تھا اور صحابہ میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ بیت المقدس میں دفن کریں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے آبا و اجداد وہاں مدفون ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم پیغمبر اور دوسرے پیغمبران۔ اس کے بعد ابو بکر صدیق نے فرمایا اس ضمن میں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکے سے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں تشریف لائے۔ اہلِ مدینہ نے ان کا استقبال کیا اور جان و مال اور مال و اسباب کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور ہر ایک یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں اتریں تو یہ میری سعادت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے سبھی کی دلداری کا خیال فرماتے ہوئے سبھی کو دعاؤں سے نوازا کہ تمھیں اللہ اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر میں نہیں اترے۔ اس کے بعد مبارک اونٹنی اسی جگہ کہ جہاں اس وقت رسول اکرم ﷺ کا روضۂ مبارک ہے بیٹھ گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری جائے قیام ہے اور میرا مدفن ہے۔ اس کے بعد سبھی لوگ یعنی مہاجرین و انصار اس حدیث پر

راضی ہو گئے کہ تدفین بھی مدینے میں ہو گی۔ رحلت کے دوسرے روز مدینہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ وصال کے بعد صحابہ کے درمیان خلافت کے مسئلے میں اختلاف پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا (انتظامی امور میں) خلیفہ کون ہوگا؟ کچھ مہاجر صحابہ کہتے کہ مہاجرین میں سے ہوگا اور کچھ انصار صحابہ کا کہنا تھا کہ خلیفہ انصار میں سے ہوگا اور بعض صحابہ درمیانی راستہ نکالتے ہوئے کہتے تھے کہ ایک مہاجر ہو اور دوسرا انصار میں سے ہو۔ اس اختلاف میں نو دن گزر گئے، اور ان نو دنوں میں بھی موجود صحابہ حرمِ نبوی میں رہے۔ روزانہ ان میں سے ہر ایک کچھ طعام کا انتظام رسول اللہ ﷺ کے نام پر جو کچھ کہ موجود ہوتا اس سے کرتا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے کاشانۂ مبارک میں اتنا اسباب کہاں تھا کہ سارے لوگوں کے کھانے کا انتظام کیا جاتا۔

الغرض نو دنوں کے بعد صحابہ میں سے ہر ایک نے اس بات پر استدلال کیا کہ جب حضرت رسالت پناہ ﷺ پر مرض وصال غالب ہوا، اور مرض کی تکلیف کی وجہ سے مسجد میں آپ تشریف نہیں لا سکتے تھے تو آپ کی موجودگی میں کسے مجال تھی کہ امامت کرتا! جب نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نماز کی امامت کرنے کا کس کو حکم دیا جا رہا ہے؟ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اشارہ فرمایا، ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز کی امامت کریں۔ حضرت بلال نے یہ حکم امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچایا اور انھوں نے امامت کی۔ اسی بات پر صحابہ نے استدلال کیا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ابوبکر صدیق کو نماز کی امامت کا حکم دیا جو دین کے ارکان میں سے ایک ہے۔ اور اس کام میں ان کو امین بنایا اور اپنا خلیفہ بنایا کہ وہ نماز کی امامت کریں۔ لہٰذا جب دین کے کام میں ان کو امام اور امین بنایا تو دنیا کے کام

میں بدرجہ اولیٰ وہ ہمارے امام ہوں گے۔ اس پر بھی مطمئن ہو گئے اور اتفاق ہوگیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوگیا۔ اس کے بعد خلافت ان پر متعین ہوئی۔

وصال کے بعد دو روز دفن کے اختلاف میں گزرا، اور نو روز اس (نیابت وخلافت) کے اختلاف میں گزرے۔ اس طرح کل گیارہ دن گزرے اور بارہویں دن جب کہ خلافت کا اختلاف ختم ہوگیا اور ابوبکر صدیق معمور ہو گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی روح پُر فتوح (کے ایصالِ ثواب) کے لیے کھانا بنوایا اور کھانا اتنی مقدار میں بنا کہ سارے باشندگانِ مدینہ کے لیے کافی ہوگیا۔ مدینے کے لوگوں میں اس (تقریب) پر شور اُٹھا کہ آج کیا ہے؟ تو ابوبکر صدیق نے ارشاد فرمایا کہ: اَلْیَوْمُ عُرْسُ رَسُوْلُ اللّٰہ اَلْیَوْمُ عُرْسُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ یعنی آج رسالت پناہ ﷺ کا عرس ہے اور اسی لیے بارہویں (ربیع الاوّل شریف) کا عرس مشہور ہوا۔

عہد سلطنت کے مذکورہ معروف جلیل القدر صوفی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت مخدوم جہاں کے مندرجہ بالا اقتباس کے بعد محفل یوم النبی کے توارث واحترام پر مزید کسی دلیل یا شہادت کی ضرورت نہیں۔ البتہ شائقین پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب ''سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات'' کے مطالعے سے صوفیہ اور سلاطین کے یہاں یوم النبی، میلاد النبی، محافل میلاد، مجالسِ میلاد، محافلِ ایصالِ ثواب اور احترام وعظمتِ رسالت کے بہت سے واقعات اور شواہد پا سکتے ہیں۔ سردست عہد سلطنت ہی کے ایک عظیم حکمراں سلطان سکندر لودھی (۱۴۸۹ء-۱۵۱۶ء) کے یہاں یوم النبی کی عظمت و احترامِ رسالت پر 'واقعات مشتاقی' مولفہ شیخ رزق اللہ مشتاقی سے درج ذیل اقتباس دیکھیے:

''ھمچنیں کردند و دستور بود کہ روز عیدین و ایام

عاشورا و هنگام وفات رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بندیان را آزادمی فرمودند۔"(۱)

ترجمہ: اور یہ دستور تھا کہ عیدین کے دن اور عاشورہ کے ایام میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے دن وہ (سلطان سکندر لودھی) قیدیوں کو آزاد کرتے تھے۔

"و در ایام هنگام وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا دوازده روز هر روز دو هزار تنکه را طعام می پختند و روز اول و در روز آخر چهار هزار تنکه را الوان طعام و حلواهای گوناگون مهیا و مرتب می ساختند۔ معلوم است که چهار هزار تنکه آن وقت چه مقدار امروز باشد۔"(۲)

اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے دنوں میں بارہ دن تک روزانہ دو ہزار تنکے (Tanka دہلی سلطنت کے کرنسی کا نام) کا کھانا پکواتے تھے اور پہلے اور آخری دن میں چار ہزار تنکہ کا مختلف انواع و اقسام کا کھانا اور طرح کا حلوہ (بادشاہ سکندر لودھی کی طرف سے) بنوایا جاتا تھا۔ اس وقت کے چار ہزار تنکہ کے موجودہ مقدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

"و او در هر دو شنبه ختم درود لکھ بار می خواندند و به روح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چهار صد تنکه را برنج می پختند و در روز پنجشنبه ختم اخلاص یک لکھ بار می کرد و به روح حضرت غوث الثقلین چهار صد تنکه را حلوا می پختند، این دو عرس در هر هفته لازم بود۔ زهی خوبی وقت و پاکی زمانه که بادشاه آنچنان و عهده داران چنین و سپاهیان این نوع!۔"(۳)

---

(۱) واقعات مشتاقی۔ مؤلف، شیخ رزق اللہ مشتاقی۔ اشاعت ۲۰۰۲ء۔ ناشر رضا لائبریری، رامپور ص ۳۳، باب دوم

(۲) نفس مصدر۔ ص، ۲۷۔ باب دوم) (۳) نفس مصدر۔ ص ۷۵۔ باب دوم

اور وہ (سکندر لودھی) ہر پیر کو ایک لاکھ مرتبہ ختم درود کرتا تھا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح کے لیے چار سو تنکہ کا چاول پکواتا تھا اور جمعرات کے دن ایک لاکھ مرتبہ سورۂ اخلاص کا ختم کرتا تھا اور حضرت غوث الثقلین کی روح پر فتوح کے لیے چار سو تنکہ کا حلوہ پکواتا تھا۔ یہ دو عرس ہر ہفتے میں ضروری تھا۔ کیا ہی بہتر وہ زمانہ اور وقت تھا جس میں بادشاہ عہدے داران اور عسکری اس صفت کے حامل تھے۔

"در جونپور عرس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کردہ بود، چهار صد من مصری را حلوا و شربت شده بود۔ طعام را هم بر این قیاس باید کرد که چه مقدار باشد۔ چون پاسی از شب می گذشت، خود با یک دو خادمان بیرون می رفت و یک دیگ پر از حلوا و یکی پر از برنج و بدره تنکه های نقره همراه داشت۔ در هر کوچه و گوشه و پیغوله فقیران می یافت۔ چه تندرست و چه بیمار، او را آهسته بیدار می کرد و از او کاسه می طلبید۔ اوّل حلوا می انداخت بعد از آن چند تنکه ها بالای حلوا می نهاد و بالای آن برنج می ریخت و به او می داد و می گفت که "تفحص کرده بخوری۔" می گذشت تا آنکه طعام و حلوا تمام می شد و بدره خالی می گردید۔ همیشه این رسم لازمی او بود۔ تا آنکه زنده بود در خدمت فقرا بود۔"(۱)

جونپور میں (بادشاہ سکندر لودھی) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرس کیا کرتا تھا۔ جس میں چار سو من مصری کا حلوہ اور شربت تیار کیا جاتا تھا۔ کھانے کو بھی اسی پر گمان کرنا چاہیے کہ وہ کتنی مقدار میں پکتا ہوگا۔ جب

(۱) نفس مصدر۔ ص ۱۵۰۔ باب دوم

رات میں سے ایک پہر گزر جاتا تو خود بادشاہ ایک دو خدام کے ساتھ باہر نکلتا۔ اور حلوے سے بھری ہوئی ایک دیگ اور چاول سے بھری ہوئی ایک دیگ اور چاندی کے تنکوں کی تھیلیاں ساتھ رکھتا تھا۔ ہر گلی کوچے اور موڑ پر جہاں وہ فقیروں کو پاتا، چاہے وہ تندرست ہوں یا بیمار انھیں آہستہ سے بیدار کرتا تھا اور ان سے پیالہ طلب کرتا۔ پہلے اس میں حلوہ ڈالتا پھر کچھ تنکہ حلوے کے اوپر رکھتا اور اس کے اوپر چاول ڈالتا، اور فقیر کو یہ کہہ کر دیتا کہ توجہ کے ساتھ کھانا۔ یوں ہی اس تقسیم کا عمل اس وقت تک جاری رکھتا جب تک کہ کھانا اور حلوہ ختم نہ ہو جاتا اور تھیلی خالی نہ ہو جاتی۔ ہمیشہ یہ رسم اس کے لیے لازمی تھی جب تک زندہ تھا فقرا کی خدمت کرتا رہا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے بتانا یہ ہے کہ یوم النبی کا احترام اور محافل میلاد کی روایت جس طرح مشائخ کے یہاں رائج اور معمول کا حصہ تھی اسی طرح جب حکومتیں مستحکم ہوتی گئیں تو سلاطین کے یہاں بھی میلادی عناصر اور یوم النبی کے احترام کی روایت اور اس موقع سے مختلف رفاہی اور سماجی تبرعات کی روایتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

'واقعاتِ مشتاقی' کے حوالے سے پروفیسر سید محمد عزالدین صاحب لکھتے ہیں:

''واقعاتِ مشتاقی' سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سکندر لودھی میں قدم گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر جمعرات کو مجلس ہوتی تھی۔''(۱)

مغلیہ عہد میں میلادی روایات

عہد سلطنت کے بعد جب مغل حکمرانوں کا زمانہ آیا تو اس مغل دور میں بھی میلادی عناصر اور یوم النبی کے موقع سے مختلف تقریبات و تبرعات کی انعقاد کے روایات عہد سلطنت کی طرح مغل عہد کے سلاطین کے علاوہ اس دور کے صوفیہ و مشائخ کے یہاں بھی

(۱) ہماری تہذیبی تاریخ، پروفیسر سید محمد عزیز الدین، اشاعت اول ۲۰۱۱ء، ناشر ادارہ ادبیات دہلی، ص ۱۳۱

ان کی خانقاہی اور انفرادی روایات میں اس کی بہت سی نظیریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مغل سلاطین کے علاوہ میلادی عناصر اور یوم النبی کے موقع سے تقریبات اور اطعام طعام کے اہتمام پورے جوش وخروش اور والہانہ جذبے کے ساتھ اس دور کے صوفیا مشائخ اور عوام میں بھی منانے کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

معروف مورخ ملا عبدالقادر بدایونی کے مطابق بادشاہ ہمایوں نے قندھار کے ایک عالم دین حضرت مولانا علامہ زین الدین محمود کمان گر بہدائی سے ملاقات کی جس کی تفصیل ملا عبدالقادر بدایونی اس طرح لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ہمایوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھانا پکوایا اور مولانا کی دعوت کی۔ ہاتھ دُھلانے کے وقت ہمایوں نے خود اپنے ہاتھ میں چراغ اُٹھالیا اور طشت بیرم خان نے سنبھالا۔'' (۱)

مذکورہ بالا حوالے میں ہمایوں بادشاہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھانا پکوانا اور عالم دین کو کھلانا یہ بھی ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک محفل ہے جو محفلِ میلاد کی مختلف قسموں میں شامل ہے۔

ذیل میں عہد مغلیہ کے ایک معروف شیخ طریقت اور محدث محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے زمانے میں میلاد وقیام کے تعلق سے اپنا معمول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے

---

(۱) منتخب التواریخ اردو، مترجم ڈاکٹر علیم اشرف خاں، اشاعت اول ۲۰۰۸ء، ناشر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، ص ۹۱-۳۹۰

ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلادِ مبارک سے زیادہ خیرو برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین! مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بے کار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوسکتی۔'' (۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، عہد مغل کی وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جنھوں نے مغل سلاطین میں اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد کو اچھی طرح دیکھا ہے۔ ان کی اس عبارت سے تاریخی طور پر سواد اعظم کے علما ومشائخ کا عمل میلاد النبی کے حوالے سے عہد شاہجہاں تک متوارث نظریہ سامنے آتا ہے۔

خانقاہوں میں محفلِ میلاد کے لیے دائمی انتظامات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے پروفیسر اینا سفورو الکھتی ہیں:

''سلاطینِ دہلی کے آخری زمانے تک مزاروں کی سادگی ختم ہو چکی تھی۔ مکعب چاردیواری پر رکھے گئے، گنبد پر مشتمل سادہ مقبروں کی جگہ ایسی عمارتیں بن گئیں جہاں عبادات اور رسوم دونوں کی ادائیگی کا بندوبست تھا۔ اس عمارت میں گنبد تلے موجود قبر کے علاوہ مینار سے مزین مسجد، سجادہ نشیں کی رہائش گاہ، درویشوں کے حجرے، مجالس اور سماع کے لیے ہال، مولود اور عرس کے لیے صحن، زائرین کے لیے مہمان خانہ اور لنگر خانہ بھی شامل ہو گیا۔'' (۲)

---

(۱) اخبار الاخیار اردو، مترجم مولانا سبحان محمود، اشاعت اگست ۲۰۰۳ء، ناشر اکبر بک سیلر، اردو بازار، لاہور، ص ۲۰۵

(۲) برصغیر کے اولیا اور ان کے مزار، اردو مترجم محمد ارشد رازی۔ اشاعت، ۲۰۰۷۔ ناشر مشعل بکس لاہور ص ۳۱

شاہ جہانی دور میں میلاد النبی

شاہ جہانی دور میں محفل میلاد کی شاہی تقریبات کے متعلق ڈاکٹر صدیقی لکھتے ہیں:

''سلاطینِ دہلی اور شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں ۱۲ ربیع الاوّل کو عید میلاد کی تقریب نہایت شان وشوکت سے منائی جاتی تھی۔ یہ دن نبی کریم کی ولادتِ مقدسہ کی نسبت سے اسلامی ممالک میں عیدین سے بھی زیادہ مذہبی عقیدت واحترام اور نہایت تزک واحتشام سے منایا جاتا چلا آرہا ہے۔ اس دن ذکر رسول ہوتا تھا۔ مواعظِ حسنہ کے ذریعے سیرتِ طیبہ بیان کی جاتی تھی اور عمل کی تلقین کی جاتی تھی۔ اظہار مسرت اور مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شیرینی اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فقرا و رغربا کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ یہ تقریب ہر دور میں منائی جاتی تھی۔ ملا عبدالحمید نے شاہ جہانی دور میں عید میلاد النبی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اس مبارک اور سعید مجلس میلاد کو پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا، جس میں علما ومشائخ اور دیگر معززین مدعو کیے گئے۔ شاہجہاں بذاتِ خود بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آکر بیٹھا۔ (اس دور کے) بارہ ہزار روپے تقسیم کیے اور لوگوں کو ان کی حیثیت ومرتبہ کے مطابق شال مرحمت کیے گئے اور ایک بڑی جماعت کو پرتکلف دعوت دی گئی اور عطریات کے علاوہ دیگر اشیا تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا۔''(۱)

شاہ جہانی دور کے بعد سے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک مغل سلاطین کے یہاں علما ومشائخ کی رہنمائی کے طفیل یوم النبی، میلاد النبی کی یہ روایت پائی جاتی ہے۔

ان کے علاوہ قابلِ ذکر یہ ہے کہ خانوادۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ خانوادۂ شیخ

---

(۱) اردو میں میلاد النبی، ص ۸۲۷

مجدد الف ثانی کے علاوہ خانوادہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی میں محافلِ میلاد کی یہ روایت نسلاً بعد نسلٍ قائم رہی۔ شاہ ولی اللہ کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی (پ۔ ۱۶۴۴ھ/و۔۱۷۱۸ء) خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے اپنے دور میں میلاد کی روایت کو قائم رکھا اور اس پر عامل بھی رہے جس کا ثبوت انفاس العارفین، القول الجلی، فیوض الحرمین اور فتاویٰ عزیزی وغیرہ سے ہوتا ہے۔

فردالوقت غوث زماں حضرت شاہ ولی اللہ (پ۔ ۱۷۰۳/و۔۱۷۶۲) لکھتے ہیں:

"می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ ﷺ چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آں حضرت طعامی پختہ شود۔ قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم۔ شب در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آں حضرت عرضہ می دارند۔ و در آں میاں آں نخود و قند نیز معروض داشتند۔ بہ نہایت ابتہاج و بشاشت اقبال فرمودند و آں را طلبی دندو چیزے آں تناول کردند و باقی در اصحاب قسمت فرمودہ اند۔"(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجلسِ میلاد میں انوار و رحمت کی بارش کا مشاہدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں مکہ معظمہ میں نبی ﷺ کے مقام ولادت پر حاضر ہوا تھا۔ یہ دن آپ کی ولادت مبارک کا دن تھا، اور لوگ وہاں جمع تھے اور آپ پر درود و سلام بھیج رہے تھے اور آپ کی ولادت پر آپ کی بعثت سے پہلے جو معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے تھے ان کا ذکر کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس موقع پر یک بارگی انوار روشن ہوئے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ ان انوار

---

(۱) (انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اشاعت ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء، مطبع احمدی دہلی، ص ۴۲)

کو میں نے جسم کی آنکھ سے دیکھا یا ان کا روح کی آنکھ سے مشاہدہ کیا۔ بہر حال اس معاملہ کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ جسم کی آنکھ اور روح کی آنکھ کے بین بین کون سی حس تھی جس سے میں نے ان انوار کو دیکھا۔ پھر میں نے ان انوار پر مزید توجہ کی تو مجھے اُن فرشتوں کا فیض اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی مجالس پر مؤکل ہوتے ہیں۔ الغرض اس مقام پر میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار بھی رحمت سے خلط ملط ہیں۔"(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحب زادے سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی (پ ۱۷۴۶/ و۔ ۱۸۲۳) کے 'فتاویٰ عزیزی' مجموعہ فتاویٰ میں مرقوم ہے:

"سوال: میلاد کی اور عشرہ محرم کی مجالس منعقد کرنا کیسا ہے؟"

اس کے جواب میں شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

بالفعل جو کچھ معمول اس فقیر کا ہے لکھتا ہے۔ اسی سے قیاس کر لینا چاہیے۔ سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ مجلس ذکرِ وفات شریف اور مجلس شہادتِ حسین۔"(۲)

سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے اس جواب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے مکان پر محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے "مجلس ذکرِ وفات شریف" کا لفظ میلاد کے حوالے سے استعمال کیا ہے۔ صوفیہ کے یہاں انبیا اور اولیا کے یومِ ولادت اور یومِ وصال دونوں باعثِ برکت اور باعثِ خیر ہیں۔ کیوں کہ قرآن کا ارشاد ہے:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورہ مریم: ۱۵)

الف: اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے

---

(۱) فیوض الحرمین اردو، مترجم پروفیسر محمد سرور، اشاعت اول ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، ناشر دار الاشاعت کراچی، ص ۱۱۵

(۲) فتاویٰ عزیزی اردو، مترجم مولانا عبد الواجد صاحب غازی پوری، اشاعت ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ناشر ایم۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی، ص ۱۹۹

اُٹھایا جائے گا۔ (احسن البیان، جونا گڑھی)

ب: اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں گے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (سورہ مریم: ۳۳)

الف: اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔ (احسن البیان، جونا گڑھی)

ب: اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اُٹھایا جاؤں گا۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

پیشِ نظر آیات کے مطابق علما، مشائخ طریقت اور اولیائے ملت اسلامیہ نے یومِ ولادت النبی اور یومِ وصال النبی کو مجلس میلاد میں شامل کیا ہے اسی لیے برصغیر کی خانقاہوں میں 'بارہ وفات' کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی رہی ہے۔ عید میلاد النبی کی اصطلاح بھی اسی مفہوم میں شامل ہے۔

نقشبندی سلسلے کے معروف شیخ طریقت امامِ ربانی مجددِ الف ثانی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ نقشبندی مجددی سلسلے کے قیومِ رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمہ (*)

(*) قیومِ رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے

حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع، بن خواجہ شیخ ابو العلیٰ، بن خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبندی ثانی، بن خواجہ محمد معصوم سرہندی، بن امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (تاریخ مشائخ نقشبند۔ ص ۳۳۵)

آپ کی تاریخِ پیدائش ۵ ر ذی قعدہ ۱۰۹۳ھ/ ۲ ر نومبر ۱۶۸۲ء ہے۔ آپ کا انتقال ۴ ر ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ/ ۳ ر فروری ۱۷۴۰ء میں ہوا۔ ۱۶۸۲ء تا ۱۷۴۰ء تک کا آپ کے حیات کا یہ عرصہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) سے ناصر الدین محمود (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) کے دورِ حکومت پر مشتمل ہے۔ اورنگ زیب کے بعد یہ مغل سلطنت کا دورِ زوال ہے۔ سنہ پیدائش کے اعتبار سے آپ اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں پچیس سال کی عمر کے تھے۔ بشمول اورنگ زیب، آپ نے اعظم شاہ، کام بخش، شاہ عالم بہادر شاہ اوّل، عظیم الشان، معز الدین جہاں دار، فرخ سیر، شمس الدین رفیع الدرجات، نیکو شہر، ناصر الدین کل دس بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔

محفلِ میلاد کی انعقاد کے متعلق اپنے چچا حضرت شیخ محمد ہادی علیہ الرحمہ کے ایمان افروز الہام بیان کرتے ہیں۔ اس ایمان افروز الہام کے متعلق آپ کے ارشاد کو نقل کرتے ہوئے روضۃ القیومیہ کے مؤلف لکھتے ہیں کہ عید میلاد النبی کی تقریبات کے اہتمام کے حوالے سے حضرت قیوم رابع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا شیخ محمد ہادی نے مجھ سے فرمایا کہ:

''میں حضرت مروج الشریعت کا عرس ۱۹ ربیع الاول کو بڑے پرتکلف انداز میں کیا کرتا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اسی مہینے میں ہمارے محبوب کا عرس ہے اور اسی میں تیرے باپ کا۔ تو اپنے باپ کا عرس کرتا ہے لیکن ہمارے محبوب کا عرس نہیں کرتا، یہ الہام ہوتے ہی مجھ پر رعب سا چھا گیا۔ میں نے ۱۲ ربیع الاول کو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرس مقرر کیا اور جو ثواب مجھے اس عرس سے حاصل ہوا، اسے میں نے اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ ۱۹ ربیع الاوّل کو بھی طعام پکا کر لوگوں میں تقسیم کیا۔''

جب ربیع الاول کی گیارہویں تاریخ ہوئی تو آں حضرت پر مرض کا غلبہ بہت تھا۔ آپ کی پیشانی پر ورم ہو گیا۔ اپنے فرزند کو بلا کر فرمایا کہ میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ تم جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرس بدستور کرنا۔ اس کام سے جلدی فارغ ہونا کیوں کہ اور کام در پیش ہے۔ صاحبزادوں نے حسب الارشاد بارہویں ربیع الاوّل کی رات شہر کے تمام آدمیوں کو عرس کے لیے بلایا اور طرح طرح کے کھانے، حلوے، عطریات، میوے اور سامانِ عرس مہیا کیا۔ عشا کے بعد تیسرا حصہ رات گزرنے پر عرس سے فارغ ہوئے تو سب وضیع و شریف آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے سب کو رخصت کیا۔''(۱)

---

(۱) روضۃ القیومیہ، مترجم محمد احسان مجددی سرہندی، سال اشاعت چہارم ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء، ناشر مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۳۲۲-۳۲۳، جلد دوم

بہادر شاہ ظفر سے ما قبل و ما بعد

بہادر شاہ ظفر سے پہلے خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک فرد مولانا اسماعیل دہلوی (پ۔ ۱۷۷۹ یا ۱۷۸۱/ و۔ ۶ رمئی ۱۸۳۱ء) نے بہادر شاہ ظفر (پ۔ ۲۴ را کتوبر ۱۷۷۵ء/ و۔ ۶ رنومبر ۱۸۶۲ء) کے تخت نشینی ۷ را کتوبر ۱۸۳۷ء سے پہلے ہندوستان میں افتراقِ بین المسلمین کا جو بیج بویا تھا اس سے متاثر ہو کر کچھ لوگ اہل سنت کے اس متوارث معمول محافل میلاد کے انعقاد و قیام کو لے کر بھی انکاری ہوئے۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے عہد کے مشہور اور جلیل القدر عالم دین سیف اللہ المسلول حضرت شاہ فضل رسول قادری بدایونی سے میلاد و قیام کے متعلق، تاریخی استفتا کیا جس کا جواب انھوں نے بروقت دیا جو جوازِ میلاد پر تاریخی فتوی کے نام سے معروف اور مطبوعہ ہے۔ یہ فتوی ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ/ مارچ ۱۸۵۲ء میں (انقلاب ۱۸۵۷ء سے پانچ سال قبل) دارالحکومت شاہجہاں آباد محلہ زینب باڑی مطبع مفید الخلائق سے شائع ہوا۔ (۱)

شاہ اسماعیل دہلوی کے ''تقویۃ الایمان'' کی فکر سے متاثر ہو کر بعد کے عہد میں لوگوں نے بہت سے مراسمِ اہل سنت کے ساتھ اسلام کی اس تہذیبی و ثقافتی روایت کے خلاف بھی شب خون مارے تو اس ثقافتی روایت کی تائید میں اہلِ سنت کے بہت سے علما نے عالمانہ و محققانہ کتابیں لکھیں، جن میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے متصل عہد کے ایک نامور عالم دین حضرت علامہ مفتی گل محمد خاں قادری کابلی (۱۸۲۱-۱۹۱۱ء) نے اپنے عہد میں محفلِ میلاد پر ''ذخیرۃ العقبیٰ'' کے نام سے یہ علمی و تحقیقی کتاب تصنیف کی جو قارئین کی خدمت میں عصری اسلوب میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس کتاب پہ تفصیلی تعارفی گفتگو آئندہ صفحات پہ ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ۔

---

(۱) تاریخی فتوی مرتب مولانا سید اسحٰق قادری، اشاعت ستمبر ۲۰۰۹ء، ناشر تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ص ۷

قرآن کا تصورِ عید

برطانوی عہد کی پیداوار ''اصحابِ توحید وسنت''، ولادتِ نبوی کے لیے مستعمل سوادِ اعظم کی اصطلاح ''عید میلاد النبی'' پر اعتراض وارد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو ہی عیدیں ہیں۔ (۱) عید الفطر اور (۲) عید الاضحیٰ۔ اس کے علاوہ اسلام میں کسی تیسری عید کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کوئی تصور۔ مگر اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید، برصغیر کے استعماری ایجنٹ یعنی ''اصحابِ توحید وسنت'' کے اس فکری تعبیر کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا ہے۔ قرآن میں خود اللہ تعالیٰ بزبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔

(سورۃ المائدہ: ۱۱۴)

الف) عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اوّل ہیں اور جو بعد کے ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور تو ہم کو رزق عطا فرمادے اور تو سب عطا کرنے والوں سے اچھا ہے۔

(احسن البیان، جوناگڑھی)

ب) عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نے عرض کیا: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل فرمادے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لیے عید ہو جائے ہمارے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا کر اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

'احسن البیان' کے مترجم مولانا محمد جوناگڑھی صاحب نے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا کا

ترجمہ ''ایک خوشی کی بات ہو جائے'' کیا ہے۔ اگرچہ اس کے مفسر حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے اس کی تفسیر میں اپنے عقیدے کا اظہار بڑی چابک دستی سے کیا ہے۔ ان کے تفسیری الفاظ کے پیچ وخم سے ایسا لگتا ہے کہ قرآن حافظ صلاح الدین صاحب کے منشا کے مطابق نازل ہونا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوسکا۔ قرآن نے نزولِ مائدہ کے دن کو لفظ 'عید' سے تعبیر کیا ہے اسی لیے اہلِ عرب عشرت وشادمانی کے دن کو 'عید' سے تعبیر کرتے ہیں۔ تمام عرب ممالک اپنے ملک کے قومی دن کو 'العید الوطنی' کے نام سے مناتے ہیں، جیسے:

۱-	العيد الوطني الكويت	۲۵رفروری
۲-	العيد الوطني السعودی العربيه	۲۳رستمبر
۳-	العيد الوطني سلطنة عمان	۱۸رنومبر
۴-	العيد الوطني لدولة الامارات	۲ردسمبر
۵-	العيد الوطني البحرين	۱۶ردسمبر
۶-	العيد الوطني القطر	۱۸ردسمبر

اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لفظ 'عید' کا جو مفہوم برصغیر کے استعماری دور کے پیداوار ''احسن البیان'' کے مترجم اور مفسر سمجھ رہے ہیں وہ مفہوم عرب ممالک والے کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں؟ خود قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری پر مومنین کو خوشی منانے کا حکم دیتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

(سورۃ یونس:۵۸)

الف) آپ کہہ دیجیے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

ب) فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس پر خوشیاں

منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

(عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

آیتِ مذکورہ میں فَلْيَفْرَحُوْا وارد ہوا ہے، یعنی حضور کی بعثت پر مومنین خوشیاں منائیں اسی لیے اس آیت کے حکم کے تحت سوادِ اعظم 'عید میلاد النبی' کی اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے جو قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ اب اس آیت کے حکم کے مطابق ولادتِ نبوی کے یادگاری موقع پر مومنین تو خوشیاں مناتے ہیں، مگر جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر خوشیاں منانے سے مومنین کو روکتے ہیں وہ اس آیت کے حکم سے کیوں اپنے آپ کو خارج کر رہے ہیں، وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں۔

ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

قرآن کا تصورِ آدابِ مجلس

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن وسنت اس نظام ضابطۂ حیات کی رہنمائی کرتے ہیں۔ مجلسِ میلاد میں 'اصحابِ توحید وسنت' کے لیے سلام وقیام بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس کی مخالفت میں 'موحدین' کی جماعت بہت سرگرم نظر آتی ہے۔ بانی جماعت اسلامی علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے کسی نے مولود شریف اور قیام کے مسئلے کے متعلق پوچھا:

سوال: آپ کی رائے میں کیا مولود شریف پڑھنا جائز ہے اور کیا اس میں تعظیماً کھڑا ہونا بھی جائز ہے؟

جواب: مولود شریف جس چیز کا نام ہے دراصل اس سے مراد ذکرِ رسول ﷺ اور سیرتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان ہے۔ اس کے جائز ہی نہیں کارِ ثواب ہونے میں بھی کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ البتہ اس میں غلط اور موضوع روایات بیان کرنا درست نہیں۔ اور مولود کی محفلوں پر اگر

اعتراض ہوسکتا ہے تو اسی پہلو سے ہوسکتا ہے۔ رہا سلام کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا تو نہ یہ فرض و واجب ہے کہ ہر آدمی کو اس پر مجبور کیا جائے اور نہ کھڑے ہونے والے کو ملامت کی جائے۔ نہ حرام ہے کہ جو ایسا کرتا ہے اس کی ملامت کی جائے۔ کوئی شخص اگر عقیدت کی بنا پر کھڑا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لازم اور ضروری نہ ہونے کا ثبوت تو ہم ہر روز پنج وقتہ نماز میں دیتے ہیں۔ تشہد میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه" کھڑے ہو کر آخر کون صاحب پڑھا کرتے ہیں؟ سب اس کو بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں اور یہ تشہد خود رسول اللہ ﷺ کا سکھایا ہوا ہے، اس لیے جو لوگ اس کے ضروری ہونے پر زور دیتے ہیں ان کو بھی اپنے مبالغے سے باز آ جانا چاہیے کیوں کہ شریعت میں اس کے لزوم کا کوئی ثبوت نہیں۔(۱)

علامہ مودودی صاحب نے اپنے اس جواب میں بہت معتدل اور مثبت رویہ اپنایا ہے اور یقیناً مودودی صاحب اپنے اس جواب کے لیے سوادِ اعظم کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے میلاد و سلام اور قیام کے منکرین کے سامنے نہ تو مرعوب ہوئے اور نہ تو کتمانِ حق کیا، بلکہ بہت معتدل و مناسب جواب دیا اور افراط و تفریط سے روکا۔ مذکورہ سوال اور مودودی صاحب کے اس عالمانہ جواب کو تسلیم کرنے کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن کا تصورِ مجلسی آداب کیا ہے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (سورۃ المجادلہ: ۱۱)

الف) اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ

---

(۱) تفہیمات، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ناشر مکتبہ ذکری رامپور، یوپی، ص ۲۳۶-۲۳۵

کردو۔ اللہ تمھیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں درجے بلند کرے گا اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے۔ (احسن البیان، جوناگڑھی)

ب) اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ (اپنی) مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو۔ اللہ تمھیں کشادگی عطا فرمائے گا اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو تم کھڑے ہو جایا کرو، اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم سے نوازا گیا اور اللہ اُن کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

مجلسی آداب کے متعلق قرآنی آیت کے دونوں مترجمین کا ترجمہ بغور پڑھیں۔ آپ دیکھیں کہ آدابِ مجلس کے متعلق قرآن کا کیا حکم ہے۔ ''جب کشادگی پیدا کرنے کے لیے کہا جائے تو کشادگی پیدا کرو اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔'' اب اس قرآنی ارشاد کے مطابق اگر مولود خواں یا مقررِ میلاد قیام تعظیمی کے لیے اہلِ محفل کو اٹھ کھڑے ہونے کی گزارش کرتا ہے تو اہلِ محفل کو اس قرآنی ارشاد کی تعمیل میں اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ تو آدابِ مجلس کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ قیامِ تعظیمی کرنے والوں کے خلاف اصحابِ توحید وسنت ایک طویل عرصہ سے کفر وشرک کے نام پر اپنے نفس کا خود ساختہ جہاد کا جھنڈا کیوں بلند کیے ہوئے ہیں؟ آدابِ مجلس کے متعلق وارد قرآن کے احکامات کی تعمیل وتکمیل کیا شرک وبدعت ہے؟ جو لوگ قیامِ تعظیمی سے نفرت اور اس سے لوگوں کو روکتے ہیں وہ لوگ قرآن کے اس ارشاد کی روشنی میں اپنے قول وفعل پر از سرِ نو غور وفکر کریں، یہ میری ان تمام صاحبان سے مخلصانہ گزارش ہے۔

علامہ مودودی صاحب نے نمازِ پنجگانہ میں بیٹھ کر تشہد میں درود وسلام پڑھنے کی

مثال دی ہے، جو بالکل درست، مناسب اور ہم سب کا روز مرہ کا مشاہدہ ہے اور اس حقیقت سے کسی کو مجالِ انکار بھی نہیں ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں نمازِ پنجگانہ میں بیٹھ کر درود وسلام پڑھتے ہیں وہیں نمازِ جنازہ میں کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں درود پیش کرتے ہیں۔ اس لئے منکرین قیامِ تعظیمی کو اس معاملے میں تشدد برتنے کی ضرورت نہیں۔

* * * * * *

محفلِ میلاد برطانوی ہند میں

مغل حکمرانوں کی نااہلی و عاقبت نااندیشی سے برصغیر پر جب برطانوی عیسائی تاجروں کا رفتہ رفتہ قبضہ مضبوط ہوگیا اور سازشی عیسائی انگریز جب ہندوستان کے اقتدار پر بلاشرکتِ غیرے متمکن ہوگئے، تو انگریز حکمرانوں اور ان کے ہم خیال عیسائی پادریوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ مغل دور تک ہندوستان میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کی اکثریت اور ان کا غلبہ رہا۔ اہلِ تشیع پورے ملک میں ہمیشہ بہت قلیل تعداد میں رہے۔ اختلاف عقائد و افکار و نظریات کے باوجود بھی آپسی تفرقہ بازی کا اثر عام انسانی معاشرے پر متشددانہ حد تک نہیں تھا۔ مگر برطانوی ہند کے پورے برصغیر میں مختلف ادیان و مذاہب کے قوموں کے درمیان، اور ایک دوسرے کے خلاف بھی آپسی تفرقہ بازی کی ایک عجیب و غریب لہر چلی، برطانوی عیسائی حکمرانوں کی اس خفیہ تفرقہ بازی کی پالیسی سے ہندو مسلمان بھی متاثر ہوئے، صدیوں سے جاری باہمی رواداری اور آپسی بھائی چارہ بری طرح سے متاثر ہوا، نیز برطانوی حکمرانوں کے خفیہ تحریک تفرقہ بازی کے ماحول سے متاثر ہوکر 'اظہارِ آزادیِ رائے' کے نام پر عقیدۂ اہلِ سنت اور مراسم اہلِ سنت پر استعماری گماشتوں کے ذریعے ''تحفظ توحید و سنت'' کے نام سے شب خون مارا گیا۔ میں نے گزشتہ اوراق میں تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ محفلِ میلاد کا انعقاد برصغیر میں عہدِ سلطنت سے مغل عہد تک متواتر ہوتا رہا، مگر مغل سلطنت کے زوال کے بعد برطانوی ہند میں محفلِ میلاد کے خلاف متشددانہ تحریک چلی اور مخالفینِ میلاد میں نہ صرف مولانا اسماعیل دہلوی صاحب کے پیروکار اہلِ توہب وہابی حضرات پیش پیش تھے، بلکہ نقلی حنفیت کے دعویدار دیوبندی مکتبِ فکر کے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب جیسے سرخیل اور ان کے ہم نوا حضرات بھی انعقاد میلاد النبی کی مخالفت کی تحریک میں شامل

ہوگئے تھے۔ دیوبندی مکتبِ فکر کے عالم مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے تو ۱۸۸۷ء میں میلاد کے انعقاد کو 'کنہیا کے جنم' یعنی ولادت سے تشبیہ دے کر عاشقانِ رسالت کے قلوب کو بری طرح مجروح کردیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب محفلِ میلاد کے متعلق عدم جواز کا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:

''پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال مناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا۔ اور خود یہ حرکتِ قبیحہ قابلِ لوم وحرام وفسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تو تاریخِ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی مناتے ہیں۔''(۱)

مولانا گنگوہی صاحب نے میلاد کی مخالفت میں برصغیر کے مجوزینِ محفلِ میلاد پر مثل ہنود کنہیا کے سوانگ رچنے کا بہت ہی خطرناک الزام تراشی کی ہے، اور سواد اعظم پر بھیانک بہتان باندھا ہے۔ پورے برصغیر میں از ابتدا تا امروز کوئی بھی سوادِ اعظم کا فرد کوئی ایسی محفلِ میلاد منعقد نہیں کرتا جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی پیدائش کی عملی نقل یعنی سانگ (اصل لفظ سوانگ ہے۔ چشتی) کی جاتی ہو۔ مجوزین علمائے کرام یا میلاد خواں حضرات کے ذریعے محفلِ میلاد میں آپ ﷺ کی پیدائش یا ولادت شریف کا ذکر انتہائی معیاری اسلوب اور باادب لب و لہجے میں کیا جاتا ہے۔ ایسا منفرد و مودب لب و لہجہ جس میں نفسیاتی منظر کشی کا کوئی شائبہ تک نہیں ہوتا۔ برصغیر میں میلاد منانے والوں پر علمائے دیوبند کے سرخیل اور ''امام ربانی'' مولانا گنگوہی صاحب کا یہ صریح بہتان اور الزام تراشی ہے۔ مولانا گنگوہی صاحب کل قیامت میں اس بہتان اور الزام تراشی کا جواب نہیں دے

---

(۱) (الف) براہین قاطعہ، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، سنہ اشاعت ندارد، مطبع الہاشمی، ص ۱۴۱

(ب) نفس مصدر، مطبع ہلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ، ص ۱۴۸ (ج) نفس مصدر، مطبع دارالاشاعت، کراچی، ص ۱۵۲

پائیں گے اور نہ اس الزام تراشی کے شرعی مواخذے سے بچ پائیں گے۔

بحیثیت تاریخ کے طالب علم کے جب ہم برطانوی عہد کے مذہبی ماحول و معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ دور مذہبی اعتبار سے افراتفری، تفرقہ بازی، تشدد پسندی اور مسلکی عصبیت سے متاثر انتہا پسندی کا دور نظر آتا ہے۔ اس برطانوی ہند عہد میں برصغیر کے سوادِ اعظم کے متوارث عقیدے اور جائز مراسم کے خلاف ''سلفی اسلام'' اور ''دیوبندی حنفیت'' کے نام پر مخالفت اور ہنگامہ آرائیوں کا نہ تھمنے والا ایک سلسلہ نظر آرہا ہے۔ برطانوی دور میں 'اصلاح' کے نام پر اہلِ سنت کے متوارث عقیدے اور مراسم کو ''اصحاب توحید وسنت'' کی جانب سے خفیہ سازشوں کے بنا پر متواتر کفر و شرک اور بدعت گردانا جارہا ہے۔ برصغیر میں ملتِ اسلامیہ کے درمیان مختلف عنوان سے تفرقہ بازی کرنے والے ان 'مصلحین' کے پس پشت حکومتی مشینری کی وہ خفیہ منصوبہ بندی کام کررہی تھی جس کا ادراک عامۃ المسلمین کے لیے ناممکن تھا۔ برصغیر میں سوادِ اعظم کے جو عقیدے اور مراسم عہد سلطنت سے لے کر مغل دور تک جائز اور درست مستحب اور مباح تھے اور بغیر کسی تفرقہ بازی کے تمام علما و مشائخ، عوام و حکمراں اسی عقیدے پر گامزن اور ان مراسم کے عامل تھے، اب وہ سب کچھ برطانوی عہد میں کفر و شرک اور بدعت ہوگئے تھے۔

مگر مختلف جماعتوں اور ایجنسیوں کے خفیہ ہاتھوں کی رُکاوٹ اور مخالفت کے باوجود اہلِ سنت کی تمام خانقاہوں، اداروں کے علاوہ عوامی سطح پر بھی محفلِ میلاد کا انعقاد اس دور میں خوب کثرت سے ہوتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب (پ۔ ۱۸۸۲ / و۔ ۱۹۵۴) 'دیوبندی فکری پس منظر کے ساتھ مولود خوانی' کے عنوان سے اپنے بچپن کی یادداشت رقم کرتے ہوئے شاہ جہاں پور کے مسلم ماحول کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''شاہ جہانی دور میں مبتدعانہ دینداری کا رواج تھا۔ قابلِ ذکر بدعات میں مولود شریف کا چرچا زیادہ تھا حتیٰ کہ عورتوں کی مجلسوں میں بھی مولود خوانی ہوتی تھی۔ شاہ جہاں پور کے پٹھانوں میں پڑھنا لکھنا زیادہ مرغوب

چیز نہ تھی۔ شاہی زمانے میں جس طرح فوجی سپاہی تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا جانتے ہوں گے اُسی طرح یہ لوگ بھی جانتے تھے۔ مکاتب، مساجد، سرکاری مدارس اور اسکول کی زیادہ تر آبادی دُھنیے، جولاہوں، قصابوں سے ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں اس (پٹھانوں کی) جماعت کی عورتوں میں پڑھنا لکھنا جس قدر ہوگا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

اس کمی کے باوجود بعض عورتوں میں مولود خوانی ضروری تھی اور اس کا اہتمام عورتوں میں زیادہ تھا۔ کسی باوقعت شخص کے مرنے کے بعد تیجے، دسویں، چالیسویں میں جس طرح مولودخوانی ضروری تھی اسی طرح شادی، ختنہ، عقیقہ میں مولودخوانی ضروری تھی۔ میں اور میرے چھوٹے بھائی منشی حاجی محمد اقبال علی مرحوم بہت ہی چھوٹے بچے تھے۔ اردوخوانی اور نظم خوانی کے نتیجے میں ہم دونوں اچھے مولودخواں تھے۔ مردانہ مولود کی بعض بڑی بڑی مجالس میں مولود کے اشعار ہم دونوں مل کر پڑھتے تھے اور ہماری صغرسنی ہماری اغلاط کی پردہ پوشی کرتی تھی، بلکہ اکثر تعریفیں ہی ہوا کرتی تھیں اور اسی صغرسنی کی وجہ سے زمانہ مولود میں ہمارا داخلہ بکثرت ہوگیا۔ اکثر محفلوں میں ہم دونوں جاکر مولود پڑھتے تھے۔" (۱)

موصوف مولانا محمد اعزاز علی صاحب نے محفلِ میلاد کے انعقاد کے متعلق صوبہ متحدہ (موجودہ صوبہ۔یوپی) کے ضلع شاہجہاں پور کے مسلم معاشرے کے ماحول کی جو منظر کشی کی ہے مسلم معاشرے کا یہی ماحول پورے برصغیر میں تھا۔ مولانا اعزاز علی صاحب اور ان کے برادر صغیر جس 'میلاد شریف' کو اپنے آبائی عقیدے اور خاندانی روایت کے پس منظر میں اپنے بچپنے میں ایک نیک کام سمجھ کر پڑھتے تھے وہ دارالعلوم دیوبند سے وابستگی کے بعد "مبتدعانہ" کام ہوگیا تھا۔ یہی برطانوی راج کی خودساختہ عقیدہ "توحید وسنت" کی

(۱) دنیا کو اسلام سے کس طرح روکا گیا؟ محمد اعجاز علی، اشاعت اوّل اپریل ۱۹۹۴ء، ناشر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، ص ۱۴

برکت تھی، ایسا لگتا ہے برصغیر میں برطانوی راج سے پہلے کے سوادِ اعظم کے بھی علمائے کرام اکابرین اہلِ سنت اور سادات و مشائخ طریقت بدعتی، مشرک اور خارج از اسلام تھے؟ ان کو دین کی سمجھ نہیں تھی۔ اہلِ توحید اور اہلِ دیو بند کو دین کی صحیح سمجھ تو برطانوی راج میں آئی۔ برصغیر میں سوادِ اعظم کے خلاف برطانوی حکمرانوں کے اس سازش کی وضاحت کرتے ہوئے معروف روسی اسکالر محترمہ اینا سفوروا لکھتی ہیں:

''صوفیانہ مسالک کے متعلق ہندوستانی 'مسلمان مصلحین' کے اس قدر سخت رویے کی ذمہ داری کسی حد تک انگریزوں پر بھی عائد ہوتی ہے جنھوں نے پیروں اور مقبروں کی اس تعظیم کو دیسی باشندوں کی پسماندگی کا ایک مظہر خیال کیا۔ اگر ان انگریزوں نے معیاری اسلام کو رسمی سی تعظیم دی تو عامۃ الناس کے مذہبی عقائد پر شدید نکتہ چینی بھی کی۔ انھیں شیوخ اور پیروں میں رومن کیتھولک خانقاہیت کی مماثلت نظر آتی تھی۔ حالاں کہ ان کا یہ اندازِ فکر غلط تھا۔'' (۱)

محترمہ اینا سفوروا برطانوی ہند میں 'توہب پرستی' کی تبلیغ سے پہلے عہد سلطنت اور مغلیہ عہد کا برطانوی عہد میں نئے نئے پیدا شدہ افکار و نظریات سے برپا ماحول کے تقابلی مطالعہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''ہندوستان میں وہابی اندازِ فکر جس قدر پھیلا اور اسلام کو بیرونی اثرات اور مقامی رسوم و توہمات سے پاک کرنے پر جتنا زیادہ زور دیا گیا صوفیا کے مسالک اور عامۃ الناس کے مذہب کی مذمت میں اٹھنے والی آوازیں اتنی ہی بلند ہوتی چلی گئیں۔ ازمنہ وسطیٰ کے سلاطینِ دہلی، مغل حکمرانوں اور روحانی اور درباری اشرافیہ سمیت کسی نے اولیا کے مزارات کی زیارت پر حرف گیری نہ کی۔'' (۱)

---

(۱) برصغیر کے اولیا اور ان کے مزار، مترجم محمد ارشد رازی، اشاعت ۲۰۰۷ء، ناشر شعل بکس لاہور، پاکستان، ص ۴۳

برصغیر کے مسلمانانِ اہلِ سنت جو عالمی سطح پر سوادِ اعظم کا حصہ تھے، ان کے عقیدے اور مراسم سے برطانوی حکمرانوں کو کس قدر نفرت تھی، اس کا اندازہ پروفیسر اینا سفوروا کی اس تحریر سے لگائیں جو انھوں نے ایک انگریز کیپٹن، جو سندھ میں تعینات تھا، اس کے مشاہدات کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ لکھتی ہیں:

''انیسویں صدی کے سندھ میں تعینات ایک انگریز کیپٹن پوسٹنز (Captain Postans) نے اس حوالے سے اپنے مشاہدات کو یوں قلم بند کیا ہے:

سندھ سے چمٹے ان پیروں، سیدوں اور مسلم تقدس کے دیگر ظاہر دار نمائندوں کو یہاں کے باشندوں میں اہم ترین مقام حاصل ہے۔ امیروں سے لے کر نیچے تک تمام مسلمان مذہب سے واجبی واقفیت کے باعث اپنے اپنے علاقے میں ان کی روحانیت اور خلوص پر ایمان رکھتے ہیں۔ نتیجتاً کاہل سیدوں اور مذہبی غلو کے ان بے کار عاملوں کی جیسی سرپرستی سندھ میں ہوئی ہے بے مثل ہے۔ یعنی اپنی اصل میں سندھی پیر زدہ لوگ ہیں۔

ایک مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے: سندھی فقط سیدوں کو کھلانے میں کشادہ قلبی دکھاتے ہیں۔ سوائے عقیدے کے ان میں کسی جذبے کا اظہار نہیں ہوتا۔ سوائے میلاد منانے کے کسی جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ سوائے مقبروں کی آرائش کے انھیں کوئی ذوق نہیں۔

ملک کے بہترین علاقوں میں سے کچھ ان کے تسلط میں ہیں جو انھیں انعام میں یا تحفتاً ملے ہیں۔ ہر بلوچی سردار اور قبیلے کا اپنا پیر و مرشد ہے، جو اس حیثیت میں ایک خاص معاوضہ وصول کرتا ہے۔ وسطی ایشیا میں خراسان، کابل، فارس اور ہندوستان کے تمام علاقوں میں ان خون چوسنے والوں کو

---

(۱) نفس مصدر، ص ۴۳

حصہ دیا جاتا ہے۔(Postans, 1973:50-1)''۔(۱)

مذکورہ مشاہداتی رپورٹس کی سطر سطر سے برطانوی حکمرانوں کی ذہنیت اور ان کی قلبی نفرت کی عکاسی ہو رہی ہے۔ ان برطانوی عیسائی حکمرانوں کو اس بات کی دلی تکلیف ہے کہ مسلمانانِ سندھ کیوں عقیدۂ اہلِ سنت پر گامزن ہو کر سادات، پیرانِ عظام، مشائخ کرام اور علمائے دین کا احترام کرتے ہیں؟ کیوں مزاراتِ اولیا کی آرائش و تعظیم کرتے ہیں؟ اور کیوں انتہائی جوش و خروش اور جذبے کے ساتھ محفلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں؟ ایک طرف عیسائی مبلغین اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام ایک خشک اور انسانی فطرت کے خلاف مذہب ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

''عیسائی مبلغ جیسپ (Jessup) کہتا ہے کہ اسلام کو دنیا سے ختم کر دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مغرب نے اپنے زیرِ اثر اسلامی ملکوں کے حکام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اسلام بالکل سادہ اور محدود مذہب ہے، اس میں زندگی کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں، اس نے اگرچہ ماضی میں عرب کے کچھ بدوؤں میں سدھار پیدا کر دیا تھا، لیکن اب یہ موجودہ دور میں نئے سماج کی تعمیر و ترقی میں کوئی رول ادا نہیں کر سکتا اور مشرقی طرزِ حیات ایک بدترین ماضی کی یاد دلاتا ہے۔ مشرقی (مسلمان) ذلیل اور پسماندہ لوگ ہیں، ان میں بداخلاقی، انتشار و خلفشار، مختلف بیماریاں اور بھوک مری عام ہے۔ ان کی اس پسماندگی اور ذلت کا سبب محض اسلام سے وابستگی ہے جو نہ تو زندگی کی رہنمائی کر سکتا ہے اور نہ حکومت اور اقتدار ہی کی کوئی صلاحیت رکھتا ہے۔''(۱)

اور دوسری طرف یہ اسلام دشمن لوگ، اپنے گماشتوں کے ذریعے عقیدۂ اہلِ سنت اور

---

(۱) نفس مصدر، ص ۴۳-۴۴

مراسمِ اہلِ سنت کو مٹانے کے لیے سوادِ اعظم کے درمیان سازش رچتے، ان میں فرقہ واریت اور انتہا پسندی کا کھیل کھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلامی تمدن اور تہذیب و ثقافت کو مٹانا ہی ان کا اصل ہدف ہے تا کہ مستقبل میں ماضی کی کوئی تاریخی نشانی آئندہ نسل کو نہ مل سکے اور وہ اس تاریخی دور میں اپنے تاریخی وجود کا مشاہداتی ثبوت نہ پیش کرسکیں۔ 'تحفظِ توحید وسنت' کے نام پر یہ ایک بہت بڑی سازش ہے جس کا ادراک ان 'موحدین' کو نہیں ہے۔ تاریخ، تاریخیت، تاریخی عناصر اور تاریخی آثار وشواہد کو اس تاریخی دور میں محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ موجودہ سعودی حکومت تحفظ توحید کے نام پر جس طرح ایک ایک اسلامی آثار وشواہد کو مٹا رہی ہیں دراصل یہ اسلام دشمنوں کے بھیانک سازش کا پیش خیمہ ہے۔

میلاد کی تاریخیت کی نشاندہی کرتے ہوئے مغلیہ عہد کی آخری دور میں دہلی میں منعقد ہونے والی سال بہ سال مجلسِ میلاد کے متعلق 'مرقع دہلی' کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''سرائے اعراب (عرب سرائے) بادشاہی قلعے سے تین کروہ کی مسافت پر واقع ہے، یہاں اہلِ عرب رہتے ہیں۔ یہ سب بادشاہ کے وظیفہ خوار ہیں، اس لیے یہاں کی رونق ہی الگ ہے۔ ربیع الاوّل کے مہینے میں اور خاص طور سے بارہویں تاریخ کو عجیب وغریب مجمع اور کیفیت ہوتی ہے۔
>
> تقریباً دو ہزار عرب اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور تمام رات دردناک اور دلنشین ترنم سے قصیدے پڑھتے ہیں، جو عرب شاعروں نے آں حضرت کی مدح میں لکھے تھے۔
>
> ان قصیدوں پر صوفیہ کو وجد وحال آتا ہے۔ ہر طرف سے نماز و، درود کی اور ہر سمت سے تسبیح اور کلمہ پڑھنے کی آوازیں کانوں میں آتی ہیں۔ تمام رات یہ عمل جاری رہتا ہے اور جیسے ہی صبح کے آثار نمودار ہوتے ہیں،

(۱) عالم اسلام پر مغرب کے تسلط: اسباب ونتائج، محمد وثیق ندوی، اشاعت ۲۰۱۳ء، ناشر دار الرشید لکھنؤ، ص ۴۸

ختم قرآن شریف میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ چوں کہ سب کے سب حافظ
ہیں اور قرأت و تجوید کے قاعدوں سے واقف ہیں اس لیے سننے والوں کو
بہت مزہ آتا ہے اور نماز سراپا حضوری کا لطف حاصل ہوتا ہے۔''(۱)

مغل سلطنت کے دہلی میں واقع یہ عرب سرائے جہاں بادشاہ کے وظیفہ یاب اہلِ عرب رہتے تھے، اور جو خاص بارہ ربیع الاوّل کے اہتمام میں مذکورہ پروگرام کا انعقاد کرتے تھے، اب ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔ برطانوی ہند کے حکمراں جہاں ایک طرف اپنی پشت پناہی میں ''اہلِ توحید و سنت'' کے ذریعے میلادی ثقافت کو پورے برصغیر سے ختم کر رہے تھے، وہیں وہ اپنی عیسائی ثقافت کے غلبے کے لیے انتہائی جاں فشانی کے ساتھ نہ صرف جد و جہد کر رہے تھے، بلکہ بہت سوچ بوجھ اور دور اندیشی کے ساتھ منصوبہ سازی بھی کر رہے تھے۔ 'کرسمس ڈے' کی برصغیر میں ترویج کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ایک عیسائی دانشور ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر لکھتے ہیں:

> ''ہم خیال کر سکتے ہیں کہ جب **مسیحی کلیسا اس ملک میں ترقی کرے گا** تو سوسائٹی کا حال کیسا تبدیل ہوگا۔ عیدیں، تہوار اور دیگر اقسام کی خوشیاں تو اب بھی ملک میں ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں، لیکن مسیحی خوشیوں اور عیدوں کی اور ہی کیفیت اور رونق ہے۔ مسیحی خوشی اور غیر مسیحی اقوام کی خوشی میں وہی فرق ہے جو فرزندوں اور غلاموں کی خوشی میں ہوتا ہے۔''(۲)

عیسائی دینیاتی نقطۂ نظر سے برصغیر میں تقریب ولادتِ عیسیٰ اور عیسائی ثقافت کے غلبے کے لئے عیسائی دانشور ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر نے کس موثر انداز میں یہ ترغیبی کلمات تحریر کیے ہیں، اس سے ان کے مستقبل کے عزائم اور تغلبانہ منصوبہ بندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میلادِ رسالت مآب ﷺ کو مٹانے میں درپردہ کردار ادا کرنے والے

---

(۱) مرقع دہلی، مرتب خلیق انجم، سنہ اشاعت ۱۹۹۳ء، ناشر انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ص ۵۲-۱۵۱

(۲) گلدستۂ دعا، مرتب پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، انار کلی، لاہور، سنہ اشاعت بار اول ۱۹۰۳ء، ص ۵

برطانوی ہند کے عیسائی حکمرانوں کے یہ دلی جذبات کی عکاسی ہے، جسے ڈاکٹر ناصر نے اپنے لفظوں میں ادا کیا ہے۔ 'ترجمانِ وہابیہ' (طبع اول، ۱۸۷۵ء چشتی) کے مصنف نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن خاں صاحب کو جب تاجِ برطانیہ کی عنایت سے ریاست بھوپال کا نواب بنایا گیا تو موصوف نواب والا جاہ نے ریاست بھوپال میں محفل میلاد کو ہی موقوف کرادیا۔ اس موقوفی حکم کے متعلق 'سبیل الرشاد' از سید ممتاز علی کے تحریر کو سید نور محمد قادری نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب نواب صدیق حسن خاں ریاست بھوپال کے سیاہ وسفید کے مالک بنے تو ریاست میں میلاد شریف کی مجالس کو حکماً بند کروادیا۔ محترمہ آبرو بیگم صاحبہ نے اس مسئلہ کو نواب سلطان جہاں بیگم سابق فرماں روا بھوپال کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے:

اثنائے گفتگو میں ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فرماں روائے بھوپال دام اقبالہا نے مجھ سے فرمایا کہ جس زمانے میں نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے محفلِ میلاد کی رسم بھوپال میں موقوف کردی تھی ایک روز مجھے اس کی نسبت بہت افسوس کے ساتھ خیال آیا کہ ایسی متبرک محفل کو اپنے یہاں کیوں کر قائم کروں؟

بار بار مجھے رسول اللہ ﷺ کی محبت مجبور کرتی تھی کہ میں آپ کی ولادت کے دن اپنے یہاں خوشی کا اظہار کروں، لیکن اس مصلحت سے میں اور عالی جناب نواب سلطان الدولہ صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ اپنے دلی ارادے میں ناکامیاب رہتے تھے کہ محترم سرکار خلد مکاں اور نواب صدیق حسن خاں صاحب ضرور یہ تصور فرمائیں گے کہ ہماری رائے کے خلاف محفلِ میلاد جاری کی ہے۔ تب میں نے خدا سے التجا کی کہ حضرت ﷺ کی پیدائش کے دن میرے یہاں کوئی خوشی کی تقریب ہوجائے تا کہ مجھے اس حیلے سے

عین ولادت کے دن مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ قدرتِ الٰہی
اور معجزۂ حضرت رسول مقبول ﷺ غور کے قابل ہے کہ صاحبزادی آصف
جہاں صاحبہ مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد مجھے نہیں ہوئی، اور
سب کو یہی یقین تھا کہ اب اولاد نہ ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے میری التجا سنی
اور ۸ ربیع الاوّل بہ روزِ سعید صاحبزادہ حمید اللہ خاں صاحب زاد اللہ عمرہٗ
پیدا ہوئے اور مجھے اس روزِ سعید کو خوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اس دن
سے اب تک ہر سال ۸ ربیع الاوّل کو عید سعید اس طرح منائی جاتی ہے کہ
مسجد میں خوب روشنی کی جاتی ہے اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا
ہے۔ عمدہ طعام پکا کر غربا اور دوستوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔" (۱)

برصغیر کی برطانوی عیسائی حکومت خود تو میلادِ عیسیٰ (کرسمس) کے دن حکومت کے
ایوانوں سے لے کر عوام کے گھروں اور گلیوں بازاروں میں چراغاں، روشنی اور خوشی
منانے کی ترغیب دیتی تھی، باقاعدہ اس دن کو نیشنل ہالی ڈے برطانوی حکومت ہند کی طرف
سے تسلیم کیا گیا تھا، مگر میلادِ رسالت مآب ﷺ کے دن کو جو عہد سلطنت سے لے کر مغل
دور تک حکومتی اور عوامی سطح پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ منایا جاتا رہا اس تقریب میلاد
نبی اکرم ﷺ کو برطانوی عہد میں یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ۲۶ مئی ۱۹۲۰ء کو سید کمال
الدین احمد جعفری صاحب لکھتے ہیں کہ مقام کڑا، تحصیل سراتھو، ضلع الٰہ آباد کے مولوی حمید
احمد (پ۔ ۱۸۸۸ء) صاحب، جب کچھ دنوں کے لیے بغرض قیام بمبئی تشریف لے گئے
اور وہاں فاکلینڈ روڈ کے قریب قیام کیا۔ اتفاق سے یہاں ایک اسلامی انجمن ضیاء الاسلام
نامی قائم تھی۔ رفتہ رفتہ اراکین انجمن آپ سے مانوس ہو گئے، اور مولوی حمید احمد صاحب
نے اس انجمن کے ذریعے حکومتِ وقت کو دو اہم مسلم تہواروں کے متعلق تعطیلات کے لیے
متوجہ کیا۔ تعطیل بارہ وفات اور عید الفطر کے جنرل ہولی ڈے کے لیے محنت سے کئی ہزار

---

(۱) میلاد شریف اور علامہ اقبال، سید نور محمد قادری، سنہ اشاعت ندارد، ناشر مجلس خدام اسلام لاہور، ص ۲-۳

دستخط حاصل کیے۔ تفصیل جعفری صاحب کے قلم سے ملاحظہ کریں:

"انجمن کے ذریعے سے ایک عرضداشت گورنمنٹ میں آپ (مولوی حمید احمد صاحب) نے مسلمانوں کی دو تعطیلات کے لیے بھجوائیں اور کئی ہزار مقتدر ناموں کے دستخط انتہائی محنتِ شاقہ کے بعد حاصل کیے۔ بارہ وفات اور عید الفطر کے روز عام تعطیل نہ ہوتی تھی، بلکہ ایک وقت مقررہ تک کے لیے مسلمانوں کی مذہبی رسوم کے ادا کرنے کی اجازت دی جاتی تھی، اور بقیہ لوگ سابق بدستور اپنے کاموں میں مشغول رہتے۔ مسلمانوں کا اتنا بڑا مہتم بالشان تہوار اور دفاتر یا کارخانہ جات میں محض برائے نام تعطیل کا ہونا یا نصف دفاتر کا کام میں مشغول رہنا مسلمانوں کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہوسکتا ہے ہر شخص اندازہ کرلے گا۔"(۱)

برطانوی ہند میں محفل میلاد کے جواز و عدمِ جواز کے تحریک کے متعلق میرے پاس اتنا مواد ہے کہ اگر میں اس پر تفصیل سے لکھوں تو کتاب سے زیادہ طویل میرا مقدمہ ہی ہوجائے گا۔ میں ان شاء اللہ اس موضوع پر اس مقدمے کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں پیش کروں گا۔ جیسا کہ میں نے گزشتہ صفحات میں اس ارادے کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے اس بابت صرف اتنا بتاتا ہے کہ دورِ برطانیہ میں سوادِ اعظم کے عقیدہ اور معمولات کی مخالفت کرنے والے بظاہر، توہب پرست اصحاب مدعی توحید و سنت تھے، مگر در پردہ ان کی پشت پناہی حکومت برطانیہ کے کارپردازانِ سلطنت کررہے تھے۔ دراصل برطانوی حکومت کے یہ حکمران لوگ نہیں چاہتے تھے کہ محفل میلاد کے ذریعے سوادِ اعظم کے قلوب میں عشق رسالت کا چراغ جلتا رہے۔ اور نسل نو اس روایت کو آنے والی نسلوں کے دلوں میں محبت رسول کو زندہ رکھنے کے لئے آگے بڑھاتی رہے۔ دراصل یہ مانعین میلاد، خوب سمجھتے تھے کہ میلاد کی محفل گنہ گار سے گنہ گار مسلمان کو بھی اپنے رسول سے جذباتی طور پر

---

(۱) سیرت حمید، رسالہ نمبر ۳، مرتبہ سید کمال الدین احمد جعفری، سنہ اشاعت ندارد، ناشر خلافت کمیٹی الہ آباد، ص ۷-۶

وابستہ رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اور ہر حال میں وفاداریٔ رسالت کا انہیں درس دیتی رہتی ہے۔ اس لئے اسلام دشمن خفیہ سازشیں در پردہ رہ کر اصحاب توحید کے ذریعے اسے ہندوستانی معاشرے سے مٹانے کی بھرپور کوشش کر رہیں تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ لوگ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پوری دنیا میں محفل میلاد جاری ساری ہے۔ بقول علامہ اقبال، منکرین محفل میلاد کی خواہش یہ تھی کہ۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

* * * * * *

خلاصہ گفتگو

محفلِ میلاد اسلامی ثقافت وتہذیب کا ایک اہم حصہ ہے جس کے اوّلین بنیادی نقوش خود عہد رسالت مآب میں ملتے ہیں۔ البتہ اس عہد کے لوگوں کے قلوب میں عقیدۂ توحید کا راسخ کرنا ہی حضور اکرم ﷺ کا اصل مقصود تھا، اس لیے آپ ﷺ کی ثقافت کے تحفظ کی طرف باضابطہ مسلسل توجہ نظر نہیں آتی ہے۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ کی پوری جدو جہد عقیدۂ توحید کے غلبہ پر مرکوز نظر آتی ہے۔ البتہ اس عہد میں بھی رسولِ اکرم ﷺ حسب ضرورت وموقع تحفظ ثقافت کی طرف اپنے ماننے والوں کو توجہ دلاتے رہے، جس کی تفصیل ماسبق میں مذکور ہوئی۔ اسی طرح عہد رسالت کے بعد دیگر ادوار میں مجلسِ میلادِ مصطفی کے تعلق سے سوادِ اعظم کا کیا رول رہا اس پر بھی تفصیلی گفتگو درج کی گئی ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اس تعلق سے جو واقعی صورت حال تھی اس کا بھی تاریخی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ خلفائے راشدین کے بعد عہد بنوامیہ و بنوعباس کی صورتِ حال پر بھی مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے۔ عہد بنوعباس کے بعد مسلمانوں کی آزاد ریاستوں کے قیام کے بعد میں جو اس تعلق سے والہانہ پن رہا اور مجلسِ میلاد کے متعلق سے جو جذباتی وابستگی اور لگاؤ مسلمانوں کا قائم رہا اس پر بھی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے قیام تک مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا محفلِ میلاد سے جذباتی وقومی لگاؤ کا عہد بعہد تجزیہ کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ برٹش عہد میں اس حوالے سے انگریزوں کی مخالفانہ پالیسی کے متعلق اینا سفوروا کی کتاب کے حوالے سے جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اسے بھی بطور خاص دیکھنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ راقم نے محفلِ میلاد کے اسلامی ثقافت وتہذیب کا حصہ ہونے اور اس سے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی وابستگی کو تاریخی وتجزیاتی طور پر تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس

تاریخی وتجزیاتی مطالعہ کے ذریعے پہلی بار محافلِ میلاد کی تاریخی روایت کی ایک واضح تصویر قارئین کے سامنے آجاتی ہے۔ علمی وتحقیقی نقطۂ نظر سے صاحب کتاب نے تفصیل سے اس موضوع کا احاطہ کیا ہے اور راقم نے بھی قرآن کریم واحادیث رسول اور تاریخ کے آئینے میں اس پہلو پر گفتگو کی ہے جس سے قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ جس جہت سے راقم نے اس موضوع کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے اس پہلو سے اب تک اس موضوع پر کوئی کام نہیں ہوا تھا۔ موضوع کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر روایتی انداز سے ہٹ کر تاریخی جہت سے موضوع کا مطالعہ وتجزیہ یقیناً قارئین کے لیے مفید اضافہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

* * * * * *

کچھ اس کتاب کے بارے میں

زیر نظر کتاب ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ اپنے عہد کے نامور عالمِ دین بحر العلوم حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں قادری کابلی کی ایک اہم تصنیف ہے جو پہلی بار ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔ صاحبِ کتاب کی علمی و دینی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ انھوں نے درس و تدریس، وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف ہر میدان میں اپنے یادگار نقوش چھوڑے اور اپنی علمی و دینی خدمات سے ایک عہد کو متاثر کیا۔ آپ کی علمی جلالت، تبحرِ علمی پر آپ کے تلامذہ کے ساتھ آپ کی تصنیفی یادگاریں مہرِ تصدیق ہیں۔ آپ کی درسگاہِ علم و فضل سے ایک سے بڑھ کر ایک نامور عالمِ دین نکلے جن میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، صوفی محمد حسین مرادآبادی، مولوی سید حسن وکیل مرادآبادی اور مولانا مولوی محمد منیر ولایتی صاحبان خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں مختلف علمی و دینی موضوعات پر متعدد کتابیں آپ کے اشہبِ قلم کی یادگار ہیں۔ زیر نظر کتاب کے علاوہ درج ذیل کتابیں جہانِ تصنیف و تالیف میں آپ کی عظمت و سیادت پر شاہد ہیں:

۱- اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم و جهول

۲- لؤلؤ المنثور فی مدح و الی رام فور

۳- دعائے برکت بر طعام ضیافت دعائے اموات بوقت جمعرات

۴- براہین بینہ بر اثبات نذر و معینہ

۵- اشرف البراهين المنهروه على حرمة الغرابين الهنديه

زیر نظر کتاب 'ذخیرۃ العقبیٰ' کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے جو اپنی پہلی اشاعت (۱۸۹۲ء) کے ۱۲۶ رسال بعد ۲۰۱۸ میں جدید کمپوزنگ اور ترتیب و تسہیل، تخریج و ترجمہ عربی و فارسی عبارات، تحقیق و تحشیہ کے ساتھ منظرِ عام پر آرہی ہے۔ ازیں قبل اس کی تین اشاعتیں

اہلِ علم کے سامنے منظرِ عام پر آچکی ہیں، جن کی اشاعتی تفصیلات اس طرح ہیں:

پہلی اشاعت : مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد، ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء

دوسری اشاعت : مطبع ریاض ہند آگرہ (سنہ اشاعت غیر مؤرخ)

تیسری اشاعت : ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد، ذی الحجہ ۱۳۳۹/ ۱۹۲۰ء (قسط وار)

اور اب یہ چوتھی اشاعت رسولِ اعظم اکیڈمی کانپور سے شائع ہورہی ہے۔ اصل کتاب تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے لیکن ترتیب وتسہیل اور تخریج وترجمہ کے بعد کتاب کی ضخامت کافی بڑھ چکی ہے۔

راقم کے دل میں اس کتاب کی جدید اشاعت کا خیال کرم فرما حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی تحریک واصرار پر پیدا ہوا، بلکہ انھوں نے ہی اس کتاب کا ایک عکسی نسخہ اور اس کی از سرِ نو کتابت شدہ مواد دے کر فرمایا کہ اس پر آپ کام کردیں، اشاعت کی ذمہ داری میری ہے۔

راقم نے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر کام کی ذمہ داری قبول کرلی۔ پہلے اس کی کتابت ہوئی تھی مگر کتابت کے بعد بھی ایک عرصہ تک اس پر کام میری دیگر مصروفیات کی وجہ سے التوا کا شکار رہا۔ پھر محب گرامی مولانا عبد الرحمن صاحب (پرنسپل مدرسہ شمس العلوم سنگاؤں) نے کانپور میں جب رسولِ اعظم اکیڈمی کا قیام کیا تو انھوں نے راقم سے اشاعت کے لیے کسی کتاب کی تیاری وتکمیل کی خواہش کی، تو پھر دوبارہ از سرِ نو اس کتاب پر کام کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ دریں اثنا علی گڑھ میں ایک ملاقات کے دوران مولانا ارشاد نعمانی سے اس پر کام کرنے کا ذکر نکل آیا، انھوں نے بھی کتاب کو دیکھنے کے بعد اس کی اشاعت کو مفید بتایا، پھر راقم نے انھیں تخریج وترجمہ کی ذمہ داری دی جسے ارشاد صاحب نے قبول کرلیا۔ اور وہ اس کا اصل مطبوعہ عکسی نسخہ اور حضرت مولانا محمد یامین صاحب کا کتابت کرایا ہوا مسودہ دونوں ساتھ لے کر دہلی گئے اور وہیں اس کی از سرِ نو کمپوزنگ کرائی اور اسی درمیان انھوں نے تخریج وترجمہ کے کام کا آغاز کردیا۔ دوبار تصحیح اغلاط کے بعد

تیسری مرتبہ تصحیح کے لئے فائنل کاپی لے کر راقم کے پاس علی گڑھ آئے جہاں ہم دونوں نے مل کر فائنل تصحیح کے مرحلے کو مکمل کیا۔ مگر بروقت بعض وجوہ کی بنا پر کمپوزر سے اس فائنل تصحیح کے اغلاط کو درست نہیں کرایا جاسکا۔ اور میری کچھ اپنی ذاتی ضروری مصروفیات کی وجہ سے اس کی اشاعت میں مزید تاخیر ہوئی مگر اللہ اور اس کے رسول کے فضل سے اب یہ کتاب اشاعت کے لئے مکتبہ نعیمیہ دہلی کے ذریعہ پریس کے حوالے کی جارہی ہے۔

ترتیب جدید سے متعلق ضروری معلومات

کتاب کی ترتیب جدید میں درج ذیل امور کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہے:

۱- یہ کتاب ۱۲۶ ر سال پہلے لکھی گئی تھی اس لیے کتاب کی زبان و بیان میں بہت حد تک تسہیل، خود لسانی ترقی کے پیشِ نظر ناگزیر تھی۔ راقم نے زیر اشاعت کتاب میں زبان کی تسہیل کردی ہے۔ اصل کتاب میں مصنف نے سوال وجواب کے مابین فرق نہیں رکھا تھا، راقم نے ہر سوال پہ نمبر شمار لگا کر امتیاز (واضح) کردیا۔

۲- تسہیلِ زبان میں مصنف کے اصل مفہوم سے بالکل بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی ہے۔ سلاستِ بیان کے مدنظر بعض جگہوں پر الفاظ کی تقدیم وتاخیر ہی سے زبان کو آسان کردیا گیا ہے لیکن جہاں الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے بجائے تبدیلِ جملہ کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اصل مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے جملے بھی تبدیل کیے گئے ہیں لیکن ایسا چند مقامات پر ہی کیا گیا ہے۔ تفہیم کے لیے ہیڈنگ راقم نے لگایا ہے۔

۳- اصل کتاب میں مصنف نے اپنے زمانے کے لحاظ سے رائج فہرست مضامین بھی آخر کتاب میں درج کیا تھا جو طویل وضاحتی فہرست کے قبیل سے تھی۔ موجودہ عہد میں اس کی عدم افادیت کے پیش نظر شروع کتاب میں جدید انداز میں موضوعات کی مختصر فہرست درج کردی گئی ہے۔ بعض مقامات پر راقم نے بہت مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

۴- شروع کتاب میں صاحب کتاب کی تعارفی سوانح پر مشتمل جناب خلیل احمد رانا کا

مضمون شامل کردیا گیا ہے تاکہ کتاب کے ساتھ صاحبِ کتاب کا تعارف بھی قارئین کے پیشِ نظر رہے۔ اس تعارفی مضمون میں بعض اغلاط کی تصحیح کردی گئی ہے۔

۵- حوالے میں شامل بعض کتابیں ایسی بھی تھیں جن کے مخطوطات ہی عہدِ مصنف میں دستیاب تھے اور اب تک وہ کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی ہیں، اس طرح کی ساری کتابیں اور مخطوطے غیر معمولی تلاش و جستجو کے بعد راقم نے تخریج کار کے حوالے کی اور اس طرح تخریج میں یہ سخت مرحلہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

۶- روایاتِ احادیث کے ذیل میں راویانِ احادیث کے احوال پر مشتمل اسماء الرجال کے عنوان سے کتاب میں شامل جملہ راویانِ حدیث کے احوال بھی راقم کی خواہش پر تخریج کار نے شامل کردیے ہیں جس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۷- کتاب ذخیرۃ العقبیٰ میں شامل آیاتِ قرآنی کا ترجمہ بیشتر مقامات پر ضیاء القرآن از ضیاء الامت علامہ پیر کرم شاہ ازہری سے ماخوذ ہے، اور بعض مقامات پر ڈاکٹر طاہر القادری سے، جب کہ چند مقامات پر راقم کی ترجمانی بھی شامل ہے۔

۸- مگر تقدیم میں راقم نے تقابلی مطالعہ کے پیشِ نظر قرآن کا ترجمہ سلفی عالمِ دین مولانا محمد جوناگڑھی کا ترجمہ احسن البیان سے لیا ہے۔ حوالے میں شامل سارے ترجموں کی ماخذ کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

۹- خاتمۃ البحث کے عنوان سے راقم نے نہایت اختصار کے ساتھ حاصل مطالعہ بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ خاتمۃ البحث لکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جس انداز میں کتاب کو تمام کیا ہے قارئین کو ایک تشنگی کا احساس ہوتا ہے جسے دور کرنے کے لیے خاتمۃ البحث کو رقم کیا گیا ہے۔

۱۰- جدید رسم خط واملا کی رعایت کی گئی ہے۔ پیراگرافنگ کے اصول کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ اسلوب وساخت میں بھی مناسب تبدیلی کی گئی ہے۔ اس طرح اب یہ کتاب زبان وبیان کے لحاظ سے عصری پیش کش بھی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

۱۱- بعض مقامات پر مصنف کی ترسیل کی وضاحت کے لیے اس میں اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ ایسا جن مقامات پر کیا گیا ہے وہاں اس بریکٹ [ ] کے ساتھ راقم نے اشارہ بھی کر دیا ہے۔ پیراگراف وغیرہ میں اس بریکٹ () کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔

کتاب، وجہ تالیف و تصنیف، تفصیلات

مصنف کی وجہ تالیف و تصنیف بتانے والی تحریر جو طبع اول میں شامل ہے اس کو تحریر کرنے سے پہلے راقم اس کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد مصنف کتاب کی تحریر ملاحظہ کریں۔

طبع اول: پہلی بار یہ کتاب ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں مطبع گلزار ابراہیم متصل شاہی مسجد مراد آباد سے ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس اشاعت کے کل صفحات ۶۴ ہیں۔ راقم کو اس اشاعت کے تین نسخے دیکھنے کو ملے۔ اس کا ایک نسخہ رامپور رضا لائبریری، دوسرا مسلم پبلک لائبریری مراد آباد اور تیسرا دی ایشیاٹک سوسائٹی، پارک اسٹریٹ کولکاتہ لائبریری میں۔ اس ایڈیشن کے سرورق پر سب سے پہلے اوپر قرآن کی دو الگ الگ سورتوں کی آیتیں طغروں کی شکل میں مرقوم ہیں۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (مرسلات:۵۰) هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ:۱۱۱) اس کے بعد صاحب کتاب کا نام دوسری سطر میں حسب ذیل عبارت میں تحریر ہے:

از تالیفات النحریر الفہامہ بالحبر العلامہ حضرت مولانا مولوی گل محمد خاں صاحب مدرس اوّل و مہتمم مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم

کتاب کے نام کے بعد حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

''بہ تصحیح تام مولانا مولوی عبدالمجید صاحب مراد آبادی صانہ اللہ عن شر کل غبی ولومی باہتمام احقر العباد راجی الی اللہ الغنی محمد ابراہیم شاہجہانپوری در مطبع نامی گرامی گلزار ابراہیم مراد آباد در زیور طبع شد۔''

رضا لائبریری رامپور میں یہ کتاب فقہ کلام اُردو کے عنوان سے ۲۸۵ نمبر پہ درج

ہے۔ سرورق پر آمد کتاب کے اندراج کے متعلق لکھا ہے: ’’نمبر ۴ ۵۵۳ رجسٹر درآمد بر آمد اشیاء کتب خانہ ریاست رامپور، ۱۸ر فروری ۱۹۲۵ء۔‘‘

رامپوری نسخے میں کتاب کے سرورق سے قبل چار صفحات منسلک ہیں جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔ سب سے پہلے گلابی رنگ کا ایک صفحہ ہے جس پر مولف کتاب کی جانب سے اس کتاب کا جواب لکھنے والوں کے لیے اصول وضوابط کے متعلق سات شرطوں پر مشتمل یہ اشتہار شائع کیا گیا ہے:

’’چوں کہ اس زمانہ میں تعصب بکثرت اور جھگڑے بے انتہا علما میں واقع ہیں، لہٰذا کس نمی گوید کہ دوغ من ترش است (کوئی شخص اپنی دہی کو کھٹا نہیں کہتا) اگر کوئی شخص اظہار حق حسبتاً للہ کرے تاہم اس پر معترض ہزاروں ہوتے ہیں۔ لہٰذا بصد التماس عرض یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب منصف مزاج اظہار للحق اس رسالہ کا جواب لکھیں، اس جواب کو بموجب شرائط مسطورہ ذیل تحریر فرمادیں تو بلاشک وہ مجھ سے پچاس روپیہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔

شرط اول: مجیب کو لازم ہے کہ سخت کلامی نہ کرے۔

شرط دوم: یہ ہے کہ مجیب ہر قول میرا ابتدا سے انتہا تک بجنسہٖ عبارت مع دلائل اور موئد اد اپنی کتاب کے متن میں نقل کرے۔ اگر اس نے حاشیہ پر لکھا یا متن میں کچھ عبارت نقل کر کے اور باقی کے بہ نسبت الی آخرہ لکھا تو مجیب مستحق انعام نہ ہوگا۔

شرط سوم: یہ ہے کہ جن مسائل اور سوالات کو میں نے اس کتاب میں لکھا ہے تو ہر ایک کا جواب ابتدا سے انتہا تک صریح قرآن اور احادیث نبوی سے لکھے۔

شرط چہارم: مجیب بسند کتاب معتبرہ علمائے مجتہدین یہ امر ثابت

کرے کہ جو آیات اور احادیث مجیب نے ذکر کی ہے وہ سب کے سب ناسخ اور معمول بہا ہیں اور جتنی آیات اور احادیث میں نے اثباتِ مسائل اور جواب سوالات کے لیے نقل کی ہیں ہر ایک ان میں سے منسوخ اور غیر معمول بہا ہیں۔

شرط پنجم: یہ ہے کہ باتفاق طرفین ایک جماعت علما کی واسطے اس امر کے حکم، مقرر کی جائے کہ آیا مجیب نے جواب میں سب شرائط پوری کی ہیں یا نہیں۔

شرط ششم: یہ ہے کہ طرف مقابل یعنی مجیب ایک تحریر باضمانت بہ موجب ضابطہ سرکاری قبل فیصلہ کرنے علما مقرر کردہ شدہ طرفین کے بدیں مضمون مجھ کو دے کہ اگر ان علمائے مقرر شدہ کے نزدیک ان کا جواب بموجب ان شرائط کے نہ ہوگا تو ایک سو (۱۰۰) روپیہ فوراً بلا تاخیر اس کے ذمہ عائد اور واجب الادا ہوں گے۔

شرط ہفتم: یہ ہے کہ جتنے امور مستحب اور جواز میں میں نے اس کتاب میں احادیث و کلام الٰہی سے ثابت کیا ہے تو ان امور کی فرضیت اور وجوب کا ہرگز میں قائل نہیں ہوں لہٰذا اگر مجیب نے ان چیزوں کی فرضیت یا وجوب کو رد کیا تو یہ نہ میرا جواب اور نہ میری کتاب کا رد ہوگا اور نہ مجیب مستحق انعام ہوگا۔

المشتہر مؤلف کتاب ہذا

مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد متصل شاہی مسجد

اس اشتہار کے بعد مصنف کتاب ہذا سبب تالیف کی غرض و غایت بتاتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ صفحات کا پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ پیش لفظ میں اس رسالے کی تحریر کی غرض و غایت اور معاونت کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مصنف نے دل کھول کے رکھ

دیا ہے۔ آپ بھی اس پیش لفظ کو ملاحظہ کریں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزارہا حمد ونعت اوس خالقِ کائنات کو شایاں ہے جس نے وجودِ بشری کو بہ فحوائے منطوق لازم الوثوق زیور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کا پہنایا اور نوعِ انسان کو مظہر اپنی قدرتہائے کاملہ وحکمتہائے تامہ کا فرمایا۔ وصدہا صلوٰۃ و سلام رسولہ الکریم الصادق المصدوق سلالتہ اولاد ابوالبشر المبعوث الی الاسود و الاحمر، ہادی الثقلین، شفیع الدارین، رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی خلیلِ کبریا علیہ الف الف صلوٰۃ و السلام کو زیبا ہے کہ جنھوں نے حلیلانِ کلمہ توحید کو اپنے مژدۂ ولادت سے صحتِ روحانی بخشی وکلیلانِ بادیہ ایمان کو ہدایت بہ صراطِ مستقیم فرمائی۔

امابعد! فقیر خادم العلما محمد گل کابلی وطناً، ومرادآبادی نزیلاً، عرض کرتا ہے کہ مدتِ مدیدہ و ایامِ عدیدہ سے چند باشندگانِ بلادِ مختلفہ مثل **بمبئی** و **جوناگڑھ** و **اکبرآباد** و **مرادآباد** و **گجرات** وغیرہ نے بہ ہنگامِ سفرِ اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات بہ نسبت جوازِ مجلسِ میلاد شریف کے کہ جس ہیئت کذائی سے دیارِ ہند میں معمول ہے، کیے گئے کہ جن کے جوابات مشرح جواز کے مطلع تا مقطع بحوالہ احادیث صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے۔ یہ اوراقِ متفرقہ بہ بقاعِ مختلفہ دیے گئے تھے۔ ازانجا کہ یہ جوابات ومضامین کہ جو اقوالِ نامرضیہ وترہاتِ نازیبا سے معرا وازسرتاپائے اخبارِ صحاح سے محلی تھے۔ اکثر عاشقین رسول اللہ ﷺ وشائقینِ محفل معظم میلاد شریف نے ان جوابوں کو منظور فرما کر بارہا بنا برطبع مولع ہوئے۔ لیکن این جانب کو بوجہ انتظام وسرپرستی مدرسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ تالیف و

ترتیب اون جوابوں میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا، فلہٰذا جس قدر کہ اصرار متشوقین کا نسبت تالیفِ کتاب کے بڑھتا تھا بیش ازاں موانع وقلتِ فرصت بوجہ مسبوق الذکر رقیبِ راہ تھی۔ اگرچہ احتسابا باللہ میرا مقصد یہی تھا کہ بہ مقتضائے انجاح مرام سائلین ونیز بلحاظ فوائد جمیع مسلمین اُن مخدرات مضامین کو بہ منصۂ ظہور جلوہ دوں اور تشتت سے بسلک اجتماع مندرج کردوں۔ لیکن کوئی موقع مہلت قلیل اور کثیر بوجہ درس طلبا وافکار استحصال مدوخرج مدرسہ کے بادی النظر میں محسوس نہ ہوتا تھا۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ دریں ولا دعاہائے شائقین مجلسِ حضور مقبول ہوئیں کہ سامانِ تالیف وطبع رسالہ ہٰذا بہ عنایت ایزدی غیب سے ظہور پذیر ہوا کہ احقر کو افکار مدوخرج مدرسہ سے بعد انتشارِ کثیر کے بوجہ پرورش وتوجہ ریاست عالیہ لامع النور رامپور صانہ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشرور کے وہ تردّد مرتفع ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس ریاست کو قائم ودائم رکھے اور نیز جناب مستطاب معلّی القاب، المؤید من السماء، المنصور علی الاعداء، الامیر الکبیر، الصاحب السیف والقلم عن الاعیان الامارۃ، رشید الاسلام ومرشد المسلمین، المحمود فی الانس والجنان، ناشر الدرر والدرر نواب **محمد حامد علی خان** صاحب بہادر لازالت سدۃ السنیۃ فخر الجباہ الصید ومستلما الشفاہ والصنادید ولازال اعلام العدل فی ایام دولتہ عالیہ وقیمۃ العلم من آثار مرتبہ عالیہ وضائت اجلالہ وجعل الیٰ کل خیر مالہ مسند آرائے ریاست ہووی۔ فی الحقیقت جہاں جہاں بھی مہرِ منیر فیضانِ علومِ ہٰذا مدرسہ ہٰذا پر توفگن خلائق ہے یا جو حسنات اجورِ تالیف وتشہیر رسالہ ہٰذا سے ماقبول ہیں منشا ان تمام تجلیات وعلیات کا ترتیب ریاست عالیہ موصوفہ ہے۔

لیکن مبدأِ اُن تمامی فتوحات غیبی کا ثمر شجر خلوص روش وللّٰہیت جناب منبع

رافت وکرم منہل فیوض اتم، غربا نواز، مسند آرائے عدالت، جامع معقول و منقول، ناصر اسلام والدین جناب **مولوی محمد عبدالغفور خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بلدہ فیض آباد** جعل اللہ بحیث بتصاعد بتصاعد رتبتہ مراتب الدنیا والدین کا ہے کہ جنھوں نے حال زار فقیر و مدرسہ کا ملاحظہ فرما کر خالصاً للہ بحکم الدال علی الخیر کفاعلہ تحریک بجناب ریاست عالیہ ممدوحہ فرمائی کہ جس کی برکت خلوص سے برائے سد رمق مدرسین مدرسہ ہٰذا کے قوت لایموت منجانب ریاست مقرر ہوئی۔ اور فی الجملہ توزع خاطر و فاطر نحیف مندفع ہوا۔ لاجرم اس سال ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) میں اون جوابوں مسطورہ کو جو ورق ورق ہمچو بنات النعش کہیں کہیں پڑے تھے ہمچو خوشہ پروین برشتہ تحریر لاکر مطبوع کیا اور اس رسالہ کا نام **"ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ"** رکھا۔ اب یہ مسکین بحضرت خداوند تعالیٰ مستشفعاً و متضرعاً دست بہ دعا ہے کہ یا مقلب القلوب ہمارے قلوب کو غبار خواست اور تعنت سے پاک کر، اور دل حق گزیں و نظر صوابدید و سمع حق بنوش، اس رسالہ کو اسم بامسمّٰی کر اور ہمارے دلوں کو اپنے حبیب کریم کی محبت سے منور فرما اور ریاست الرفیعہ مع جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست کو مع جمیع اخوانہ و انصارہ الی یوم الجزا بہ این افضال و مکرمت و رشح اقطار عنایت کے مسند آرائے ریاست دار یہ کہ پیرائے نصفت فرما۔ و جناب ڈپٹی صاحب بہادر کو تر قیابت دارین و شگوفہائے مراد سے پر دامن فرما۔ و ناظرین و قارئین و عالمین اس رسالہ اسم بامسمّٰی کو کہ جس کے نسیم قبول سے مشام ہر محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معطر و معنبر ہے جس کا مراد اسی عقدہ کشائی بہر مکروب و معتوب ہے۔ بطفیل اپنے رسول کریم کہ بہرہ ور نشائین و بہ مقاصد دارین فائز فرما۔ آمین ثم آمین۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی

خاتم النبیین و المرسلین۔ فقط"

صاحب کتاب نے پیش لفظ کے دوسرے صفحہ پر پیش لفظ کے خاتمے کے بعد تنبیہ کے عنوان سے تقریباً تین سطر میں کتاب میں شامل احادیث سے متعلق لکھا ہے:

تنبیہ

''جہاں اس کتاب میں صحاح کی روایات نقل کی گئی ہیں اگر اصل سے متن حدیث میں تقدیم وتاخیر، کمی یا زیادتی کے ساتھ کچھ فرق پایا جائے تو مصلحت اختصار یا سہل الماخذ ہونے کی وجہ سے اس متن پر اکتفا واقع ہوگا جو شیخ ولی الدین امام المحدثین نے مشکوۃ المصابیح میں اس متن کو درج کیا ہے۔''

اس تنبیہی عبارت کے بعد اسی صفحہ پر مالک مطبع نے 'اشتہار' کے عنوان سے بخاری کی اردو میں شرح 'العین الجاری شرح بخاری' اور 'کشف العلوم شرح مثنوی مولانا روم' نامی کتابوں کی اشاعت کے متعلق معلوماتی اشتہار دیا ہے جو تقریباً نصف صفحات سے زائد پر مشتمل ہے۔ اس 'اشتہار' کے نیچے درج ہے:

المشتہر محمد ابراہیم مالک مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد، متصل بادشاہی مسجد۔''

اس طرح مصنف کا شرائط پر مشتمل اشتہار بعدہٗ پیش لفظ اور مالک مطبع کے اشتہار کے بعد اصل کتاب کا سرورق ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور پھر اس کے بعد اصل کتاب کی شروعات ہوتی ہے۔ اصل کتاب ٣٦ سوالات و جوابات پر مشتمل ہے جو متن میں لکھے گئے ہیں، مگر سوال نمبر ١٠ جو اصل کتاب کے صفحہ ١٥ کے حاشیہ پر ہے اور اس سوال کا جواب بھی حاشیہ پر لکھا ہوا ہے۔ ویسے اس اشاعت میں عام طور پر قرآن و حدیث جو متن میں لکھے گئے ہیں ان کے تراجم حاشیے میں لکھے گئے ہیں۔ جو صفحہ ٢ سے شروع ہوکر آخری سوال کے جواب پر مشتمل صفحہ ٥٥ پر تمت بالخیر کے عنوان سے مندرجہ

ذیل عبارت پر تمام ہوتی ہے:

''حق تالیف اس کتاب کا محفوظ ہے لہٰذا کوئی صاحب قصد چھاپنے اور چھپوانے کا بغیر اجازت مؤلف صاحب نہ فرمائیں۔ جتنی جلدوں کی ضرورت ہو مؤلف کتاب مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ امدادیہ اسلامیہ مرادآباد یا بندہ محمد ابراہیم مالک مطبع گل زارِ ابراہیم سے طلب فرمائیں۔''

صفحہ ۵۶ سے ۶۰ تک صاحبِ کتاب نے 'فہرست مضامین ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد المصطفیٰ' نام سے ایک توضیحی فہرست شامل کی ہے۔ اس کی تعداد ۴۳ ہے جو صفحہ ۵۶ سے شروع ہوتی ہے۔ صفحہ ۶۰ پر عنوان فہرست کا نمبر شمار ۲۷ سے شروع ہو کر نمبر شمار ۴۳ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس آخری صفحہ پر دائیں جانب ایک کتابت کی غلطی کی تصحیح بھی کی گئی ہے۔ تصحیح کے بعد کا آخری جملہ ہے:

''حق تالیف محفوظ ہے بغیر اجازت مؤلف صاحب کے کوئی صاحب قصد چھپنے اور چھپوانے کا نہ کریں۔''

نوٹ: طبع ثانی میں تفصیلات پہ مشتمل فاضل مصنف کی یہ قیمتی معلوماتی تحریر کو حذف کر دیا گیا ہے اس لئے راقم نے بطور تبرک اس تحریر کو من وعن کمپوز کرا کے شامل اشاعت کر لیا۔ (چشتی)

طبع ثانی: یہ رسالہ دوسری مرتبہ آگرہ سے چھپا۔ مگر اس پر سنہ اشاعت مرقوم نہیں ہے۔ تعارفی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

طبع ثانی کے سرورق پر بھی طبع اوّل کے جیسے ہی قرآنی آیات سب سے اوپر مرقوم ہیں، اس کے بعد صاحب کتاب کا نام بعینہٖ طبع اوّل کے مطابق تحریر ہے:

''از تالیفات النحر الفہامہ الحبر العلامہ حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب مدرس اوّل و مہتمم مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔''

طبع ثانی کے سرورق کی اس تحریر کا یہ جملہ ''مہتمم مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم'' کے داخلی شہادت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوجاتی ہے کہ اس زمانے کی دوسری اشاعت بھی مصنفِ کتاب کی حیات میں ہوئی ہے، یعنی صاحب کتاب کے انتقال ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء سے پہلے۔ اس کے بعد کتاب کا نام ہے۔ اس اشاعتِ ثانی کے تصحیح و اہتمام کے متعلق تحریر ہے:

''بہ تصحیح و اہتمام مولانا مولوی ولایت علی صاحب اکبرآبادی صانہ اللہ عن شر کل عینی دعوی باجازت افضل الفضلاء و اکمل العلماء جناب مؤلف موصوف دام برکاتہم۔''

''در مطبع ریاض ہند آگرہ باہتمام محمد عنایت علی خان زیور طبع رسید بود۔''

اسی سرورق پر دائیں جانب نیچے طبع ثانی ۱۵۰۰ جلد اور اسی کے مقابل بائیں جانب ''حق تالیف محفوظ ہے'' لکھا ہوا ہے۔

تصحیح کے ضمن میں ذکر شدہ عبارت ''باجازت افضل الفضلاء و اکمل العلماء جناب مؤلف موصوف دام برکاتہم'' سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس رسالے کا دوسرا ایڈیشن (یعنی طبع ثانی ۱۵۰۰ کی تعداد میں) مصنف کتاب کی حیات ہی میں شائع ہوا ہے۔ پہلی اشاعت ایک ہزار کی تعداد میں چھپی تھی اور دوسری اشاعت پندرہ سو کی تعداد میں شائع ہوئی، جس سے اس کتاب کی عوامی مانگ اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ طبع ثانی میں کل صفحات ۶۴ ہیں۔ طبع ثانی کی ترتیب طبع اوّل سے کچھ مختلف ہے۔ طبع ثانی میں صاحب کتاب کا پیش لفظ حذف کردیا گیا ہے۔ طبع اوّل میں پیش لفظ ہے۔ پہلے شرائط پر مشتمل اشتہار کو طبع ثانی میں صفحہ ۶۲ پر کتاب کے آخری سوال کا جواب لکھ کر آخر میں تمت بالخیر کے بعد شامل کیا گیا ہے۔ طبع اوّل میں جو فہرست رسالہ کے آخر میں شامل کی گئی تھی اس توضیحی فہرست کو طبع ثانی میں شروع میں شامل کیا گیا ہے جو سرورق کے بعد صفحہ نمبر ا سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ نمبر ۴ پر تمام ہوتی ہے۔ متن کتاب کی شروعات صفحہ ۵ سے ہوتی

ہے اور صفحہ ۶۲ پر دو سطر سے تیسری سطر میں تمت بالخیر پہ ختم ہو جاتی ہے۔ طبع اول میں ابتداء میں گلابی رنگ پہ شائع سات شرائط پر مشتمل استہار طبع ثانی کے صفحہ ۶۲ کے تمت کے بعد شائع ہوئی ہے جو اسی صفحہ پہ تمام ہوتی ہیں۔ اس طبع ثانی کے صفحہ ۶۴ جو آخری صفحہ ہے اس پر محمد ولایت علی مدرس فارسی مدرسہ مفید عام آگرہ ساکن محلہ کچہری گھاٹ کا مشتہر ایک کتاب کا اشتہار ہے۔ طبع ثانی کی کتابت طبع اوّل سے زیادہ بہتر ہے اور صاف ہے۔

طبع ثالث: اس کتاب کی تیسری اشاعت کے متعلق ڈاکٹر محمد آصف حسین لکھتے ہیں:

''تیسری مرتبہ یہ کتاب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوش سے ماہ نامہ 'السواد اعظم' میں ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/ اگست ۱۹۲۱ء (سے) قسط وار شائع کی گئی۔''(۱)

ڈاکٹر محمد آصف صاحب کی کتاب میں کمپوزنگ کی غلطی سے ۱۹۲۱ء کے بجائے ۱۹۲۰ء کمپوز ہو گیا ہے۔ میں نے سنہ عیسوی کو مذکورہ بالا حوالے میں درست کر دیا ہے۔ مصنف کے انتقال کے تقریباً دس سال بعد تیسری بار مذکورہ ماہ نامے میں بالاقساط شائع ہونا بھی کتاب کی مقبولیت کی ایک واضح دلیل ہے۔

تقسیم ہند کے بعد مسلمانانِ ہند قیامتِ صغریٰ سے دو چار ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد بھی ان حالات سے متاثر ہوا۔ اس لیے مجھے یہاں ماہ نامہ 'السواد اعظم' کی فائلیں دستیاب نہیں ہو سکیں، ورنہ کتنی قسطوں میں اور کس سال تک چھپا اس کی تفصیل سے بھی آگاہ کرتا۔

* * * * * *

---

(۱) صدر الافاضل اور فن شاعری، ص ۹۳

تعارفِ مصنف

بحر العلوم حضرت علامہ مولانا شاہ محمد گل خاں قادری کابلی

خلیل احمد رانا (پاکستان)

بحر العلوم، امام المنثور والمنظوم، قدوۂ اصحاب تحقیق، عمدۂ ارباب تدقین، استاذ الاساتذہ، فخر الجہابذہ، حضرت علامہ مولانا الحاج المولوی شاہ محمد گل خان قادری ولایتی (۱) ابن سید احمد خاں کابلی ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء میں (کابل، افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ علوم معقولات آپ نے مولوی محمد مشک عالم سے پڑھے، علم ہندسہ مولوی محمد نصر اللہ صاحب غزنوی سے حاصل کیا اور علم عروض وقوافی، رمل، نجوم، فقہ، حدیث، تفسیر، کلام، اصول وغیرہ مختلف ممالک میں اساتذۂ کرام سے اخذ کیے۔ علم ادب، نظم ونثر وبلاغت مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) سے حاصل کیا (۳) عارف باللہ مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (۴) کے بھی شاگرد رہے۔ (۵) حدیث وتفسیر کی سند واجازت شیخ العلما علامہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۶) سے حاصل کی۔ فقہ واصول فقہ زیادہ تر اپنی ہی ولایت (وطن) میں پڑھا۔ علم اصول حدیث حضرت شیخ محمد مکی کتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۷) سے پڑھا۔ (۸)

صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری (مہتمم جامعہ حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، ضلع اوکاڑا، پاکستان) لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ محمد گل نے شیخ محمد مکی کتبی خلوتی علیہ الرحمہ سے حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم اسلامیہ کے علاوہ اوراد ووظائف، مسلسلات اور کلمۂ طیبہ کی سند واجازت

حاصل کی، یہ تمام اسناد مطبوعہ ''ثبت نعیمی'' میں محفوظ ہیں۔(۹)

علم حدیث کی سند شیخ محمد حسین مکی (کتبی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء سے بھی حاصل کی (۱۰)

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی (کراچی) لکھتے ہیں:

''آپ کا سلسلۂ حدیث براہِ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے۔ برصغیر پاک وہند کے دوسرے سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے۔''(۱۱)

علوم کی تحصیل وتکمیل، حج بیت اللہ، مدینہ طیبہ اور دیگر مقامات کی زیارت سے مشرف ہو کر سیر وسیاحت پر مائل ہوئے اور جانب ہندوستان تشریف لائے۔ ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں مراد آباد تشریف لائے اور ''مدرسہ امدادیہ'' کے مدرّس مقرر ہوئے۔(۱۲) بعد ازاں اسی مدرسہ کے مہتمم ہوگئے۔(یہ مدرسہ سر سید احمد خاں کے مخالف ڈپٹی امداد علی نے قائم کیا تھا)(۱۳) آپ کی سجع مہر کی عبارت یہ ہے:

''شگفتہ محمد گل بے نظیر''(۱۴)

مرزا نصیر الدین محمد نبیرہ مولوی عبد القادر خان (متوفّی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء، مدفون، مراد آباد) نے ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء میں مراد آباد (صوبہ اتر پردیش) کے حالات قلم بند کیے۔ مدرسہ امدادیہ کے متعلق علمائے مراد آباد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''مولوی محمد گل مدرسہ اسلامیہ امدادیہ کے مہتمم اور کابل کے رہنے والے ہیں، ان کی ذات فائز البرکات سے مدرسہ اسلامیہ مراد آباد کی رونق وترقی ہے۔ عالمِ باعمل اور علما کی جماعت میں بے مثال وبے بدل ہیں۔ ان کے فیوضات کی بدولت ہر سال مجمع علما میں چار پانچ آدمی (فارغ التحصیل طلبہ) دستار فضیلت اور خلعت استغنا وقابلیت سے مشرف ہوتے ہیں۔ مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے۔ ریاست رام پور اور دوسرے مسلمانوں سے مدرسہ کی امداد کے لئے جو کچھ ملتا ہے نہایت امانت اور دیانت سے مدرسے کے

کام میں حبہ حبہ خرچ کردیتے ہیں۔ خدا اور رسول کے بعد بزرگان دین اور اولیائے کاملین کے آثار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیرات، طعام مسکین، تقسیم شیرینی، حلوا برائے ثواب رسانی میت یا ارواح بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اہل حدیث کی طرح کفر و بدعت نہیں کہتے ہیں۔ بہت صاف دل اور غیر متعصب ہیں، یگانہ و بے گانہ کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ تقلید کے حامی ہیں، غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں، صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان کو بربط و طنبور و نغمہ و غزل پر حال آئے۔ اس قسم کے افعال کو مذموم، نا مشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔" (۱۵)

حضرت صدرالافاضل مولانا مفتی حکیم محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۶) جب اپنے والد ماجد مولانا معین الدین نزہت علیہ الرحمۃ (۱۷) اور مولانا حکیم ابوالفضل فضل احمد امروہوی علیہ الرحمہ (۱۸) سے ابتدائی کتابیں پڑھ چکے تو مولانا ابوالفضل صاحب علیہ الرحمہ، حضرت صدرالافاضل کو (اسی مدرسہ امدادیہ میں) جامع معقول و منقول، حاوی فروغ و اصول، شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صاحبزادے نہایت ذکی و فہیم، صاحب فہمِ مستقیم ہیں۔ (درس نظامی کی کتاب) "ملا حسن" تک پڑھ چکے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی حضرت سے تکمیل کریں۔ حضرت نے قبول فرمایا۔ حضرت صدرالافاضل نے منطق، فلسفہ، اقلیدس اور دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب سے فرمائی۔ صرف انیس سال کی عمر میں تمام فنونات و دینیات سے فراغت پائی۔ ایک سال مشق فتویٰ نویسی و روایت کشی کی مشق فرمائی۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں بیس سال کی عمر میں دستار بندی ہوئی۔ مدرسہ امدادیہ میں نہایت تزک و احتشام سے جلسہ منعقد ہوا۔ (۱۹)

علمائے اہل سنت مولانا شاہ محمد گل صاحب کو اپنے مدارس کی سالانہ تقریبات میں مدعو کیا کرتے تھے۔ مولانا سید محمد حسین سید پوری بدایونی (متوفی ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) لکھتے ہیں:

''میں نے ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ ر ۱۸۹۷ء کو بمقام 'آنولہ' (ضلع بریلی) میں بتقریب جلسہ ودستار بندی میں مولانا شاہ محمد گل قادری (علیہ الرحمہ) سے ملاقات کی۔'' (۲۰)

حضرت مولانا شاہ محمد گل کابلی مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ محمد مکی کتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صاحب اجازت تھے۔

حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین (علیہ الرحمۃ) کے آپ سے بیعت ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت صدرالافاضل جب بیعت ہونے کی جستجو میں پیلی بھیت (یوپی) میں حضرت شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲۱) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ جی میاں صاحب بڑی محبت وکرم سے پیش آئے اور فرمایا:

''میاں! مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں، میں مرادآباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، آپ جس ارادہ سے آئے ہیں آپ کا حصہ وہیں ہے۔''

حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ مرادآباد واپس آئے تو حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''شاہ جی! میاں کے (یہاں سے) ہو آئے ہو، اچھا پرسوں جمعہ ہے، نماز فجر کے بعد آیئے تو آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا۔''

تیسرے روز جمعہ کے بعد نماز فجر حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو قادری سلسلہ میں بیعت فرمایا۔ (۲۲)

مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن کا سلسلۂ روایت واجازت مولانا شاہ محمد گل کابلی مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے شیخ محمد مکی کتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ انہوں نے آپ کا قادری شجرۂ طریقت مکمل اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ (۲۳)

اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑا (پاکستان) کے موجودہ سرپرست مولانا مفتی صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی جن سلاسل صوفیہ میں مجاز ہیں ان میں قادری سلسلہ دو واسطوں سے مولانا شاہ محمد گل قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ چناں چہ انہوں نے آپ کا مکمل شجرۂ طریقت عربی نثر، اردو نثر، اردو نظم اور پنجابی میں اپنے دیگر شجرہ ہائے طریقت کے ساتھ یکجا شائع کیا ہے۔ مولانا شاہ محمد گل قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کا اتصال اس طرح ہے:

''مولانا محمد محب اللہ نوری عن مولانا محمد نور اللہ سالموی بصیر پوری عن مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی عن مولانا محمد گل کابلی مرادآبادی۔'' (٢٤)

حضرت مولانا شاہ محمد گل قادری علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل تصنیفات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

(١) "ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ"۔ (٢٥)

(٢) ''دعائے برکت بر طعام ضیافت، دعائے اموات بروز جمعرات'' (٢٦) ❁

(٣) "اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم و جهول"

(٤) "لؤلو المنثور فی مدح والی رامفور" وغیرہ۔ (٢٧)

مولانا شاہ محمد گل قادری کابلی مرادآبادی علیہ الرحمہ کا انتقال ١٣٣٠ھ/ ١٩١٢ء میں مرادآباد میں ہوا۔ ''رواح محمد گل بستان جنۃ'' سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ (٢٨)

❁ یہ کتاب بھی ہمیں دستیاب ہو گئی ہے جدید طباعت و اشاعت کا انتظار کریں علاوہ ازیں آپ کی مزید دو کتابوں کا ذکر ڈاکٹر محمد آصف حسین صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے

(٥) براھین بینہ بر اثبات نذور معینہ

(٦) اشرف البراھین المعھودۃ علی حرمت الغرابین الھندیہ

(صدر الافاضل فن شاعری۔ ڈاکٹر محمد آصف حسین۔ اشاعت اگست ٢٠١٧ء۔ ناشر مولف، ص ٩٢، ٩٣)

(نوشاد عالم چشتی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے یہ تاریخ وصال تحریر فرمائی:

(۱) لِیُهْنِ ضلالُ النَّجْدِ قِلَّةَ ذِلَّتِهٖ
بموتِ محمدُ گل وغَیْبَةِ هَیْبَتِهٖ

(۲) فموتُ هُداةِ الدِّیْنِ فِی الدِّیْنِ ثُلْمَةٌ
کَمَا فِیْ حدیثٍ لَاانْسِدادَ لِثُلْمَتِهٖ

(۳) مُرِیْدُ مُرَادابَادِنا لَوْ مُرَادُهُمْ
وَ لٰکِنْ مَّضَتْ لِلدِّیْنِ وَعدةُ نُصْرَتِهٖ

(۴) فَلَا تَفْرَحُوْا یَاأنْوْرُ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ
فَلَیْسَ اِلٰهَ الْحَقِّ مُخْلِفَ وَعْدَتِهٖ

(۵) اَلَیْسَ نَعِیْمُ الدِّیْنِ غُصَّةَ حَلْقِکُمْ
یُمَدِّدُ شَمْلَ الضَّالِّیْنَ بِصَوْلَتِهٖ

(۶) مَضٰی الْوَرْدُ اَبْقَی اللهُ ذَا الزَّهْرِ بَاسِمًا
وَدَامَ نَعِیْمُ الدِّیْنِ غَضًّا بِزَهْرَتِهٖ

(۷) یَقُوْلُ الرِّضَا فِیْ عَامِ رِحْلَةِ حَبِّهٖ
رَوَاحُ مُحَمَّدْ گل بِبُسْتَانِ جَنَّتِهٖ

۱۳۳۰ھ(۱۹۱۲ء)

(۱) نجد کے گمراہوں کو اپنی ذلت و رسوائی کی کمی مبارک ہو کہ اب محمد گل کا وصال ہو چکا ہے اور ان کی با ہیبت شخصیت پس پردہ جا چکی ہے۔

(۲) کیونکہ دین کے رہنماؤں کا وفات پا جانا دین میں ایسا رخنہ ہے[۲۹] کہ اس کا خلا کبھی پر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

(۳) ہمارے مراد آباد کا ارادہ کر کے آنے والا اگر ان کی مراد ہے تو جی ہاں لیکن اس

دین حق کے لئے اس کی مدد و نصرت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

(۴) تو اے قوم بور (یعنی تباہ و برباد اور ہلاک ہونے والے فرقہ والو!) تم اپنے غیظ وغضب میں مرو، زیادہ خوشیاں نہ مناؤ، کیونکہ معبود برحق اپنے وعدہ کا خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) کیا (ان کے جانشین) نعیم الدین تمہیں شکست فاش دینے والا نہیں ہے؟ جو حملہ آور ہو کر اپنے قہر و سطوت سے گمراہوں کی جماعت کو منتشر کر دیتے ہیں۔

(۶) وہ پھول چلا گیا، اللہ تعالیٰ اس کلی (شگوفے) کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے اور نعیم الدین اپنی آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ تر و تازہ رہے۔

(۷) اپنے پیارے کے سال رحلت پر احمد رضا کہتا ہے: ''محمد گل باغ جنت میں جا مہکے'' (ترجمہ اشعار مولانا محمد اسد اللہ نوری)

[**مرقد اقدس:**۔۔سفر آخرت کے عنوان سے ڈاکٹر محمد آصف حسین لکھتے ہیں۔

''علم و فضل کا یہ آفتاب عالم تاب مارچ ۱۹۱۲ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۰ھ میں غروب ہوا، اور اپنے پیچھے حزم واحتیاط اور ورع و تقویٰ کے ذریں نقوش چھوڑ گیا۔ سال وصال محقق ہے لیکن تاریخ وصال کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ چوں کہ ہر سال (آپ کے) عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہے اور ۲۲ ربیع الاول کو وصالی قل ہوتا آیا ہے۔ لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ یہی حضرت کی تاریخ وصال ہے۔

مرادآباد کی مشہور قلعے والی مسجد میں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ جہاں سے روحانیت کے سرچشمے جاری ہیں اور ہزاروں بندگان خدا فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دکھ درد کے ماروں اور سحر و آسیب میں مبتلا لوگوں کا ہجوم ہر وقت دیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ کی بے شمار کرامات کا مشاہدہ لوگوں نے کیا ہے۔ راقم الحروف بھی کئی کرامات کا شاہد ہے۔ (صدر الافاضل اور فن شاعری ڈاکٹر محمد آصف حسین، ص ۸۷) چشتی]

حواشی وحوالہ جات

(۱) گزشتہ صدی میں ولایت افغانستان سے ہجرت کر کے آنے والے علمائے کرام کے نام کے ساتھ ''ولایتی'' لکھا جاتا تھا۔

(۲) مولانا فیض الحسن قرشی، حنفی، چشتی (صابری) سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء میں سہارنپور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء) مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) اخوان صاحب ولایتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اخوند شیر محمد) سے اکتسابِ علم کیا۔ مشقِ سخن مولانا امام بخش صہبائیؔ (متوفی ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء) سے کی۔ نواب مصطفی خاں شیفتہؔ (متوفی ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) حکیم مومن خان مومنؔ (متوفی ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) استاد ابراہیم ذوقؔ (۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء) اور مرزا غالبؔ (متوفی ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء) سے صحبت رہی۔ ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ چشتی صابری مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) سے بیعت کی تھی۔ بالالتزام دلائل الخیرات شریف پڑھتے تھے، لاہور میں جب تک رہے، ہر جمعہ کو بلا ناغہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۴۶۵ھ/ ۱۰۷۲ء) کی درگاہ میں بیٹھ کر دس ہزار بار درود شریف کا ورد کرتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے بہت بڑے فاضل تھے۔ مولانا عبدالسمیع بے دل رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) کی مشہور کتاب 'انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ'' پر آپ کی تقریظ موجود

ہے۔ بہت سی تصانیف ان کے علم وفضل کی یادگار ہیں۔ ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ/ ۶ فروری ۱۸۸۷ء کو لاہور میں انتقال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:

(الف) ''اساتذۂ امیر ملت'' محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء

(ب) ''تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور''، پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

(۳) مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (مولوی سید محمد حسین سید پوری بدایونی (متوفی ۱۹۱۸ء) تلخیص پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی (متوفی ۱۹۸۳ء) مشمولہ سہ ماہی ''العلم'' کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴۹

(۴) حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۱/ رمضان المبارک ۱۲۰۸ھ/ ۲۲/ اپریل ۱۷۹۴ء کو قصبہ ملانواں ضلع ہردوئی (یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ مولانا نورالحق فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۲۲ء) سے ابتدائی کتب درسیہ لکھنؤ میں پڑھیں، پھر دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حدیث کی سند لی۔ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء میں آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ ۲۲/ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ/ ۱۲/ ستمبر ۱۸۹۵ء کو گنج مرادآباد ضلع اناؤ (یوپی) میں وصال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:

(الف) تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، ابوالحسن علی ندوی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۵ء

(ب) تذکرۂ محدث سورتی، خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ، کراچی ۱۹۸۱ء

(۵) حاشیہ وقائع نصیر خانی، ضمیمہ علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم، ترجمہ: مولوی معین الدین افضل گڑھی، ترتیب وحواشی: پروفیسر محمد ایوب قادری، مطبوعہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۹۵

(۶) علامہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء میں شہر مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور اعلیٰ مناصب ہر اعتبار سے علمائے مکہ کے سرتاج تھے۔ عرب وعجم کے لاتعداد اکابر علما نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ سے روایت حدیث میں اسناد حاصل کیں۔ وہابیہ کے رد میں کتابیں لکھیں۔ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ (الاعلام، خیر الدین زرکلی، جلد ۱، ص ۱۲۹ مطبوعہ بیروت، لبنان، ۱۹۹۹ء)

(۷) شیخ سید محمد مکی کتبی، بن محمد صالح کتبی، بن محمد بن حسین کتبی رحمہم اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ ظاہری وباطنی علوم اپنے والد ماجد شیخ سید محمد صالح بن محمد کتبی مصری مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۴۵ھ-۱۲۹۵ھ/ ۱۸۳۰ء-۱۸۷۸ء) سے حاصل کیے۔ شیخ العلما علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ سید ابوالمحاسن محمد بن خلیل قاوقجی طرابلسی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۲۴ھ/ ۱۳۰۵ھ-۱۸۰۹ء/۱۸۸۸ء) سے بھی تعلیم حاصل کی۔ سلسلۂ خلوتیہ اور دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی، والد ماجد کے وصال کے بعد شیخ مصطفیٰ بن علی مرغشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ قادریہ میں اخذ فیض کیا۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں مکہ مکرمہ میں وصال کیا اور قبرستان المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:

مکہ مکرمہ کے کتبی علما، عبدالحق انصاری، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا، پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۳۵ تا ۳۸

(۸) مظہر العلماء، مولوی محمد حسین سید پوری بدایونی، تلخیص: پروفیسر محمد ایوب قادری، مشمولہ سہ ماہی 'العلم' کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۹۴

(۹) مکہ مکرمہ کے کتبی علما، عبدالحق انصاری، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ضلع اوکاڑا، پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۵

(۱۰) مظہر العلماء، مولوی محمد حسین سید پوری بدایونی، مشمولہ سہ ماہی 'العلم' کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴۹

(۱۱) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۴۹

(۱۲) مظہر العلماء، مولوی محمد حسین سید پوری بدایونی، مشمولہ سہ ماہی 'العلم' کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴۹

(۱۳) حاشیہ وقائع نصیر خانی، نصیر الدین محمد، ضمیمہ علم وعمل، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، جلد ۲، ص ۹۵ (محشی پروفیسر محمد ایوب قادری)

(۱۴) مظہر العلما (تلخیص) مشمولہ سہ ماہی 'العلم' کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۹۴

(۱۵) وقائع نصیر خانی، ضمیمہ علم وعمل، کراچی، ۱۹۶۱ء، جلد ۲، ص ۹۵

(۱۶) صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی بن مولانا معین الدین نزہت بن مولانا امین الدین راسخ بن مولانا کریم الدین آزاد ✲ ۲۱ رصفر المظفر

✲ صدر الافاضل کے پردادا مولانا مولوی کریم الدین کا تخلص ''آزاد'' نہیں بلکہ ''آرزو'' تھا۔ آپ شاعری میں قتیل دہلوی کے شاگرد تھے کچھ اہل قلم نے آپ کا تخلص ''آرزو'' کے بجائے ''آزاد'' لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ''علم وعمل'' جلد اول، ۱۴ مترجم ڈاکٹر ایوب قادری۔ ''توقیر سخن'' از ڈاکٹر محمد آصف حسین مرادآبادی ص ۵۲۔ محترم محمد انصار اللہ صاحب معروف شاعر امیر مینائی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔
شاگرد میاں نجیب شاہ خلف سید عطاء النبی ساکن قصبہ شاہ آباد، شاگرد مولوی غلام محی الدین ہوش برادر مولوی کریم الدین آرزو، نظم ونثر اردو اور فارسی دونوں میں بصیرت رکھتے تھے ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء میں قضا کی۔
ہوش اور آرزو دونوں بھائی مرادآباد کے استادوں میں شمار ہوتے تھے۔
(تاریخ ادب اردو، محمد انصار اللہ۔ سن اشاعت ۲۰۱۲ء۔ ناشر قومی کونسل فروغ اردو، نئی دہلی، ص ۵۹۔ (نوشاد عالم چشتی)

۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء کو مراد آباد (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید کے حافظ ہوئے۔ اردو، فارسی کی ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ ملا حسن تک درس نظامی مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھا، مولانا شاہ محمد گل خان قادری سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دستار بندی ہوئی۔ سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ محمد گل خان علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے ہی آپ کو اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء) کے سپرد کیا۔ آپ سے خلافت واجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی خلافت واجازت تھی۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں ''مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت'' کی بنیاد رکھی، بعد میں ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۲ء میں اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' قرار پایا۔ بیس سے زائد کتب ورسائل تصنیف کیے۔ ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مراد آباد میں انتقال کیا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:

(الف) ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' مرتبین محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء۔

(ب) تذکرہ علمائے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ

(۱۷) استاذ الشعراء، حضرت مولانا محمد معین الدین نزہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء کو مراد آباد (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ پرانی وضع کے مقدس عالم اور بزرگ شخصیت تھے۔ آپ ملک الشعراء، نواب مہدی علی خاں ذکی مراد آبادی (متوفی ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء) کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ذکی کے شاگردوں میں مولانا کفایت علی کافیؔ شہید (متوفی ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء) مولانا محمد حسین تمناؔ مراد آبادی (متوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء) نواب شیر علی خاں تنہاؔ بہت مشہور

ہیں۔ حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ حضرت صدرالافاضل نے جب دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی تو آپ نے دستار بندی کی تاریخ تحریر فرمائی:

ہے میرے پسر کو طلبا پر وہ تفضّل
سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہتؔ، نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے
دستار فضیلت کی ہے تاریخ 'فضیلت'
۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء)

آپ کے ہزاروں شاگرد ہوئے۔ اسی (۸۰) سال کی عمر میں چار دن بخار میں مبتلا رہ کر نفی اثبات کا ذکر کرتے ہوئے جمعہ مبارک کے دن ۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ یکم جون ۱۹۲۱ء کو مرادآباد میں وصال فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز جن دنوں بھوالی (ضلع نینی تال) میں بہ سبب علالت قیام پذیر تھے، حضرت مولانا محمد معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر جب ان کے پاس کوہ بھوالی پہنچی تو آپ نے فوراً حسب ذیل مکتوب گرامی صدرالافاضل علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام تعزیت میں ارسال فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المبجل، المکرم، ذی المجد و الکرم
حامی السنن، ماحی الفتن جعل کاسمہ نعیم الدین
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَ مَا اَعطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ، وَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ. غَفَرَ اللّٰہُ لِمَوْلَانَا مُعِیْنِ الدِّیْنِ، وَ رَفَعَ کِتَابَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَبَیَّضَ وَجْھَہٗ یَوْمَ الدِّیْنِ، وَاَلْحَقَہٗ بِنَبِیِّہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ اَجْمَلَ صَبْرَکُمْ وَاَجْزَلَ اَجْرَکُمْ وَجَبَرَ کَسْرَکُمْ وَ رَفَعَ قَدْرَکُمْ. اٰمِیْن۔

(تعزیت کا) یہ پر ملال کارڈ روز عید آیا، میں نماز پڑھنے نینی تال گیا ہوا تھا، شب کو بے خواب رہا تھا اور دن کو بے خور وخواب اور آتے جاتے ڈانڈی میں چودہ میل کا سفر، دوسرے دن بعد نماز صبح سو رہا، سوکر اٹھا تو یہ کارڈ پایا، اسی وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں، ایک بے تکلف قرآن عظیم سے اور ان شاء اللہ تعالیٰ فال حسن ہے، دوسری حسب فرمائشِ سامی فارسی میں، مگر دو شعر کے لئے فرمایا تھا، یہ پانچ ہوگئے اور مادے میں ایک کا تخرجہ کرنا ہوا، جس کا میں عادی نہیں مگر اس میں کوئی لفظ قابل تبدیل نہ تھا، لہٰذا یوں ہی رکھا اور اسی روز سے مولانا مرحوم کا نام تابقائے حیات ان شاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصال ثواب کے لئے داخل وظیفہ کرلیا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے، مگر دنیا میں ان سے ملنے کی حسرت رہ گئی۔ مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیر لوائے سرکار غوثیت ملائے۔ اٰمین۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔

تاریخ از قرآن عظیم: رزق ربك خیر ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء)

دیگر

یک شہادت وفات در رمضاں
مرگ جمعہ شہادتِ دگر است
مرض تپ شہادت سومیں

بہر ہر سہ شہادت خبر است

در مزار ست چشم وا یعنی

پئے دیدار یار منتظر است

مردہ ہرگز نہ معین الدین

کہ ترا چوں نعیم دیں پسر است

از رضا سال بے سر اہمال

قرب صدق ملیك مقتدر ست

۱۳۴۰-۱=۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء)

شب عید کی بے خوابی اور دن کو بے خورو خواب اور دوہرے سفر کا پیچ و تاب، اس کے سبب کل شام تک حالت ردی رہی، میں قابل حاضری ہوتا تو سر سے چل کر مزار کی زیارت اور آپ کی تعزیت کرتا، مصطفیٰ رضا کل بریلی گئے، میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لئے حاضر خدمت ہوں، کل شام تک طبیعت کی بہت غیر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی اور آج اتوار تھا، لفافہ نہ مل سکتا تھا، اب حاضر کرتا ہوں۔

والسلام مع الاکرام، سب احباب کو سلام

فقیر احمد رضا

شب پنجم، شوال مکرم ۱۳۳۹ھ/ (۱۹۲۱ء) از بھوالی

(حیات صدر الافاضل، مولانا مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی مرادآبادی مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۱۷۳ تا ۱۷۶)

(ماہ نامہ جہان رضا، لاہور، شمارہ جنوری ۱۹۹۸ء)

(۱۸) حضرت مولانا حکیم ابو الفضل احمد امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے مقدس بزرگ تھے کہ بیس سال مسجد چوکی حسن خاں مرادآباد کے حجرہ میں قیام فرمایا، وہیں مطب فرماتے تھے، ایسے مہذب کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا تو کیا معنی کسی

سے نظر ملا کر بھی کلام نہ فرماتے، ہمیشہ نگاہ نیچی رہتی، تمام محلہ حضرت کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا معتقد تھا، نعت شریف سے عشق تھا، ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد چوکی حسن خاں میں نعت شریف کی محفل ہوتی، جس میں امیر و غریب تمام لوگ شرکت کرتے، نعت کا یہ جلسہ ابھی تک جاری ہے اور نعت خواں اب بھی بعد نماز جمعہ یہاں آکر نعت شریف پڑھتے ہیں۔

(''حیات صدر الافاضل'' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۵)

(۱۹) حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء، ص ۵

(۲۰) مظہر العلماء، مشمولہ سہ ماہی العلم کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴۹

(۲۱) حضرت شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء کو پیلی بھیت (یوپی) کے محلہ منیر خاں میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں حضرت سید احمد علی شاہ رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء) سے بیعت ہوئے۔ پیلی بھیت کی سرزمین پر جو عارفانِ کامل اور صاحبانِ کشف و کرامات گزرے ہیں ان میں حضرت شاہ محمد شیر میاں پیلی بھیتی کو شہرت دوام حاصل ہے۔ آپ کا وصال ۵/ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۷ء کو ہوا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے:

''تذکرہ محدث سورتی'' خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۱ء

(۲۲) حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۷

(۲۳) مکہ مکرمہ کے کتنی علما، عبد الحق انصاری، مطبوعہ بصیر پور ضلع اوکاڑا، ص ۳۶

(۲۴) ایضاً، ص: ۳۶

(۲۵) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی (کراچی) لکھتے ہیں:

''فاضل ممدوح کے عشق و محبت اور علمیت و فقاہت کی ایک جھلک ان کی تالیف ''ذخیرۃ العقبی فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ'' مطبوعہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں نظر

آتی ہے۔" (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۹)

(۲۶) ایک مرتبہ برقی پریس مراد آباد میں چھپی، دوسری مرتبہ ۲۰۰۲ء میں ادارہ ضیاء السنۃ، جامع مسجد شاہ سلطان کالونی، ریلوے روڈ ملتان (پاکستان) سے شائع ہوئی۔

(۲۷) مظہر العلماء، مشمولہ سہ ماہی 'العلم' کراچی شمارہ، اکتوبر تا دسمبر 1981ء ص ۴۹

(۲۸) وقائع نصیر خانی، ضمیمہ علم و عمل، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء ص ۹۵

(۲۹) ماہنامہ پاسبان الہ آباد، یوپی، امام احمد رضا نمبر، شمارہ مئی جون ۱۹۶۲ء مطبوعہ باردوم، رضا اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۱ء ص ۱۶۵

(ماخوذ: ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور، پاکستان۔ ص ۱۵ تا ۲۲ شمارہ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ فروری ۲۰۰۴ء)

نوٹ: تعارف مصنف کے قلم کار محترم جناب خلیل احمد رانا صاحب کے اس مضمون میں خاکسار نے کئی جگہ جدید دریافت شدہ حوالوں کی روشنی میں اضافہ و اصلاح کیا ہے۔ رانا صاحب نے کئی جگہ صرف سن ہجری یا سن عیسوی دیا تھا بعض مقامات پر دونوں سنین کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے مضمون میں یکسانیت کو برقرار رکھنے کے لئے سن ہجری یا سن عیسوی میں جو چھوٹا تھا اس کو مکمل کر دیا ہے۔ رانا صاحب نے بحر العلوم حضرت علامہ مولانا شاہ محمد گل خاں قادری کابلی علیہ الرحمہ کی صرف چار تصنیفات کا ذکر کیا ہے راقم نے مزید دو کتابوں کے ذکر کا اضافہ کیا ہے۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے پردادا حضرت مولانا مولوی کریم الدین صاحب کا تخلص رانا صاحب نے "آزاد" لکھا ہے جو دستاویزی شواہد کی روشنی میں درست نہیں تھا۔ دستاویزی ثبوت کی روشنی میں راقم نے اس کی اصلاح کر دی ہے اور "آزاد" کے بجائے "آرزو" تخلص بحوالہ لکھ دیا ہے، جو حاشیے میں حضرت مولانا کے ذکر کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔

رانا صاحب نے حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں صاحب قادری کابلی علیہ الرحمہ کے انتقال کا ذکر تو کیا تھا مگر رحلت و سفر آخرت اور آپ کے مرقد اقدس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ راقم نے مرقد اقدس کے عنوان سے آخر میں ڈاکٹر محمد آصف حسین صاحب کی کتاب سے بحوالہ لکھ کر اس خلا کو پُر کر دیا ہے۔ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد گل خاں قادری کابلی علیہ الرحمہ کے تعارف پر اردو زبان میں جناب خلیل احمد رانا صاحب کی اس تحریر کو اولیت حاصل ہے اسی کے پیش نظر اس مضمون کو تعارف مصنف کے لئے اس کتاب میں رانا صاحب کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔ (نوشاد عالم چشتی)

مجلسِ میلادِ مصطفیٰ

المعروف

ذخیرۃ العقبیٰ
فی
استحباب مجلسِ میلاد المصطفیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى حَبِيۡبِهِ الۡكَرِيۡمِ

١-سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں ملکِ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قریہ میں لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں، اور اس مجلس میلاد شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور یومِ پیدائش کا بھی بیان ہوتا ہے۔ آیا یہ بیان ازروئے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟ جواب آیات اور احادیث سے دیا جائے۔ بینوا، توجروا، ھوالمصوب۔

الجواب: میلاد شریف کا انعقاد، ازروئے شرع شریف جائز اور حدیث شریف کے موافق درست ہے۔ چناں چہ امام ترمذی نے من جملہ ابواب مناقب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک باب جداگانہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد شریف کے بیان کے لیے باندھا ہے۔ لہٰذا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو احادیث میں بیان شدہ مناقب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت سمجھے ورنہ وہ شخص (خود) بدعتی اور اسلام سے خارج ہوگا۔ اور وہ (ترمذی شریف میں بیان شدہ) باب یہ ہے:

بَابُ مَاجَاءَ فِيۡ مِيۡلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:

عَنِ الۡمُطَّلِبِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ قَيۡسِ بۡنِ مَخۡرَمَةَ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ جَدِّهٖ قَالَ: وُلِدۡتُ اَنَا وَرَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَامَ

الْفِيْلِ، قَالَ وَسَأَلَ عُثْمَانُ بنُ عَفَّانَ قُبَاثَ بنَ أُشَيْمَ أَخَابَنِي يَعْمُرَبنِ لَيْثٍ، أَنت أَكْبَرُ أَمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا اقدَمُ مِنهُ فِي الْمِيْلَادِ (۱)

(قال ابو عيسىٰ: هٰذا حديث حسن غريب لانعرفه الامن حديث محمد بن اسحق)

''یہ باب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلادالنبی (ولادت باسعادت) کے بیان میں ہے۔

حضرت قیس بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے، عثمان ابن عفان نے قبیلۂ بنویعمر بن لیث کے ایک شخص قباث ابن اُشیم سے دریافت کیا کہ: تمہاری عمر زیادہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔''

اور نیز صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ کی روایت سے ایک ایسی حدیث مروی ہے جو محدثین کے نزدیک درایتاً وروایتاً صحیح ہے۔ اس حدیث شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا دن بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے:

"عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الانصاری رضی الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عن صومِ الْإِثْنَيْنِ، فَقَالَ: فِيْهِ

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رقم الحدیث: ۳۶۲۸) ص ۸۴۷

وُلِدتُ و فیہ اُنزِلَ عَلَیَّ۔"(۱)

''حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے تعلق سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسی دن میں پیدا ہوا۔ اور اسی دن مجھ پر (پہلی) وحی نازل کی گئی۔''

۲-سوال: جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف اور ہجرت کا بیان بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: یہ دونوں امر ابواب شمائل اور اخلاق نبوی کے بیان میں ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے توریت میں بھی یہ بیان کیا ہے، اس لیے کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جو احادیث شمائل نبوی کے بیان کو بدعت سمجھے ورنہ وہ خود بدعتی اور کتاب اللہ سے منکر ہوگا۔

مشکوٰۃ شریف کے باب شمائل نبوی میں ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت و ہجرت دونوں توریت سے منقول ہیں۔ یہاں اس حدیث شریف میں ذکر شدہ حوالے کے مطلوبہ اقتباس کو نقل کیا جاتا ہے جو یہ ہے:

فقالوا: یا رسول اللہ! یہودیٌّ یَحْبِسُكَ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مَعاهدًا وَغَيْرَهُ. فَلَمَّا تَرَجَّلَ النَّهَارُ قَالَ اليهودی: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ وَشطرُ مَالِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ. اَمَا وَاللهِ مَا فعلتُ بكَ الَّذِيْ فعلتُ بكَ اِلَّا لِاَنْظُرَ اِلٰى نَعْتِكَ فِي التَّوْرَاةِ. مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ مولدُہٗ بمكّةَ وَمهاجَرُہٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُه بِالشَّامِ ليسَ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر وصوم یوم عرفۃ وعاشوراء والاثنین والخمیس (رقم الحدیث: ۱۱۶۲) ص ۴۲۳

بفظٍ وَلَا غَلِيظٍ وَلَاسَخَّابٍ فِي الاَسْوَاقِ. (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)(۱)

''صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں ذمی وغیرہ پر ظلم کروں۔ جب دن چڑھ گیا تو یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، میں اپنا نصف مال راہِ خدا میں پیش کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ جو بھی کیا وہ میں نے یہ دیکھنے کے لیے کیا کہ توریت میں آپ کی خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ: محمد بن عبداللہ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہوگی، ہجرت کرنے کی جگہ مدینہ طیبہ اور ان کا ملک شام ہے۔ وہ نہ بدزبان ہوں گے نہ سنگ دل، نہ فحش کلام ہوں گے نہ بدکلام اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔

اور نیز مشکوۃ شریف میں وارد ہے:

"وعن کعب یَحْکِی عن التوراۃ قال: نَجِدُ مکتُوبًا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ الله صَلَّى الله تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ عَبْدِی المختارُ لَافَظٌّ وَلَا غَلِيظٌ وَلَا سَخَّابٌ فی الاسواق وَلَا يُجزِیْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِن يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ. مولدُه بِمَكَّة وَهِجْرَتُه بطيبَة وملكه بِالشَّامِ.

[وَاُمَّتُهُ الحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ. يَحْمَدُوْنَ اللهَ فِيْ كُلِّ منزلةٍ وَيُكَبِّرُوْنَه عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ. يُصَلُّوْنَ

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الفضائل والشمائل، باب ماجاء فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، (رقم الحدیث: ۵۸۳۲) ج ۲ص۴۲۱

الصَّلٰوۃَ إِذَا جَاءَ وَقْتُهَا، يَتَأَزَّرُونَ عَلَى أَنْصَافِهِمْ، وَيَتَوَضَّؤُونَ عَلَى أَطْرَافِهِمْ، مُنَادِيهِمْ يُنَادِي فِي جَوِّ السَّمَاءِ، صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوۃِ سَوَاءٌ، لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ]. (١)

''حضرت کعب نے توریت کے حوالے سے بیان فرمایا کہ میں نے توریت میں آپ کے فضائل میں یہ لکھا ہوا پایا کہ:

محمد اللہ کے رسول ہیں، میرے صاحب اختیار بندے ہیں، نہ درشت خو، نہ سخت کلام، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ درگزر کرنے والے اور معاف فرما دینے والے ہیں۔

ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ، جائے ہجرت مدینہ طیبہ، اور شام ان کا ملک ہے۔ ان کی اُمت ہر حالت میں اللہ کی حمد و پاکی بیان کریں گی اور ہر بلندی پر تکبیر کہیں گے۔ وقت پر نمازیں ادا کریں گی، ان کے تہبند نصف پنڈلیوں پر ہوں گے۔ باوضو رہیں گے۔ ان کا موذن فضا میں آواز (تکبیر) بلند کیا کرے گا۔ جہاد و نماز میں ان کی صفیں برابر ہوں گی۔ رات کے وقت ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے جیسی ہوں گی۔''

اور اسی طرح امام دارمی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان تمام صفات عالیہ کے ذکر کے لیے ایک الگ سے باب باندھا ہے جو بعثت رسول اللہ صلی اللہ

---

(١) (الف) المصابیح للبغوی کتاب الفضائل والشمائل باب اسماء النبی. (رقم الحدیث: ۴۴۹۱)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح. کتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ الفصل الثانی (رقم الحدیث: ۵۷۷۱)، ج ۲، ص ۴۳

---

(١) سنن الدارمی. (المقدمۃ) باب صفۃ النبی فی الکتب قبل مبعثہ. (رقم الحدیث: ۵) ص ۱۷

تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کتب سماویہ میں مذکور تھیں۔ دارمی سے ایک حدیث روایت ہے جس کے آخر کا یہ جملہ قابلِ غور ہے:

"مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُھَاجَرُہٗ بِطَیْبَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ۔"(۱)

"آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ، اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ، اور آپ کا ملک شام ہے۔"

[پوری حدیث اس طرح منقول ہے: "عن ابی صالح قال: قال کعب: نجدہ مکتوبا محمدٌ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا فَظٌّ ولا غَلِیْظٌ وَلَاسَخَّابٌ بِالْاَ سْوَاقِ ولا یجزی بِالسَّیِّئَۃِ السیئۃَ، ولکن یَعْفُوْ وَیَغْفِرُ وامَّتہ الحمادون یُکَبِّرُوْنَ اللہَ عزَّ وجَلَّ عَلٰی کُلِّ نَجْدٍ ویحمدونہ فی کلِّ مَنْزِلَۃٍ ویَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰی اَنْصَافِھِم، ویتَوَضَّؤُونَ عَلٰی اَطْرَافِھِم۔ مُنَادِیْھِمْ یُنَادِیْ فی جَوِّ السَّمَاءِ صَفُّھُمْ فِی الْقِتَالِ وَ صَفُّھُمْ فِی الصَّلَاۃِ سَوَاءٌ لَھُمْ بِاللَّیْلِ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ۔ وَمَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُھَاجَرُہٗ بِطَیْبَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ"]

غور وفکر کا مقام یہ ہے کہ دارمی نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے کون سا مسلمان ایسا ہوگا جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ کے تذکرے کو بدعت سمجھے گا؟ کیا اسے بدعت جاننے والا خود بدعتی اور خارج از اسلام نہ ہوگا؟

۳۔سوال: جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اس مجلس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور معجزات یعنی وہ خارق العادات امور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے اسے بیان کرتے ہیں۔ آیا یہ

---

(۱) (الف) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سید

بیان از روئے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: ان دونوں امور کا بیان از روئے شرع شریف جائز ہے، بدعت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ امور احادیث فضائل نبوی میں مذکور ہیں۔ لہٰذا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ احادیث میں بیان فضائل نبوی کو بدعت سمجھے۔ ایسا سمجھنے والا تو بذات خود بدعتی اور اسلام سے خارج ہوگا چناں چہ مشکوٰۃ شریف کے باب فضائل نبوی میں مروی ایک حدیث کا حوالہ جاتی اقتباس بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے صاحب مشکوٰۃ نقل فرماتے ہیں:

[عَنِ العرباض بن سَارِيَةٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنِّيْ عِندَ اللهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ]
وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِيْ دَعْوَةُ ابراهيم وبشارة عيسٰى ورؤيا أُمِّي الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وقَدْخَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اضَاءَت لَهَا منه قصورُ الشَامِ. (رَوَاه فی شرح السُنَّةِ و رَوَاه أحمد عن أَبِي أُمَامَة من قوله سَاخبركم الى آخره)(۱)

''حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب نبیوں سے آخر (میں مبعوث ہونے والا یعنی خاتم النبیین) لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں گوندھ رہے تھے۔

''میں تمہیں اپنے معاملے کے ابتدا کی خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم

المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ الفصل الثانی (رقم الحدیث:۵۷۵۹)، ج۲، ص۳۲۸

(ب) شرح السنۃ للبغوی، کتاب الفضائل، باب فضائل سید الاولین الآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رقم الحدیث:۳۶۲۶)، ج۱۳، ص۲۰۷

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

(علیہ السلام) کی دعا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا اور ان کے لیے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کو شام کے محلات نظر آنے لگے۔''

صحیح بخاری شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق صحیح حدیث یوں منقول ہے:

عَنْ ابی ھریرۃ اَنَّ رَسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ قَالَ: بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِی اٰدَمَ قرنًا فقرنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے نوع انسانی کے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا گیا، زمانے پر زمانے گزرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں مبعوث کیا گیا جس میں میں موجود ہوں۔''

ترمذی میں تحریر شدہ ابواب مناقب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بالخصوص باب بیان فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ولادتِ نبی اکرم کے تذکرے میں جو صحیح حدیث حضرت عباس سے مروی ہے وہ ذیل میں ملاحظہ کریں:

عن العباس بْنِ عَبدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ! اِنَّ قُرَیْشًا جَلَسُوْا فَتَذَاکَرُوْا اَحْسَابَھُمْ بَیْنَھُمْ، فَجَعَلُوْا مَثَلَکَ مَثَلَ نَخْلَۃٍ فِیْ کبوۃٍ مِنَ الْاَرْضِ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ اللہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ فِرَقِھِمْ وَخَیْرِ

(رقم الحدیث: ۳۵۵۷) ص ۶۵۱

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ

الفریقین، ثم تخیّر القبائل فجعلنی من خیر القبیلۃ، ثمّ خیّر البیوت فجعلنی من خیر بیوتھم. فأنا خیرُھم نفسًا وخیرُھم بیتًا. (قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن)(۱)

''حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی جو کسی ٹیلے پر ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا۔ اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا، پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر اس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ چنانچہ میں ان میں سے بہترین فرد ہوں اور بہترین خاندان والا ہوں۔''

۴۔سوال: مجلس میلاد شریف میں بوقتِ ذکرِ پیدائش رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب حاضرین مجلس قیام بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ قیام ازروئے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا تو سنتِ نبی اکرم ہے، یہ بدعت ہرگز نہیں ہے۔ ترمذی کے باب بیان فضائل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا ذکر بحالتِ قیام فرمایا۔ لہٰذا یہ قیام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم (رقم الحدیث: ۳۶۱۵)، ص ۸۲۵

علیہ وسلم کا فعل حسن ہے اور فعل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی مسلمان بدعت اور مخالفِ شرعِ اسلام نہیں کہے گا۔ وہ حدیث شریف ملاحظہ کریں:

عَنِ الْمُطَّلِبِ بنِ اَبِیْ وَدَاعَۃَ قَالَ: جَاءَ العَبَّاسُ اِلیٰ رَسُولِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم وَکَاَنَّہُ سَمِعَ شَیْئًا. فَقَامَ النبی صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلم علی المنبر فقال: مَنْ اَنَا؟ فَقَالُوا: اَنْتَ رَسُوْلُ اللہِ عَلَیْكَ السَّلَامُ. قال: اَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ اللہ بنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. اِنَّ اللہَ خلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ. ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فرقۃً. ثم جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قبیلۃً. ثُمَّ جَعَلَھُمْ بیوتًا فَجَعَلَنِیْ فِی خَیْرِھِمْ بَیْتًا وَخَیْرِھِمْ نَفْسًا۔ (قَالَ اَبُو عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ (صحیح غریب) (۱)

''حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ گویا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور صحابۂ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: آپ اللہ عز وجل کے رسول ہیں، آپ پر سلام ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین جماعت میں رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں

وسلم (رقم الحدیث: ۳۶۱۶) ص ۸۲۵

(۱) (الف) منتہی الارباب (المنتہیٰ الارباب فی لغات العرب) عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری، ج ۳، ۴۳۹

رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے خاندان میں رکھا اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔“

تنبیہ: ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کی اس مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولود خواں منبر پر قیام کر کے حالات پیدائش رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان کریں۔ اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر اپنے حالات پیدائش کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ "قام علی المنبر" اس بات پر صریح دال ہے۔ اس لیے سنت رسول کی اتباع میں ذاکر، واعظ یا خطیب و مقرر کے لیے لازم ہے کہ وہ ذکر پیدائش رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر یا کسی اونچی جگہ سے کرے تا کہ فعل رسول اکرم سے مطابقت ہو۔

۵-سوال: اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت منبر پر قیام فرمایا ہے۔ اور یہاں گفتگو بیانِ ولادت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے۔ آیا بیانِ ولادت کے وقت میں بھی لوگ قیام کریں یا نہ کریں؟ حدیث ترمذی اور مشکوٰۃ شریف تو اول کے لیے مؤید ہے نہ کہ دوم کے لیے۔

الجواب: حدیث مذکور میں پیدائش بمعنی تولّد ہے، اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداءً حدیث گزشتہ میں یوں فرمایا ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں، یعنی عبداللہ کی پشت سے پیدا ہوں۔ اور اسی مذکورہ حدیث کے اخیر میں یوں فرمایا ہے کہ فجعلنی فی خیرھم بیتاً تو یہاں بیتاً سے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھر مراد ہے۔ اور مجموع فجعلنی فی خیرھم بَیْتًا سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے تو اب حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو عبداللہ کی پشت سے عبداللہ کے گھر میں پیدا کیا کہ وہ تمام گھرانوں میں سب سے بہترین گھر ہے تا کہ سیاق حدیث سباق سے موافق ہو۔

اور تولّد کے بھی یہی معنی ہیں کہ ایک دوسرے سے پیدا ہو۔ چنانچہ ”منتہی

الارب'' میں تحریر ہے کہ ''تولّد پیدا شدن چیزے از چیزے'' (۱) چوں کہ یہاں حدیث شریف میں پیدائش سے بعینہٖ تولّد مراد ہے۔ لہٰذا یہاں ہندوستانی محاورات میں بھی کبھی لفظ پیدائش اور کبھی لفظ تولّد کا ذکر ہوتا ہے۔ اور دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔ اس ضمن میں مختلف شعرا کے چند اشعار بطور سند کے نقل کیے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذکرِ ولادت کے وقت کے لیے لوگ لفظِ پیدائش اور لفظِ تولّد دونوں کا استعمال کرتے ہیں۔ بطور مثال چند اشعار ملاحظہ کریں ؎

والیِ ہر دو سرا پیدا ہوئے صلِّ علیٰ
شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے صلِّ علیٰ

معدنِ جود و سخا، مخزنِ حلم و حیا
گوہرِ درجِ عطا پیدا ہوئے صلِّ علیٰ

شاد ہو، غم گیں نہ کر کچھ غم کہ شاہِ جن وانس
تیرے دردوں کی دوا پیدا ہوئے صلِّ علیٰ

دیگر

شاہِ شاہاں پیدا ہوا، ماہِ جہاں پیدا ہوا
یعنی کہ عبداللہ کا آرام جاں پیدا ہوا

پیغمبرِ امّی لقب، میرِ عجم، مہرِ عرب
اعلیٰ حسب، والا نسب، عالی مکاں پیدا ہوا

درجِ رسالت کا گہر، برجِ امامت کا قمر
خالق کا منظورِ نظر، سجدہ کناں پیدا ہوا

دیگر

شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے
ہادیِ ہر دو سرا پیدا ہوئے

رحمۃ للعالمین پیدا ہوئے
پیشوائے مُرسلیں پیدا ہوئے

خاتمِ پیغمبراں پیدا ہوئے
رہنمائے انس و جاں پیدا ہوئے

بادشاہِ بحر و بر پیدا ہوئے
شور ہے خیر البشر پیدا ہوئے

(مادہ و، ل، د) مطبع سرکاری لاہور، سنہ ندارد

(ب) ج ۲، ص ۱۹۸۵، (مادہ و، ل، د) مطبع مصطفائی لاہور ۱۵ ۱۳ھ / ۱۸۹۸ء

دیگر

شہنشاہِ اعظم تولّد ہوئے — رسولِ مکرم تولّد ہوئے
شہ دین و دنیا تولّد ہوئے — مہ اوج علیا تولّد ہوئے
تولّد ہوئے پیشوائے جہاں — تولّد ہوئے مقتدائے جہاں
تولّد ہوئے سرورِ مرسلاں — تولّد ہوئے رہبر دو جہاں
تولّد ہوئے رہنمائے قدیم — قسیم و جسیم و نسیم و وسیم

چوں کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود قیام فرمایا ہے۔ لہٰذا تمام حاضرین جلسہ کے لیے مستحب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی ذکر پیدائش کے وقت قیام کریں۔

[ایک اشکال اور اس کا ازالہ]: اگر کوئی کہے اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ صرف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت قیام کیا ہے۔ اس لیے غیروں کا قیام کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں! اگر کسی اور حدیث سے ثابت ہو کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے وقت قیام کیا ہے تو ہم سمجھیں گے کہ باتباع رسول عالی مقام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں بھی قیام مستحب ہے۔

[رفع اشکال]: تو اس اشکال کے ازالے کے لئے میں جواباً کہوں گا کہ سائل کے اس مسئلہ میں دو جہتیں ہیں اور ہر ایک جہت سے قیام کا بالاستقلال استحباب ثابت ہوتا ہے۔

[وجہ اوّل] یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت قیام فرمایا تو قیام بوقت ذکرِ پیدائش فعل رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوا۔ اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک کو بدعت کہے جو "کُلّ بدعة الضلالة" کے زمرے میں داخل ہو۔

[وجہ دوم:] باقی رہا یہ امر کہ سننے والے یا ذکرِ ولادتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والے دونوں جماعت قیام کرے یا صرف ذکر کرنے والے قیام کریں اور سامعین قیام نہ کریں۔ یا ذاکر اور سامعین دونوں ہی قیام نہ کریں۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے آیئے ہم کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج (۱)

''اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔''

[اس آیت کریمہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ عطا فرمائیں امتی اسے دل وجان سے حاصل کرے، قبول کرے، تسلیم کرے یا عمل کرے]۔ اس اعتبار سے مجلس میلاد شریف کے حاضرین خواہ ذاکرین ہوں یا کہ سامعین وہ تمام کے تمام "مَا نَهٰكُمْ" میں داخل نہیں ہیں یعنی وہ لوگ روکے نہیں گئے ہیں بلکہ وہ تمام "اٰتٰكُمْ" میں داخل ہیں کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ میری ذکر پیدائش کے وقت قیام نہ کرو۔ ہاں! اگر کوئی صاحب اس بات میں مستند طریقے سے نہی کا ثبوت پیش کریں تو ہم سب سے پہلے اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

[کیوں کہ یہ خدا اور رسول کا حکم ہوگا لیکن منکرین عظمت رسالت ومحافل میلاد وقیام تعظیمی کے منکرین اس باب میں کوئی ٹھوس ثبوت کبھی بھی نہیں پیش کر سکتے۔ جب اس موقع کے لیے کلام الٰہی اور حدیث رسول میں منع کرنے کوئی حکم وارد ہی نہیں ہے، تو مخالفین نفی کی دلیل لائیں گے کہاں سے؟ مانعین یا تو کذب وافترا سے کام لیں گے یا تحریف وخیانت کریں گے۔ اور قرآن وسنت میں تحریف وخیانت کرنے والا یعنی اللہ اور اس کے

---

* کل بدعۃ الضلالہ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ رقم حدیث ۴۶۰۷

(۱) القرآن الکریم، سورۃ الحشر ۵۹/۷

(ترجمہ از ضیاء القرآن، علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۱۹۸۹ء)

رسول پر جھوٹ باندھنے والا ہرگز ہرگز مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ چشتی]

گذشتہ اوراق میں ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے ہم نے ایک صحیح حدیث سے ثابت کیا کہ آں حضرت ﷺ کی ذکر پیدائش کے وقت قیام، خود فعل رسول اکرم ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں جمیع امتِ رسول اکرم ﷺ کو، آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی پیروی کے لیے اس آیت میں حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(۱)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات ہی معیارِ عمل ہے۔

اس آیت کے حکم کے مطابق تمام اہل ایمان امتِ رسالت پر اس فعل قیامِ رسالت مآب کی پیروی کرنا ضروری ہے اور اس فعل قیام رسالت مآب سے نفرت کرنے والا بلاشک وشبہ اس حدیث کے حکم میں داخل ہے:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (۲)

تو جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں۔

[پوری حدیث اس طرح ہے:

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا:

---

(۱) القرآن الکریم سورۃ الاحزاب ۲۱/۳۳ (ترجمانی نوشاہ عالم چشتی)

(۲) (الف) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح (رقم الحدیث: ۵۰۶۳)، ص ۹۵۵

(ب) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ ووجد مؤنۃ (رقم الحدیث ۱۴۰۱)، ص ۵۲۰

وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُهُمْ. اَمَّا اَنَا فَاِنِّي اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ. وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ. لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ الخ]

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ: تین صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں آئے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کریں۔ جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے آگاہ کیا گیا تو گویا اسے کم سمجھتے ہوئے کہنے لگے ہماری کیا حیثیت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت دیکھنے لگے جب کہ ان کی تو ہر اگلی پچھلی بھول چوک یا سہو ونسیان معاف فرمادی گئی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں اب ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں عمر بھر روزے رکھتا رہوں گا اور کسی ایک دن کا روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے ہمیشہ دُور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ: تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسا کہا ہے؟ حالاں کہ بخدا میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اس سے ڈر کر گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہوں۔ اس کے باوجود میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی

ہوں۔ نیز عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں۔

اور یہاں یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا و اتباع تو دیگر افعال میں سنت ہو اور قیام جو فعل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس کی پیروی بدعت و ناجائز ہو جائے۔ اور یہ احتمال نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیگر حدیث صحیح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس محل میں قیام کیا ہے جس مقام و محل میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیام صادر ہوا ہے۔ اسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قیام جزا، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام اس حدیث صحیح میں شرط واقع ہوا ہے۔

اور یہ قاعدہ کلیہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ہمیشہ جزا شرط کے تابع ہوا کرتی ہے۔ قیام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قیام جس حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ صحیح حدیث مشکوۃ شریف میں بایں الفاظ مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْلِسُ مَعَنَا فِی الْمَسْجِدِ یُحَدِّثُنَا اِذَا قَامَ قُمْنَا قِیَامًا حَتّٰی نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُیُوْتِ اَزْوَاجِهٖ۔ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ہم سے باتیں کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھا کرتے جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

تو کیا کوئی مسلمان ایسا بھی ہوگا جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس فعل اور

---

(۱) (الف) مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثالث۔
(رقم الحدیث: ۴۷۰۵)، ج ۲، ص ۲۳۶

طریقہ کو بدعت کہے؟ صحابہ کرام تو بالاتفاق ان لوگوں میں داخل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْعَمَ اللّٰہُ۔ (۱)

اللہ نے انعام کیا۔

اور قرآن کریم سے ہی ثابت ہے کہ جن پر انعام کیا گیا ہے ان کا طریقہ ''صراط مستقیم'' اور (دین قویم) ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (۲)

(یا اللہ) ہمیں صراط مستقیم (سیدھے رستے) کی ہدایت پر استقامت عطا فرما۔ وہ سیدھا راستہ جس کے چلنے والوں پر تم نے انعام عطا کیا ہے۔

اب اگر کوئی صراط مستقیم کو ہی شرک و بدعت کہے تو اس کے دو احتمال ہیں:

[اوّل]: اگر لاعلمی کی وجہ سے کہتا ہے تو اس شخص کا یہ فعل لزوم کفر سے خالی نہیں اگرچہ التزام کفر نہ ہو۔

[دوم]: اگر جان بوجھ کر اور علم رکھ کر ایسی بات کرتا ہے تو یہ التزام کفر ہے اور اس کے کافر و مشرک (یعنی خراج اسلام) ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔

اب یہ غور کا مقام ہے کہ مشرک و کافر اور بدعتی کون ہے؟ معترض یا سائل کو پہلے اپنے دین کے قواعد سے خبردار ہو جانا چاہیے پھر اپنے دین و مذہب میں گفتگو کرنی چاہیے [تاکہ وہ گفتگو قرآن و سنت کی روشنی میں صحت مندانہ ہو]

[ایک اعتراض] کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً صحابہ کرام کو منع نہیں فرمایا کہ تم میں سے بعض بعض کے لیے قیام نہ کرے۔؟ تو کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے ذکر کے وقت جو قیام ہے وہ قیام اس صحیح حدیث کے مطابق اس حکم میں داخل نہیں

---

(۱) القرآن الکریم، النساء، ۴/ ۶۹

(۲) القرآن الکریم، سورۃ الفاتحہ ۱/ ۵، ۶ (ترجمانی نوشاد عالم چشتی)

ہے۔ اور نیز یہ حدیث نفی، گذشتہ حدیث قیام سے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اس کے برخلاف ہو کر آپس میں متعارض نہیں ہوئیں حدیث نفیِ قیام جو حضرت ابو داؤد سے منقول ہے اس روایت کے الفاظ ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى عَصاً فَقُمْنَا اِلَيْهِ فَقَالَ: لَاتَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا. (۱)

''حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصائے مبارک پر ٹیک لگائے ہوئے ہم لوگوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئے۔ ہم لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کے لیے تعظیما کھڑے ہوتے ہیں۔''

[جوابِ اعتراض]: سائل یا معترض کا یہ قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ ذکر پیدائش رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت کیا جانے والا قیام حضرت ابو داؤد سے روایت شدہ حدیث نفیِ قیام کے متعارض نہیں کیوں کہ یہاں قیام بعض الی البعض یعنی ایک دوسرے کے لیے قیام نہیں بلکہ یہاں تمام اہل مجلس اتباع قیام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ قیام بعض الی البعض میں داخل نہیں۔ اس وقت کوئی کسی اور کے لیے قیام نہیں کرتا۔ ہاں! اگر کسی وارد و صادر (مہمان و مسافر) یا قائم قاعد (کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے) کے لیے کوئی عجمیوں جیسے قیام کرے تو یقیناً قیام بعض الی البعض میں شامل ہوگا جو حضرت ابو امامہ کے واسطے سے حضرت ابو داؤد سے مروی ہے۔ یہ دونوں احادیث آپس میں ذیل کے وجوہات کی بنا پر مخالف و متعارض نہیں ہیں۔

---

(۱) سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی قیام الرجل للرجل (رقم الحدیث: ۵۲۳۰) ص ۸۱۴

(الف) حضرت ابو امامہ سے منقول حدیث شریف میں جس قیام کی نفی کی گئی ہے۔ اس کی علت عجمی قیام کی مانند یا مماثلت ہے۔ نفی قیام کی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ: وَلاَ تقوموا کما یَقُوْمُ الاعَاجم یعظم بعضھا بعضًا یعنی عجمیوں کے جیسے مت کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے کے لیے تعظیمی قیام کرتے ہیں۔

(ب) حضرت ابو ہریرہ سے منقول حدیث میں قیام صحابہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے ضمن میں وارد ہے، کسی اور کی تعظیم کے لیے نہیں، مجلس میلاد شریف میں بھی قیام، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کیا جاتا ہے۔ جب دونوں احادیث کا پس منظر واضح ہے تو دونوں کو ایک دوسرے کے معارض یا مخالف نہیں کہہ سکتے کیوں کہ اثبات قیام کی علت اور ہے اور نفی قیام کی علت اور ہے۔ لہٰذا دونوں کا آپس میں تضاد کیسا؟ اگر قیام تعظیمی مطلق منع اور ناجائز ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر، راحتِ جاں، سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام کیوں فرماتیں؟ ہر دو نفوس قدسیہ نے ایک دوسرے کے لیے قیام فرمایا ہے جیسا کہ (صحیح) حدیث سے ثابت ہے اس لیے اگر کسی کی تعظیم کے لیے قیام مطلقاً ناجائز ہوتا تو یقیناً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے قیام فرماتے اور نہ اپنی مقدس صاحبزادی کو اپنے لیے قیام فرمانے دیتے بلکہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو سختی سے روکتے۔ لیکن نبی کریم سے ایسا ثابت نہیں ہے بلکہ آثار و سنت نبوی سے قیام تعظیمی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چناں چہ ابو داؤد میں ایک صحیح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یوں مروی ہے:

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ: مَا رَأَیْتُ اَحَدًا کَانَ

أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِي رِوَايَتِهِ حَدِيثًا وَكَلَامًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا، كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا۔ (۱)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چال ڈھال، شکل وشباہت اور بات چیت میں حضرت فاطمہ کرم اللہ وجہہا سے زیادہ کسی کو مشابہت رکھتے ہوئے نہیں پایا (ایک دوسری روایت میں ''حدیثا'' اور ''کلاماً'' کا لفظ ہے، یعنی بات چیت) جب وہ (حضرت فاطمہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہوجاتے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ ✽ حضور کے لیے کھڑی ہوجاتیں اور دستِ اقدس کو بوسہ دیتیں اور اپنے پاس بٹھاتیں''۔

۶۔سوال: اس تطبیقِ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام بوقت ذکرِ پیدائش رسول اتباعاً لقیامِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز اور مستحب ہے۔ مگر اس کے باوجود

---

(۱) سنن ابو داؤد، ابواب السلام، باب ماجاء فی القیام (رقم الحدیث: ۵۲۱۷)، ص ۸۱۲

✽ [اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اور جانِ بتول، جگر گوشۂ رسول، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم ﷺ کے لیے نہ صرف تعظیمی قیام کرتے بلکہ دونوں ایک دوسرے کے دست مبارک کو چومتے بھی تھے اس لئے اگر اسلامی ادب وآداب میں قیامِ تعظیمی اور دست بوسی ناجائز وحرام یا شرک و بدعت ہوتا تو یہ ہرگز رسول اکرم سے ثابت نہیں ہوتا۔ (چشتی)]

بعض فقہا نے قیام کو اپنی کتابوں میں مکروہ لکھا ہے۔

الجواب: فقہا نے مطلق قیام کو ہرگز مکروہ نہیں لکھا ہے بلکہ بعض فقہا نے یوں لکھا کہ جس ملک میں قیام کی عادت ہو تو قیام مستحب ہے اور ان فقہا نے احادیث اثبات قیام اور نفی قیام ہر ایک کو اپنے اپنے محل پر محمول کیا ہے اس طرح سے دونوں احادیث کا کسی طرح سے آپس میں مخالفت یا تعارض بھی ثابت نہیں ہوتا۔ طحطاوی میں لکھا ہے کہ:

ونقل شرنبلا لی عن ابن وھبان، مانصه اقول و فی عصر نا ینبغی ان یستحب ذٰلك ای القیام لما یورث ترکه من الحقد وَالبغضاء وَالعَدَاوة لاسیمَا اِذَا کان ذٰلك فی مکان اعتیں فیه القیام، وَمَا ورد من التوعُّد علیه انما هو فی حقِ من یحب القیام بین یدیه کما یفعله الترك وَالاعَاجم. وَعَدم وروده عن النبی صَلی الله عَلَیه وَسَلم والصحابة ولم یفعَلوه ای القیام للنّبی صلی الله تعالیٰ عَلَیه وسَلّم لا یدل علیٰ کراهته لانه لم یکن من عَادتهم وقد ورد "قوموا السَیِّد کم"۔ (۱)

''شرنبلالی حضرت وہبان کا قول نقل کرتے ہیں کہ: دور حاضر میں قیام استحباب کے درجہ میں ہونا چاہیے کیونکہ ترک قیام سے بغض، حسد، کینہ جیسی برائیوں کے پیدا ہونے کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں کے باشندے قیام کے عادی ہوں۔

---

(۱) حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر و الاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۴، ص ۱۹۳

ہاں! قیام کے تعلق سے وارد ہونے والی وعید دراصل اس شخص کے حق میں ہے جو ترکوں اور عجمیوں کی طرح دوسروں کے قیام کو اپنے حق میں ضروری سمجھے۔ البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام کے سلسلے میں کچھ وارد نہ ہونا اور صحابۂ کرام کا سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے قیام نہ کرنا قیام کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اس لیے کہ وہ قیام کے عادی ہی نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ "قوموا الی سید کم" کے الفاظ حدیث میں وارد ہیں۔"

اور کچھ فقہا نے استاذ یا ایسے اشخاص جو اسی مرتبہ میں بڑے ہوں ان کے لیے قیام جائز لکھا اور باقیوں کی بہ نسبت ناجائز لکھا۔ جیسا کہ طحطاوی میں ہے:

"وَفی مجمع الفتاوی للانطاکی: قِیَامُ الْقَارِی جَائِزٌ اِذَا جَاءَ اَعْلَمُ مِنْهُ اَوْ اُوْستَاذَهُ الَّذِیْ عَلَّمَهُ الْقُرْاٰنَ اَوِالْعِلْمَ اَوْاَبُوْهُ اَوْاُمُّهٗ. وَلَا یَجُوْزُ الْقِیَامُ لِغَیْرِهِمْ وَاِنْ کَانَ الْجَائِیْ مِنَ الْاَجِلَّةِ وَالْاَشْرَافِ." (۱)

مجمع الفتاوی للانطاکی میں ہے کہ: قاری کا اپنے سے زیادہ علم والے کے لیے یا اپنے اس استاد کے لیے جس نے اسے قرآن مجید اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم دی ہو اور اپنے والدین کے لیے قیام جائز ہے۔ البتہ ان کے علاوہ دیگر واردین کے لیے قیام جائز نہیں خواہ وہ اجلۂ اشراف ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔"

فقہا کی جماعت میں سے کسی نے قیام تعظیمی کو حدیث ابوامامہ میں مروی بعض الی البعض کے سبب ناجائز، کسی نے حدیث فاطمہ کے سبب جائز اور کچھ نے اس میں

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر و الاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۴، ص ۱۹۳

فرق کیا ہے جیسا کہ ذیل کی فقہی عبارت سے واضح ہے:

"قال الشرنبلالی اختلفوا فیہ ای القیام. فمنھم مَن منع ذٰلک لمَا روَی ابو داؤد باسنادہ الی اَبی امامۃ قال: خرَج علینا رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مُتوَ کئاً علی عَصاً فقمنَا الیہ. فقال: لا تقومُوْا کمَاتَقُوم الاعَاجم یُعظِّم بَعضھم لِبَعضٍ. ومنھم من اباحہ اِسْتِدْلَالًا بِقِیَامِ النبی ﷺ لِفَاطمۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا. وَمِنْھُمْ مَنْ فَصَّلَ عَلٰی مَا قَالَہٗ قَاضِیْ خَان." (۱)

"شرنبلالی کہتے ہیں کہ قیام کے سلسلے میں علما مختلف الرائے ہیں: بعض علما نے قیام سے منع کیا ہے ان کی دلیل سنن ابوداؤد میں مروی حضرت ابو امامہ کی روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصائے مبارک کا سہارا لیے ہوئے ہمارے درمیان رونق افروز ہوئے چنانچہ آپ کو دیکھتے ہی ہم لوگ کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: یوں نہ کھڑے ہو جایا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے لیے تعظیما کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض علما قیام کی اباحت کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس آتے دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب کہ بعض علما نے علامہ قاضی خان کی رائے کے پیش نظر قیام کے مسئلے میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔"

اور قنیہ میں لکھا ہے:

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر و الاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۴، ص ۱۹۳

"وَلَا يُكْرَهُ قِيَامُ الْجَالِسِ فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ تَعْظِيمًا لَهُ. سط فِي مُشْكِلِ الْآثَارِ. الْقِيَامُ لِغَيْرِهِ لَيْسَ بِمَكْرُوهٍ لِعَيْنِهِ. إِنَّمَا الْمَكْرُوهُ مَحَبَّةُ الْقِيَامِ مِنَ الَّذِي يُقَامُ لَهُ فَإِنْ لَمْ يُحِبِّ الْقِيَامَ وَقَامُوا لَهُ لَا يُكْرَهُ. قَالَ رضی الله تعالىٰ عنه: وَقِيَامُ قَارِي الْقُرْآنِ لِمَنْ يَجِيءُ عَلَيْهِ تَعْظِيمًا لَهُ لَا يُكْرَهُ إِذَا كَانَ مِمَّنْ يَسْتَحِقُّ التَّعْظِيمَ. وَقِيلَ لَهُ: أَنْ يَقُومَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَالِمِ تَعْظِيمًا لَهُ فَأَمَّا فِي حَقِّ غَيْرِهِ لَا يَجُوزُ." (۱)

''مسجد میں بیٹھے ہوئے شخص کا آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ چناں چہ مشکل الآثار میں ہے کہ:

''کسی کی تعظیم کے لیے نفس قیام مکروہ نہیں ہے بلکہ اپنے لیے دوسروں سے قیام کی خواہش کرنا اور قیام کو محبوب رکھنا مکروہ ہے اگر اس کے اندر قیام سے محبت و وارفتگی کا کوئی شائبہ نہیں ہے تو ایسے شخص کے لیے قیام کرنا بھی مکروہ نہیں ہے۔ اور قاری قرآن کا کسی قابل تعظیم و احترام شخص کی آمد پر تعظیما قیام کرنا بھی مکروہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ قاری کو عالم کے لیے تعظیما قیام کرنا چاہیے۔ عالم کے علاوہ کسی اور شخص کے حق میں جائز نہیں ہے۔''

اور صاحب درالمختار نے ان اختلافوں کی طرف اس نظم میں اشارہ کیا ہے ؎

---

(۱) قنیة المنیة لتتمیم الغنیة، کتاب الکراهیة وغیرہ، باب فی السلام والمصافحة و القبلة وتشمیة العاطس (مخطوط) ورق ۱۱۱، ص ۲۳۱

وَمَنْ قَامَ اِجْلَالًا لِشَخْصٍ فَجَائِزٌ
وَفِيْ غَيْرِ اَهْلِ الْعِلْمِ بَعْضٌ يُقَرِّرُ (۱)

''کوئی کسی شخص کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے تعظیما کھڑا ہو جائے تو یہ جائز ہے۔غیر اہل علم کے لیے بھی بعض نے ثابت کیا ہے۔''

[ایک اور اشکال اور اس کا جواب]: فقہا کے اقوال میں پائے گئے اختلافات کے ذکر سے یہ بات ابھی تک واضح نہ ہو سکی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائش کے ذکر کے وقت قیام حرمت کے قول میں داخل رہا یا نکل گیا؟ [تو اس سوال کے جواب کے ضمن میں یہ کہوں گا کہ:]

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدائش کے ذکر کے وقت کیا جانے والا قیام ہرگز حرمت کے قول میں داخل نہیں ہے۔اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کیوں کہ جن علما نے قیام کو حرام بتایا ہے وہ قیام بعض الی البعض جو مثل عجمی تعظیم کے ہوتا ہے۔[جس کا تعلق مجلس میلاد کے قیام سے نہیں ہے۔چشتی] اور مجلس میلاد یا محافل مولود شریف میں کیا جانے والا قیام کل اہل جلسہ اتباعاً لقیامِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام کرتے ہیں۔[محفل میں شامل] اور کوئی شخص کسی شخص کی ذات کے لیے قیام نہیں کرتا اس لئے یہ قیام بعض الی البعض کی صورت میں داخل ہی نہیں لہٰذا مذکورہ قیام میں علما کا اختلاف نہیں ہے [بلکہ اس طرح کا قیاس مغالطہ پر مبنی ہے جو مانعین میلاد و قیام کا فطری خاصہ ہے۔چشتی]

۷۔سوال: حدیث گذشتہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام ابتدا سے انتہا تک ثابت ہوتا ہے اور (ہمارے) یہاں یہ رواج ہے کہ ابتدا اور انتہا میں بیٹھتے ہیں اور وسط میں قیام کرتے ہیں، تو ایسا کرنا جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: ایسا کرنا بھی جائز ہے۔اس لیے کہ ترمذی و مشکوۃ کی گذشتہ حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام صرف اپنی

---

(۱) الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء، ج ۹، ص ۶۱۴

پیدائش اور علونسبی اور اپنی ذاتی شرافت کے ذکر کے لیے ابتدا سے انتہا تک ثابت ہے اور یہاں قبل اور بعد قیام کرنے کے ان امور کے علاوہ دیگر اور امروں کا ذکر ہوتا ہے لہٰذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں قیام کی تخصیص انہیں تینوں امور کے ذکر کے ساتھ کی جاتی ہے اور چوں کہ قبل اور بعد قیام کے ان تین امروں کے علاوہ اور بھی امور کا ذکر ہوتا ہے لہٰذا وہاں قیام نہیں ہوتا۔

۸-سوال: ان تین امور کے علاوہ وہ امور جو بیٹھ کر بیان ہوتے ہیں وہ بھی بحالتِ قیام بیان کیے جائیں تا کہ ابتدا سے انتہا تک قیام ہو اور بیٹھنا نہ پڑے تو ایسا کرنے سے کیا نقصان ہے؟

الجواب: حدیث گذشتہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام ان تین امروں کے لیے ثابت ہے اس لیے کہ سوائے ان تین امروں کے حدیث گذشتہ میں کسی اور امر کا ذکر نہیں ہے بالفرض اگر یہاں تین امروں کے ساتھ اور امور بھی ملائے جائیں تو اتباع فعل رسول اللہ کہ وہ تخصیص قیام ہے ان تین امروں کے لیے قوت دے گی اور نیز اگر یہ شخص قیام کی تخصیص ان تین امور کے ساتھ اس لحاظ سے نہیں کرتا کہ یہ تخصیص بدعت ہے تو اس خیال کی بنا پر یہ شخص خود گمراہ اور فعل رسول اللہ سے جو حدیث صحیح میں وارد ہے منکر ہوا لہٰذا اس صحابی کی بشارت سے محروم رہے گا کہ جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَاَنْقُصُ مِنْهُ۔ (۱)
یعنی قسم ہے خدا کی! میں اس سے نہ زیادہ کروں گا نہ کم۔

---

(۱) (الف) صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ (رقم الحدیث: ۱۳۹۷) ص ۲۵۹

(ب) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة، (رقم الحدیث: ۱۴، ۱۵) ص ۳۰

(ج) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول (رقم الحدیث: ۱۴) ج ۱ ص ۱۹

[پوری حدیث ان الفاظ میں منقول ہے:

عن اَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه انَّ اَعْرَابِیاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اذا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا، وتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَکْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمضانَ. قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ. فَلَمَّا وَلّٰی، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔](۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جسے میں کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ فرض نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس شخص نے عرض کیا: بخدا جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس سے نہ زیادہ کروں گا نہ کم، جب وہ وہاں سے واپس جانے کے لئے مڑا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو وہ اسے دیکھ لے۔

آں حضرت نے اس کے حق میں بشارت فرمائی کہ جنتی کے دیکھنے سے جس کا جی خوش ہو وہ ان کو دیکھے۔ اور محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے فعل پر زیادتی کی اس لیے کہ آں حضرت ﷺ نے صرف تین امور کے لیے قیام فرمایا تھا اور انہوں نے سوائے ان تین امروں کے اور بھی زیادتی کی اور بشارت کا سبب قول اور فعل رسول اللہ ﷺ پر عدم زیادتی ہے۔ اور یہاں زیادتی محقق ہو گئی لہذا اس بشارت سے جو عدم زیادتی اور نقصان کے سبب سے وارد ہے محروم رہے گا۔

---

(۱) نفس مصدر

۹-سوال: علی الدّوام آں حضرت کا قیام ذکرِ پیدائش کے وقت میں حدیث گذشتہ سے ثابت نہیں ہوتا ہے پھر لوگ ہمیشہ کیوں قیام کرتے ہیں اور جو کوئی قیام نہ کرے اس کو برا کیوں جانتے ہیں؟

الجواب: اگر علی الدوام آں حضرت ﷺ قیام فرماتے تو یہ قیام سنت مؤکدہ ہوتا اور آں حضرت نے قیام پر مواظبت نہیں فرمائی ہے تو مستحب ہوا اور مستحب پر دوام کرنا بالاتفاق سب اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے اور جو کوئی قیام نہ کرے تو اس کو کوئی برا بھی نہیں جانتا ہاں! اگر قیام اس لیے نہیں کرتا کہ قیام کو بدعت سمجھتا ہے۔ تو غور کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص اس قیام کو بدعت کہے باوجود یہ کہ ترمذی و مشکوٰۃ کی گزشتہ حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ قیام، فعل رسول اللہ ﷺ ہے، تو گویا اس شخص نے فعل رسول اللہ کو بدعت و ضلالت کہا۔ اس لیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو کہ فعل رسول اللہ ﷺ کو بدعت کہنے والوں کو اچھا جانے۔ بلکہ خود اس بدعت کہنے والے سے پوچھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص فعل رسول اللہ کو بدعت کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ قیام بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت کے فعل رسول اللہ نہیں ہے تو اس کو حدیث گذشتہ ترمذی کی اور مشکوٰۃ کی دکھلانا چاہیے اور اس سے یہ پوچھنا چاہیے کہ

"قَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ"(۱)

[پوری حدیث ان الفاظ میں منقول ہے:

---

(۱) (الف) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب من ابواب الدعوات، (رقم الحدیث: ۳۵۵۸) ص ۸۱۳

(ب) سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ (رقم الحدیث: ۳۸۴۸) ص ۶۱۷

(ج) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، الفصل الثانی (رقم الحدیث: ۲۴۸۹)، ج ۱، ص ۳۵۲

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ، ثُمَّ بَکٰی: فَقَالَ: سَلُوْا اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ. فَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُعْطَ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِنَ الْعَافِیَۃِ. [قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب اسنادًا]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ اللہ رب العزت سے عفو وعافیت طلب کرتے رہو۔ کیوں کہ بعد از مرگ بخشش سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

اور جو حدیث بیان ذکر پیدائش میں وارد ہے تو اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ مجھ کو یقین ہے کہ اگر اس شخص کو متابعت فعل رسول اللہ منظور ہو اور فعل رسول اللہ سے بغض وحسد نہ ہو تو قیام بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت کے فعل کو، آں حضرت کا فعل بتلائے گا، اور بدعت کہنا چھوڑ کر سنت کہنے کا قائل ہو جائے گا۔ اور جان لینا چاہیے کہ یہ نہایت پُر خطر مقام ہے کہ [کوئی کلمہ گو شخص] فعل رسول اللہ کو بدعت کہے اور متبع فعلِ رسول اللہ کو بدعتی اور مشرک سمجھے۔ [اور اس کے باوجود خود اپنے آپ کو مسلمان گردانے، اللہ تعالیٰ تمام محبانِ رسالت مآب کو ایمان وعقیدے کے اس بدترین نفاق ومنافقت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ چشتی]

۱۰-سوال: حاضرین مجلس میلاد کے لئے اگر قیام میلاد کے لئے اگر قیام اس لئے سنت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت بنفسہٖ قیام فرمایا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز عیدین وجمعہ خطبہ ارشاد فرماتے وقت بھی منبر پر قیام فرمایا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ بروز عید اور جمعہ قیام نہیں کرتے؟

الجواب: حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز عید بحالت قیام منبر پر خطبہ دیتے وقت صحابہ کرام کو حکم جلوس (یعنی بیٹھنے کا حکم) فرمایا ہے اور تعمیل حکم جلوس، بغیر ترک قیام کے نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہاں قیام بسبب حکم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ترک ہوا۔ اور وہ حدیث ابوداؤد میں بروایت عبداللہ بن السائب یہ ہے۔

"عبداللہ بن السائب قال: شَهِدتُ مع رسول الله ﷺ العيدَ، فلما قضى الصلاةَ قال: إنَّا نَخْطُبُ، فَمَنْ أَحبَّ أن يَجْلِسَ للخطبةِ فَلْيَجْلِسْ وَ مَنْ أَحبَّ أنْ يَذْهبَ فَلْيَذْهبْ. (۱)

حضرت عبداللہ بن سائب سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ کے یہاں عید میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ہم خطبہ دیتے (یعنی دینے جارہے) ہیں، تو جو میرا خطبہ سننا پسند کرے وہ بیٹھ جائے اور جو (لوگ کسی ضرورت کے تحت) جانا چاہتے ہیں وہ چلے جائیں۔ ✿

۱۱۔سوال: قیام بوقت ذکرِ پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگر چہ ترمذی اور مشکوۃ شریف کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے مگر اس قیام کا انتہائی درجہ استحباب ہے اور مستحب کا ترک کرنا جائز ہے مگر یہاں کے لوگ قیام پر ایسا اصرار کرتے ہیں کہ کہیں

---

(۱) سنن ابوداؤد رقم حدیث ۱۱۵۵، ص ۸۰۹

✿ اس مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ بروز عید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت قیام منبر پر خطبہ دیتے وقت صحابہ کرام کو بحالت جلوس خطبہ کو سماعت کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے صحابہ کرام نے عیدین کے خطبے کو بیٹھ کر سنا۔ اور سنن ابوداؤد ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جمعہ کے خطبے کے متعلق بھی وارد ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خطبہ جمعہ کو بھی بیٹھ کر سننے کا حکم دیا۔ اس حدیث کی تفصیل بھی ملاحظہ کریں۔ (چشتی)

بروایت ابوداؤد حدیث میں وارد ہے کہ بروز جمعہ منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے اور آپ نے صحابہ کرام کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ آپ کی اس حکم کو سن کر حضرت ابن مسعود فوری مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عطاء عن جابر قال: لَمَّا اسْتَوَى رَسُوْلُ الله ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: "اجْلِسُوْا" فَسَمِعَ ذَالِكَ ابْنُ مسعودٍ فَجَلَسَ على بَابِ الْمَسْجِدِ فراٰهُ رَسُوْلُ الله ﷺ فقال: تعال يا عبدالله بن مسعود۔"

جناب عطاء بن ابی رباح حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک بار) جمعہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر پر) برابر (تشریف فرما) ہوگئے تو فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ جیسے ہی اسے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود آگے آجاؤ۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۰۹۱، ص ۱۷۷۵)

اس قیام کو ترک نہیں کرتے ہیں اور فرض او رواجب کی مانند از روئے عمل اس قیام پر دوام کرتے ہیں، آیا یہ دوام اس قیام پر جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: چند امور یہاں یقین الثبوت ہیں۔ پہلا امر یہ ہے کہ کوئی فرد بشر اس قیام کو نہ فرض سمجھتا ہے اور نہ واجب اور نہ اس قیام پر دوام کرنے سے بسبب شہرت اس امر کے کہ قیام کا رتبہ استحباب سے کوئی بھی زائد نہیں بتلایا ہے اور نہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قیام واجب یا فرض ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ قیام بوقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحب، اور فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ ترمذی اور مشکوٰۃ کی حدیث سے ثابت ہوا۔ اور ہر امر مستحب پر دوام کرنا باوجود اس یقین کے کہ یہ امر مستحب نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ مستحسن ہے، مذموم ہرگز ہرگز نہیں چناں چہ حدیث صحیح میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وارد ہے:

[عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] احبُّ الاَعْمَال اِلَى الله اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ[(۱)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ فعل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے اگرچہ وہ کم ہو۔

---

(۱) (الف) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب احبُّ الدین الی اللہ ادومہ (رقم الحدیث: ۴۳) ص ۲۳

(ب) صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافر، باب فضیلۃ العمل الدائم، (رقم الحدیث ۷۸۳) ص ۲۸۵

لہٰذا سب اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مستحبات صوم، صلوٰۃ، حج اور زکوٰۃ وغیرہا پر دوام کرنا امر مستحسن ہے اور اگر امرِ مستحب پر دوام شرک اور بدعت ہوتا تو ائمہ دین میں سے کوئی بھی مستحبات صوم، صلوٰۃ اور زکوٰۃ پر دوام نہ کرتے بلکہ ان مستحبات کا دوام چھوڑ کر کے کبھی کبھی ادا کرتے رہتے۔ اور باوجود یہ کہ یہ امر خلاف اجماع ہے اور نیز جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے جو جواب استفتائے مجلس میلاد میں لکھا ہے اور جسے علماء دیوبند نے براہینِ قاطعہ میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

"آرے بعضے اوقات التزام بعض امر مستحب چناں کردہ می شود کہ عملاً بصورت واجب می نماید و با ایں ہمہ اگر اعتقاد قائلش بوجوب آں نیست دَرحقِ او بدعت نخواہد شد۔"(۱)

"بعض اوقات امر مستحب کا التزام اس صورت میں کیا جاتا ہے کہ عملاً وہ واجب کی صورت نظر آتا ہے اس کے باوجود بھی اگر قائل (کہنے والے) کا اعتقاد اس کے واجب ہونے پر نہیں ہے تو اس کے حق میں وہ بدعت نہیں ہوگا۔

[ایک اور اشکال]: اب جناب مولوی احمد علی صاحب کے جواب استفتا سے بھی معلوم ہوا کہ مستحب پر دوام بدعت اور مذموم نہیں ہے۔ البتہ مولوی صاحب نے اپنے جواب استفتا میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اصرار اس امرِ مستحب پر جو موجب فسادِ عقائدِ عوام ہوتا ہے یعنی عوام اس کو واجب یا فرض سمجھیں گے اور نیز عوام ان امور کے تارک کو تارک صلوٰۃ وصوم سے بدتر سمجھتے ہیں لہٰذا اس کو ترک کرنا چاہیے۔

---

(۱) (الف) البراهين القاطعة، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۳۰۴ / ۱۸۸۷ء، ص ۱۳۶

(ب) براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ سن اشاعت ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء، مطبع بلالی پریس ساڈھورہ: ناشر محمد یحیٰی گنگوہ، ضلع سہارنپور، ص: ۱۳۵

(ج) براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ اشاعت اول، مارچ ۱۹۸۷ء۔ ناشر: دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ص ۳۹

الجواب: اس اشکال کے جواب کی دو وجہیں ہیں:

[وجہ اوّل] یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایسے عوام الناس نہیں ہیں کہ مستحبات مجلس میلاد شریف کو فرض یا واجب سمجھتے ہیں اور بالفرض اگر ایسے عوام الناس بھی ہوں تو ان کا علاج یہ ہے کہ مولود خواں بوقت قیام صاف صاف بیان کرے کہ یہ امور یعنی قیام وغیرہ مستحبات میں سے ہیں اور کوئی ان کو فرض اور واجب نہ سمجھے ورنہ گنہگار ہوگا۔

البتہ یہاں تارکِ قیام کو لوگ اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس قیام مستحب کو جو حدیث ترمذی اور مشکوۃ شریف سے ثابت ہوا [مانعین قیام یا تارک قیام اس فعل یا عمل کو] بدعت اور شرک جانتے ہیں اور جو کوئی شخص، عمل یا فعل رسول اللہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرک اور بدعت کہے تو کوئی مسلمان اس کو اچھا نہیں کہے گا۔ ایسا شخص اپنے ایمان کی تجدید کی فکر میں رہے۔

اور نیز مولود خواں حضرات کو لازم ہے کہ قیام کے تعلق سے مذکورہ حدیث صحیح کو خوب رواج اور اشاعت دیں اس لیے کہ اس حدیث صحیح پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا عمل متروک ہوا ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

جو حدیث کہ میرے بعد متروک ہو جائے اور کوئی شخص اس کو رواج دے تو رواج دینے والے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اس حدیث پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے اور وہ حدیث بروایت ترمذی اور ابن ماجہ بایں الفاظ وارد ہے:

عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِی قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِی قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ مَنْ عَمِلَ بِهَا . مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقِصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً

لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُوْلُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا] [قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حديث حسن] (۱)

حضرت بلال بن حارث مزنی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے میری کسی ایک مردہ یا متروک سنت کو زندہ کیا تو اس زندہ کرنے والے کو اُتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ بغیر ان کے اجر وثواب میں کچھ کمی کیے ہوئے۔ اور جو شخص دین میں بری بدعت جاری کرے کہ اللہ ورسول اس سے راضی نہ ہو تو اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہے۔ بغیر ان کے گناہ میں کچھ کمی کیے ہوئے۔

اور نیز یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے اس لیے کہ جہل اور بدعت غالب ہے اور حدیث قیام بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح حدیث سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَه أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

(۱) (الف) سنن الترمذی، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة واجتناب البدع (رقم الحدیث: ۲۶۷۷) ص ۴۳۰

(ب) سنن ابن ماجه، (المقدمة) باب من أحیا سنة قد امیتت (رقم الحدیث: ۲۰۹، ۲۱۰) ص ۴۷

(۲) مشکوٰة المصابیح کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۱۷۶) ج ۱، ص ۵۲

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زمانہ فساد میں میری حدیث پر عمل کرنے والوں کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

لہٰذا مولود خواں حضرات کو لازم ہے کہ اِس فساد کے زمانہ میں اِس حدیث قیام پر تہہ دل سے عمل کریں تا کہ سو شہیدوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

[وجہ دوئم] بوقت [ذکر] پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حاضرین جلسہ کے لیے قیام کا استحباب بایں طور ثابت ہوتا ہے کہ تمام حاضرین جلسہ میلاد شریف کو یہ آرزو و اشتیاق ہوتا ہے کہ روایات اور احادیث نبویہ جس میں پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے سنیں گے اور سیکھیں گے۔ اس لیے جس وقت مولود خواں ان روایات کو شروع کرتے ہیں تو سب سننے والے اور سیکھنے والے اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور احادیث نبوی سیکھنا خلفائے راشدین کی سنت ہے اور کوئی مسلمان خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت سیئہ نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت کی ضد قرار دیا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح)(۱)

لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے طریقے کو جو ہدایت والے ہیں اور ان کے طریقے کو مضبوط پکڑے رہو اور نئی باتوں سے بچو،

---

(۱) (الف) سنن الترمذی، کتاب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدع۔ (رقم الحدیث: ۲۶۷۶) ص ۶۲۹

(ب) سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة (رقم الحدیث: ۴۶۰۷)، ص ۶۲۷

اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے۔

اور قیام کا واقعہ مشکوۃ شریف میں حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سماعت حدیث، اور حدیث سیکھنے کے وقت قیام کیا ہے۔ اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود رہے اور ان دونوں میں سے کسی نے منع بھی نہیں کیا، اگر قیام بدعت اور ضلالت اور شرک ہوتا تو ان تینوں خلفا سے ایسا امر ظاہر نہ ہوتا اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ:

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ حَزِنُوا عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ. قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ. فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَشْعُرْ بِهِ. فَاشْتَكَى عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. ثُمَّ أَقْبَلَا حَتَّى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيْعًا. فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ لَا تَرُدَّ عَلَى أَخِيْكَ عُمَرَ سَلَامَهُ؟ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ. فَقَالَ عُمَرُ بَلَى، وَاللهِ لَقَدْ فَعَلْتَ. قَالَ قُلْتُ: وَاللهِ مَاشَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقَ عثمانُ. قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ: أَجَل. قَالَ مَاهُوَ؟ قُلْتُ تَوَفَّى اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ ﷺ قَبْلَ أَنْ نَسْئَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْأَمْرِ؟ قَالَ أَبُوبكر قد سألته عن ذٰلك فقمتُ اليه وقلتُ له بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّي انت احقُّ بها. قَالَ أَبُوبكر قُلْتُ يَارسُولَ اللهِ ﷺ! ما نجاة هٰذا الأمر؟ فَقَالَ صَلَّى اللہ تَعَالَى عَلَيه وَسَلَّم: مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِي عرضتُ على عمي فردَّها فَهِيَ لَه نجاة. رواه احمد۔ (۱)

---

(۱) (الف) مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الثالث (رقم الحدیث: ۴۱)، ج ۱ ص ۲۵ (ب) المسند الامام احمد بن حنبل۔ ج ۱، ص ۶

حضرت عمر نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہما) کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا لہٰذا حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے اس امر کی شکایت کی کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ تو وہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، حضرت صدیق اکبر نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے کہا کہ: تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ: تم نے بے شک ایسا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ: مجھ کو علم نہیں ہوا کہ آپ سلام کر کے گزر گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ: سچ کہا عثمان نے کہ کسی سبب کی وجہ سے ان کا خیال نہیں رہا ہوگا۔ تو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ: بے شک یہ بات صحیح ہے، لہٰذا حضرت صدیق اکبر نے دریافت کیا کہ وہ کیا امر ہے؟ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: وہ امر یہ ہے کہ حضرت نبی کریم نے انتقال فرمایا اور خطروں اور وسوسوں کا علاج میں نے آپ سے دریافت نہیں کیا۔ تو صدیق اکبر نے کہا کہ: میں نے یہ علاج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے، حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ: میں صدیق اکبر کی طرف کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ اس لائق ہیں کہ آپ سے پوچھا جائے۔

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مسئلہ کی زیادہ رغبت واشتیاق رکھتے تھے اس کی سماعت کے لیے انہوں نے قیام کیا اور اس مسئلہ کے دریافت سے قبل دونوں خلفا کے تشریف لانے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان سے استفسار کے وقت انہوں نے قیام نہیں کیا۔ اگر چہ وہ استفسار بھی مسائل شرع سے باہر نہیں تھا مگر قیام کا باعث صرف وہ مسئلہ تھا جس سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ یعنی مجلس میلاد شریف میں بھی لوگ جس مسئلہ سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس کی سماعت کے لیے قیام کرتے ہیں اور وہ مسئلہ

پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا (بیان) ہے۔

۱۲۔سوال: چوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف سنی تھی اور سننے کے لیے قیام کیا لہٰذا اگر سننے والے بسبب زیادہ رغبت مسئلہ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعاً لقیام عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام کریں تو بجا ہے۔ اور ذکر کرنے والے اس مسئلہ کے یعنی مولود خواں جو بمقدار ذکر پیدائش آں حضرت کے قیام کرتے ہیں اور اس سے بعد اور قبل قیام نہیں کرتے ہیں اس لیے شاید ان کا یہ فعل بدعت ہو نہ کہ سنت؟

الجواب: ذکر کرنے والوں کا قیام بمقدار ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستحب ہے اس لیے کہ آں حضرت نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت قیام فرمایا ہے۔ چناں چہ حدیث گذشتہ ترمذی سے ثابت ہو چکا ہے اور متعدد مرتبہ ذکر ہو چکا ہے کہ راوی نے بوقت روایت حدیث جو فعل کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص حدیث فرمانے کے وقت میں ابتداء سے انتہا تک صادر ہوا ہے، تو اس فعل کو بھی ابتدائے حدیث سے انتہا تک نقل کیا ہے۔ چناں چہ حدیث مسلسل کے اقسام کے دریافت کرنے سے یہ امر بخوبی معلوم ہوگا کہ اس فعل کا نقل کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث کی ابتداء سے اختتام تک صادر ہوا ہے مستحب ہے نہ کہ بدعت۔ اور من جملہ اقسام حدیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جو حدیث مسلسل بقبض لحیۃ کہلاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف بیان فرمانے کے وقت اپنی لحیہ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر کے حدیث شریف بیان فرمائی ہو تو صحابی بھی اسی کیفیت کے ساتھ ابتدائے حدیث سے انتہائے حدیث تک اپنے شاگرد سے یہ بیان کرے۔ ھٰکذا الیٰ یومنا۔

اور دوسرے ان اقسام میں حدیث مسلسل بتشبیک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں مبارک داخل کر کے

حدیث بیان فرمائی ہو، اور صحابی نیز اپنے شاگرد سے اس حدیث کو ابتدا سے انتہا تک "بتشبیك" کر کے بیان فرمادی۔ ھٰکذا الٰی یومنا۔

اور اسی پر قیاس ہے حدیث مسلسل بقبض ید، اور ان سب اقسام حدیث مسلسل وغیرہ کو جس کی تعریف علامہ جرجانی نے "رسالہ اصول حدیث" میں بیان کیا ہے جو ترمذی کے دیباچے میں بھی شامل ہے۔ علامہ جرجانی حدیث مسلسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَلْمُسَلْسَلُ مَا تَتَابَعَ فِیْهِ رِجَالُ الْاِسْنَادِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رِوَایَتَهٗ عَلٰی حَالَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ (۱)

غور کرنا چاہیے کہ صحابۂ کرام نے ان سب اقسام حدیث مسلسل میں وہ فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم جو حدیث فرمانے کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔ ابتدائے حدیث سے انتہائے حدیث تک حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے اور حدیث سے قبل اور بعد اس فعل کو نقل نہ کیا لہٰذا یہاں بھی قیام جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے ذکر پیدائش کے وقت صادر ہوا ہے اگر راوی ذکرِ پیدائش کے ساتھ اس قیام کو ابتدا سے انتہا تک نقل کرے اور ذکر پیدائش سے قبل اور بعد قیام نہ کرے تو یہ قیام مستحب ہوگا ہرگز بدعت نہیں ہوگا۔

۱۳۔سوال: یہ حدیث قیام بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حدیث مسلسل نہیں ہے۔

الجواب: میں یہ نہیں کہتا کہ حدیث قیام، حدیث مسلسل ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ حدیث مسلسل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو ارشاد حدیث کے وقت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔ حدیث

(۱) رسالہ اصول حدیث، السید الشریف علی الجرجانی، مشمولہ فی جامع الترمذی، ص:۲۲

کے ساتھ نقل کرنا بدعت نہیں ہے بلکہ مستحب اور صحابی کا فعل ہے۔ علی ھٰذا القیاس۔

اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت جو قیام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے اگر راوی ذکر پیدائش کے ساتھ اس کو نقل کرے تو بدعت نہ ہوگا۔ غور کا مقام ہے کہ بخاری شریف میں بروایت نافع حدیث شریف مروی ہے کہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منحر خاص [یعنی قربان گاہ] میں قربانی کرتے تھے جہاں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کی تھی، اور باوجود یہ کہ منیٰ کا کل علاقہ منحر ہے۔ یعنی منیٰ میں جہاں قربانی کی جائے، قربانی جائز ہے۔ مگر اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام پر ایسا غالب تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے بال برابر انحراف نہ کرتے تھے، تو یہاں بھی لازم ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت قیام فرمایا ہے تو مولود خواں بھی ویسے ہی قیام کریں، تاکہ فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انحراف لازم نہ آئے، اور افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو اس قیام کو بدعت کہتے ہیں۔ حدیث بخاری جو نافع سے مروی ہے وہ یہ ہے:

"عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَنْحَرُ فِی الْمَنْحَرِ، قال عبید اللہ منحرُ رسولِ اللہ ﷺ۔"(۱)

"حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر منحر میں قربانی فرماتے تھے۔ حدیث کے راوی عبیداللہ کہتے ہیں کہ یہاں "منحر" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منحر مراد ہے۔"

اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ منیٰ کا کل [رقبہ/ حدود] یعنی تمام علاقہ ہی منحر ہے۔ مگر عبداللہ ابن عمر بسبب شدتِ اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، تخصیص منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے اور یہ افضل تھا نہ کہ واجب۔ قسطلانی کی عبارت یہ ہے:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب النحر فی منحر النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بمنی (رقم الحدیث: ۱۷۱۰) ص ۳۱۲

وَمِنًى كُلُّهَا منحر فَلَيْسَ فِيْ تخصيص ابنِ عُمَرَ بِمَنْحَرِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ دَلَالَةٌ عَلٰى انّه مِنَ المَنَاسِكِ لكنه كان شديد الاتباع للسُّنَّةِ. نعم. فى مَنْحَره صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم فضيلة على غيره. (۱)

"جب منیٰ کا پورا علاقہ منحر (قربانی کی جگہ) ہے، تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہا کا بطور خاص اسی مقام پر قربانی کرنا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی، ہرگز اس امر کا متقاضی نہیں ہے کہ ایسا کرنا حج کے مناسک واحکام میں داخل ہے۔ بلکہ حضرت ابن عمر کی یہ تخصیص اپنے آقا کی ایک ایک سنت پر قربان ہوجانے کی دلیل ہے۔

۱۴- سوال: یہاں [برصغیر میں] یہ رواج ہے کہ قیام ذکرِ پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اشعار فخریہ اور نعتیہ بھی پڑھے جاتے ہیں آیا ان اشعار کا پڑھنا قیام کے وقت میں جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علونسبی اور شرافت ذاتی کے بیان کے وقت یا بحالت قیام ذکر پیدائش نعت کے فخریہ اشعار پڑھنا سنت ہے بدعت نہیں۔ چناں چہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اپنے حکم سے اشعار فخریہ اور نعتیہ پڑھنے کے لئے منبر لگواتے، اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شان اقدس میں اشعار فخریہ اور نعتیہ پڑھنے کے لئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر قیام کرکے بیان کرتے، اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا کہ:

"حسان بن ثابت کو روح القدس مدد کرتے ہیں۔"

---

(۱) ارشاد السارى بشرح صحيح البخارى، كتاب الحج، باب النحر فى منحر النبى صلى الله عليه وسلم، بمبئى جلد ۴، ص ۲۲۹

اب کون سا ایسا مسلمان ہوگا کہ اگر کوئی شخص اقتداً بفعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اتباعاً بفعلِ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشعارِ مدحیہ سرورِ کائنات کی شان میں منبر یا کسی اونچے مقام پر مثل منبر کے قیام کرکے بیان کرے تو اس کو بدعت سمجھے گا؟

چنانچہ ترمذی شریف میں بروایت اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مروی ہے:

"عَنْ عَائشة رَضِیَ الله تعالیٰ عنها قالت: كان النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَضَعُ لِحَسَّانَ منبرًا فِی الْمَسْجِدِ يقومُ عليه قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَوْ قَالَت يُنَافِحُ عَنْ رسول الله صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ. وَيقُول رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ: اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حسَّان بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ اَوْيُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ. هٰكذا فی البُخارِی.

[قَالَ ابو عيسٰی: هٰذا حديث حسن غريب صحيح]"(۱)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے منبر بچھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کی طرف سے فخر کرتے۔ (یعنی فخریہ مدحیہ، نعتیہ اشعار محفل میں پیش کرتے) یا مدافعت کرتے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ فرماتے:

---

(۱) (الف) صحيح البخاری، كتاب الأداب، باب هجاء المشركين، (رقم الحديث: ۶۱۵۳) ص ۱۱۲۸

(ب) سنن الترمذی، كتاب الاستيذان والأداب، باب ماجاء فی انشاد الشعر، (رقم الحدیث: ۲۸۴۶) ص ۶۶۲

بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر کرتے رہیں یا (فرمایا) مدافعت کرتے رہیں۔ (اس طرح بخاری شریف میں بھی آیا ہے)"

۱۵-سوال: اشعار کا گانا غنا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ غنا نفاق کو دل میں ایسے اُگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال، قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : الغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي القَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ. رواہ البیھقی فی شعب الایمان. (۱)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غنا (راگ) اسی طرح دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

الجواب: ہر فردِ غنا ایسا نہیں ہے اور اس حدیث میں غنا کے بعض افراد مراد ہیں۔ اس لیے کہ ایک حدیث بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحیح بخاری اور مسلم میں وارد ہے کہ دو لڑکیاں ایام تشریق میں دف بجا کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے غنا کر رہی تھیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا کر کے ان دونوں لڑکیوں کو ڈانٹا، تو نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو کیوں کہ آج عید کا دن ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلَیْھَا وَعِنْدَھَا جَارِیَتَانِ فِی اَیَّامِ مِنٰی تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِی رِوَایَةٍ "تُغَنِّیَانِ" بِمَا تَقَاوَلَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ

---

(۱) (الف) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث (رقم الحدیث: ۴۸۱۰) ص ۲۵۳

(ب) شعب الایمان للبیھقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی حفظ اللسان عن الغناء (رقم الحدیث: ۵۱۰۰)، ج ۴، ص ۲۷۹

يَوْمَ بُعَاثٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ، فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ: دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ. (۱)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو کمسن لڑکیاں تھیں جو دف بجا کر گا رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ میں جوش دلانے کے لیے ایک نظم گا رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے چہرے پر کپڑا رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر نے ان دونوں لڑکیوں کو ڈانٹا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابو بکر! انہیں گانے دو یہ عید کا دن ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ غنا، [جو رسول اکرم کے سامنے گایا جارہا تھا] غنائے جائز میں داخل تھا اور یہ اس غنا سے خارج ہے جس کے بارے میں آں حضرت ﷺ نے معصیت کا اگانے والا فرمایا ہے ورنہ آں حضرت ﷺ اس غنا میں کیوں رخصت فرماتے اور حضرت صدیق اکبر کو اس غنا کے منع کرنے سے کیوں باز رکھتے؟

نذر اور اس کا حکم:

اور نیز ترمذی میں بروایت بریدہ حدیث صحیح وارد ہے کہ آں حضرت ﷺ جہاد کی طرف تشریف لے گئے تھے جس وقت واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لڑکی

---

(۱) (الف) صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب اذا فاته العيد يصلى ركعتين (رقم الحديث ۹۸۷) ۱۸۵

(ب) صحيح مسلم، كتاب صلوٰة العيدين باب الرخصة فى اللعب الذى لا معصية فيه فى ايام العيد (رقم الحديث: ۸۹۲) ص ۳۱۷

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نذر مانی ہے کہ آپ صحیح سالم واپس تشریف لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی، یہ سن کر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو نے ایسی منت مانی ہے تو پورا کرو اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بعض مغازيه. فلما انصرف جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ! إِنِّي كُنْتُ نذرتُ إِنْ رَدَّكَ اللهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وأتغنّى. فقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا. فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ. فَدخل أَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ. ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ. ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَاعُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ."

[قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حديث حسن صحيح غريب من حديث بريدة وَفِي الباب عَنْ عمرَ (وسعد بن ابی وقاص) وعَائِشَةَ] (۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے واپسی پر ایک سیاہ فام لڑکی حاضر ہوئی۔ اور اس نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ چناں چہ اس نے [آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمر (رقم الحدیث: ۳۶۹۰) ص ۸۴۰، ۸۴۱

کے سامنے] دَف بجانا شروع کیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ بدستور بجاتی رہی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ بجاتی رہی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ دَف اپنے نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا تو یہ دَف بجاتی رہی۔ ابوبکر آئے بجاتی رہی، علی آئے بجاتی رہی، لیکن اے عمر! جب تم داخل ہوئے تو اس نے دَف بجانا چھوڑ دیا۔

نیز مشکوۃ المصابیح کے حاشیہ میں مرقوم ہے:

وَفِیْ قَوْلِهَا "اَتَغَنّٰی" دلیلٌ علی ان سماعَ صوتِ امرأةٍ بِالْغِنَاءِ مبَاحٌ إذَا خَلَا عن الفتنةِ كذا قاله علی القاری۔ (۱)

"لڑکی کے اس قول میں اس بات پر دلیل ہے کہ عورت کی آواز کے ساتھ سنا مباح ہے جس وقت فتنہ سے خالی ہو۔ ایسے ہی ملا علی قاری نے کہا ہے۔"

پوشیدہ نہ رہے کہ اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو شیطان بھی فرمایا ہے مگر یہ اس وقت فرمایا کہ جب اس کا فعل حد ضرورت سے متجاوز ہوگیا۔ کذا فی المرقات وغیرہ۔ (۲)

اور نیز حدیث صحیح بخاری میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نذر مانے اللہ کی اطاعت کی تو اللہ کی اطاعت کرے اور جو نذر مانے اللہ کی معصیت کی تو معصیت نہ کرے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی

(۱) الحاشیة النافعة علی مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب باب مناقب عمر ارقم الحاشیة ۲

(۲) مرقاۃ المفاتیح لشرح مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی الله عنه (رقم الحدیث: ۶۰۴۸) ج ۱۱، ص ۱۹۵

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ.''(۱)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اطاعت الٰہی کی منت مانگے تو وہ ضرور پورا کرے اور جو شخص معصیت کی منت مانگے تو اس سے باز رہے۔''

نذر اور مذہب احناف:

اور حنفیوں کا بھی یہی مذہب ہے کہ نذر طاعت اور قربت میں ہوتی ہے۔ چناں چہ درمختار وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا غنا بموجب اس حدیث بخاری کے اور مذہب احناف کی بنا پر کسی بھی تاویل پر طاعت الٰہی اور قربت میں داخل کرنا ہوگا تا کہ حدیث گذشتہ بخاری اور حنفیوں کے مطابق نذر صحیح ہو یا اور کسی تاویل سے اس گانے کو مباح کرنا ہوگا، ان علما کے نزدیک جو نذر کو مباح میں جائز رکھتے ہیں۔ لہٰذا بعض علما نے اس عورت کا غنا بسبب سرور اس کے قدوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معصیت سے خالی کر کے طاعت اور قربت الٰہی میں داخل کیا تو بموجب حدیث بخاری کے اور بربنائے مذہب احناف کے نذر صحیح ہوئی اب صاف صاف ثابت ہوا کہ ہر غنا معصیت نہیں ہے۔ مگر اس کی پہچان کے لیے کہ کون سا جائز اور کون سا ناجائز ہے؟ قاعدہ کلیہ کتب فقہا سے نقل کرنا ضروری ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شعر میں حکمت و نصیحت اور وعظ ہو تو جائز ہے اور شک نہیں ہے کہ جن اشعار میں صفات اور شمائل نبوی منظوم ہوں وہ حکم میں داخل ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے جیسا کہ عالم گیری میں لکھا ہے:

"وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: يَجُوْزُ التَّغَنِّيْ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ وَلَا يَكُوْنُ عَلٰى سَبِيْلِ اللَّهْوِ وَاِلَيْهِ مَالَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ

(۱) صحيح البخاري، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك و فى معصية (رقم الحديث: ۶۷۰۰) ص ۱۲۱۶

السَّرْخسي. وَلَوْ كَانَ فِي الشعرِ حِكَمٌ او عِبَرٌ او فِقهٌ لَايُكْرَهُ كذا فِي التبيين. وانشادُ مَاهُوَ مُبَاحٌ مِن الأشعَار لَابَاسَ به. وَاِذَا كَانَ فى الشعر صفةُ الْمَرأةِ اِنْ كَانَتْ اِمْرأةٌ بِعَيْنِهَا وَهِيَ حيّةٌ يُكْرَه." (۱)

"بعض علما تنہائی کے وقت وحشت دور کرنے کی غرض سے اس شرط کے ساتھ غنا کے جواز کے قائل ہیں کہ غنا لہو ولعب کے قبیل سے نہ ہو۔ شمس الائمہ السرخسی کی بھی یہی رائے ہے۔ اور اگر شعر، حکمت وعبرت سے لبریز اور احکام ومسائل سے پر ہو تو مکروہ نہیں، جیسا کہ تبیین میں مذکور ہے۔ لیکن اگر اشعار صنفِ نازک کے حسن وجمال، قدوقامت، خدوخال، ابرو وکاکل، نقش ونگار، نازوانداز وغیرہ پر مشتمل ہو اور خصوصاً زندہ عورت کی تعیین بھی ہو تو ایسے اشعار کا گانا اور پڑھنا بہرصورت ممنوع ومکروہ ہے۔"

ذکرِ پیدائش رسالت مآب ﷺ پہ دلیلِ استحباب:

اور آں حضرت ﷺ کے ذکرِ پیدائش کے متعلق استحباب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آں حضرت ﷺ پر ذکرِ پیدائش کو نازل فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. (۲)

"آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا، پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔"

اس آیت کی تفسیر، طرقِ مختلفہ پر واقع ہے بعضوں نے یوں بیان کیا ہے کہ

خَلَقَكَ وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۳)

---

(۱) الفتاوى الهنديه المعروفة بالفتاوى العالمكيريه. كتاب الكراهية. الباب السابع عشر: فى الغناء واللهو و سائر المعاصى والامر بالمعروف. جلد ۵، ص ۲۳۱

(۲) القرآن الكريم، سورة العلق ۹۶، ۱/۲ (ضیاء القرآن)

(۳) اس آیت کی تفسیر کے تحت اسلاف کی مختلف عربی تفاسیر ملاحظہ فرمائیں

یعنی اللہ نے آپ کو اور تمام انسانوں کو خونِ بستہ سے پیدا کیا۔

تو اس تفسیر کے بموجب گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کی پیدائش اپنے کلام میں صراحتاً بیان فرمائی۔ اور اکثر مفسرین نے یوں بیان کیا ہے:

خَلَقَ الْخَلَائِقَ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۱)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع خلائق کو پیدا کیا۔ اور انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا۔

اس دوسری تفسیر کے بموجب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کی پیدائش کو صراحتاً بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ ضمناً ارشاد فرمایا ہے، اس لیے صاحب بیضاوی نے لکھا ہے کہ: الانسان فی معنی الجمع یعنی انسان معنیً جمع ہے۔ (۲)

اور حضرت علامہ ملا عبدالحکیم (سیالکوٹی) نے اس کی وجہ یوں بیان فرمائی ہے کہ:

الف لام ان میں استغراق کے لیے ہے اور چوں کہ "انسان" معناً جمع اور الف لام استغراق کے لیے ہے تو "انسان" سے مراد جمیع اولادِ آدم ہوں گے، سو ان میں حضرت ﷺ بھی داخل ہیں۔ (۳)

لہٰذا آں حضرت کی پیدائش کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دوسری تفسیر کے مطابق اپنے کلام میں ضمناً ارشاد فرمایا ہے۔ اور نیز "اقرأ" کے صیغہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت من جانب اللہ "پیدائشِ انسان" کو پڑھنے پر مامور تھے اس لئے امتِ رسول اللہ پر بھی واجب ہے کہ اس آیت پر ذکرِ پیدائش انسان کو کہ جس میں آں حضرت ﷺ کا ذکر پیدائش بھی صراحتاً یا ضمناً ذکر ہے پڑھے اور پڑھنا بغیر پڑھانے کے نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کا معلّم یعنی مولود خواں اور متعلّم یعنی سننے والے، مسئلہ میلاد شریف

---

(۱) (الف) تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴، ص ۴۷۵،
(ب) تفسیر القرطبی، جلد ۱۰، ص ۸،
(ج) التفسیر الکبیر أومفاتیح الغیب، جلد ۱۶، ص ۱۶
(۲) انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بہ تفسیر البیضاوی، جلد ۵، ص ۳۲۵
(۳) حاشیۃ البیضاوی، العلامۃ عبدالحکیم سیالکوٹی (تفسیر تحت زیر آیت)

کی اور باقی مسائل واجب کا معلّم اور متعلم ثواب میں برابر ہوں گے۔

اور چوں کہ آں حضرت ﷺ کی پیدائش کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مسئلہ میں صراحتاً بقول بعض، اور ضمناً بقول اکثر بیان فرمایا ہے۔لہٰذا بنا بر صحیح بیان کے آں حضرت ﷺ کی پیدائش بیان کرنا کلام اللہ کے موافق ہے اس لیے یہ بدعت نہیں ہو سکتا کیوں کہ جس حکم میں اللہ تبارک وتعالیٰ جتنے افراد کو ضمناً داخلِ فرمادے اور ان افراد کا بالخصوص نام لیا جائے اور وہ حکم عام ان کے شامل کیا جائے تو یہ بدعت نہیں ہے۔جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ (۱)

اور صحیح ادا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ

اور اس آیت کے بموجب اگر کوئی شخص کہے کہ زید اور عمرو پر زکوٰۃ واجب ہے تو کیا یہ بھی بدعت ہوگا؟ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں زید وعمرو وبکر کا نام تو صراحتاً بیان نہیں کیا ہے اور اس امر کا کوئی قائل نہیں ہے۔اس لیے بات واضح ہوگئی۔

۱۶۔سوال: اگر یہ ضمنی بیان ذکر پیدائش آں حضرت ﷺ کے لیے کافی ہوگا تو ضمناً اس آیت میں ذکر پیدائش فرعون وشداد بھی مذکور ہے تو اس کو بھی بیان کرنا چاہیے؟

الجواب: آں حضرت ﷺ کی ذکر پیدائش بالتخصیص اس لیے موجب سعادتِ دارین سمجھی جاتی ہے کہ آں حضرت نے اپنی زبان درفشاں سے اپنی ذکرِ پیدائش منبر پر قیام فرما کر کے بیان فرمائی ہے۔ نہ کہ شداد اور فرعون کی۔لہٰذا ہم بھی اتباعاً رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں اور نیز بالاتفاق جمیع امت کے ہم پر آں حضرت ﷺ کی پیدائش من جانب اللہ نعمت عظمیٰ ہے اور احسان بے پایاں ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمت کے حق میں فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ (۲)

---

(۱) القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ ۲/ ۴۳، ۱۱۰ (ضیاء القرآن)

(۲) القرآن الکریم، سورۃ الضحیٰ ۹۳/ ۱۱ (ضیاء القرآن)

اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔

ہر نعمت عظمیٰ کا ذکر لازم ہے:

اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر کرنا جو نعمت عظمیٰ ہے اس آیت کے مطابق ہم پر لازم ہے، واجب ہے۔ اور صاحب بیضاوی نے اس آیت کے تحت یوں فرمایا ہے:

فَاِنَّ التَّحَدُّثَ بِهَا شُكْرُهَا (۱)

یعنی اس لیے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا بیان کرنا نعمت کا شکر ہے۔

اور علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حدیث صحیح بسند مرفوع اس آیت کے تحت نقل کی ہے اور اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ نعمت کا ذکر کرنا شکر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيْلَ لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيْرَ، وَمَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ. اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللهِ شُكْرٌ وَتَرْكُهُ كُفْرٌ." (۲)

"حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص تھوڑے پر شکر نہ کرے وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرے گا۔ اور جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوگا۔ اللہ کی سنت کا ذکر شکر ہے اور اس کا ترک [کفر یعنی] ناشکری ہے۔"

اب اس حدیث سے اور تفسیر بیضاوی کی عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ جو لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا بیان نہیں کرتے یا ذکر پیدائش کو منع کرتے ہیں اور باوجود

---

(۱) انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف به تفسیر البیضاوی جلد ۵، ص ۳۲۰

(۲) تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل ج ۴، ص ۴۶۸

یہ کہ پیدائشِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بالاتفاق نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت کا شکر لازم ہے اس لیے وہ لوگ ناسپاسوں یعنی ناشکروں کی وعید میں داخل ہوں گے۔

۱۷۔سوال: اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس آیت کے بموجب ہر نعمت کے لیے جیسے مجلس میلاد شریف کے لیے جلسہ کیا جاتا ہے ویسے ہی جلسہ کیا جائے۔

الجواب: یہ آیت ہیئتِ کذائی یعنی مجموع اجزائے مجلس میلاد شریف کے لیے جو فی زماننا مروج ہے دلیل نہیں ہے۔ تا کہ ہر نعمت کے لیے ایسی ہیئتِ کذائی بموجب اس آیت کے منعقد کی جائے بلکہ یہ آیت صرف اس امر کی دلیل ہے کہ پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت عظمیٰ کا شکر لازم ہے سو اس آیت کے بموجب شکر اس نعمت عظمیٰ کا، کہ ذکر کرنا اس نعمت کا ہے۔ اور یہ امر اجزاء مجلس میلاد شریف سے ایک جز ہے اور باقی اجزاء مجلس میلاد بعض احادیث مذکورہ سے ثابت ہوتی ہیں۔ جیسے تعیین زمان و مکان اور ہیئت اجتماعی وغیرہ ذلك آئندہ حدیثوں سے اِن شاء اللہ ثابت ہوں گے۔

۱۸۔سوال: بعض لوگ ذکرِ پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہتے ہیں تو کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: یہ بات بھی بالکل غلط ہے اس لیے کہ بدعت ✲ وہ امرِ محدَث فی

✲ اصحاب توحید و سنت سوادِ اعظم کے عقائد و معمولات اور مراسم کے متعلق بات بات پر کفر و شرک اور بدعت کا فتویٰ لگاتے رہتے ہیں حالاں کہ شارع علیہ السلام نے جہاں دین میں بدعت کے ایجاد کرنے پہ سختی سے منع کیا ہے اور "کل بدعة ضلالة" کہا ہے وہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور نیک کام کی ابتدا کے لئے ترغیب دیتے ہوئے "من سنّ فی الاسلام سنة حَسَنَةً" بھی کہا ہے۔ امام مسلم صحیح مسلم کتاب العلم میں باب من سن سنة حسنة او سية ومن دعا الی هدی او ضلالة" کے عنوان سے ایک باب بھی باندھا ہے۔ اس باب کی ابتدائی حدیث یہ ہے۔

(۳۳۴) باب من سن سنة حسنة اوسيئة ومن دعا الی هدی او ضلالة .

۲۰۸۷۔حدثنی زهیر بن حرب حدثنا جریر بن عبد الحمید عن الاعمش عن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الدین ہے کہ نہ وہ، اور نہ اس کی مثل اور اصل، کلام شارع اور قرونِ ثلاثہ میں پائی جائے۔ اور ذکر پیدائش آں حضرت ﷺ کہ خود بھی احادیث نبویہ اور کلام الٰہی سے جیسا کہ ذکر ہو چکا اس سے ثابت ہے، اور اس کی اصل اور مثل بھی کلامِ الٰہی اور حدیث نبوی میں موجود

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

موسی بن عبد الله بن یزید وابی الضحی عن عبد الرحمن بن هلال العبسی عن جریر بن عبد الله قال جاء ناس من الاعراب الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم علیهم الصوف فرای سوء حالهم قد اصابتهم حاجة فحث الناس علی الصدقة فابطئوا عنه حتی ربی ذالك فی وجهه قال ثم ان رجلا من الانصار جاء بصرة من ورق ثم جاء آخر ثم تتابعوا حتی عرف السرور فی وجهه فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل آخر من عمل بها ولا ینقص من اجور هم شیئی ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل بها بعده کتب علیه مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارهم شیئی .

ابوعیسیٰ نے کہا: حدیث جابر حسن صحیح ہے۔

نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سفر مین روزہ رکھنا نیکی (مشاب) نہیں ہے، حالت سفر میں روزہ رکھنے کے مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحابہ کرام میں سے بعض اہل علم صحابہ نے سفر میں روزہ نہ رکھنے (یعنی ترک روزہ) کو افضل کہا ہے۔

بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ، اگر کسی نے حالت سفر میں روزہ رکھ لیا تو اس پر اعادہ لازم ہے۔

امام احمد واسحاق نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔

اصحاب نبی ﷺ میں سے بعض اہل علم جماعت صحابہ کی رائے یہ ہے کہ اگر طاقت وقدرت ہے تو روزہ رکھنا اچھا ہے اور یہ افضل ہے اور اگر روزہ نہیں رکھا تو کوئی حرج نہیں یہ بھی اچھا ہے اور یہ سفیان ثوری، مالک بن انس اور عبید اللہ بن مبارک کا قول ہے۔

اور امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے فرمان "لیس من البر الصیام فی السفر" کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ تک کچھ ایسے لوگوں کے متعلق روزہ رکھنے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ وہ گنہگار ہیں۔ پھر اس کی توجیح اس طرح فرمائی کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رخصت پر راضی نہیں ہوا وہ گنہگار ہے۔ اور جس نے سفر میں ترک روزہ کو مباح سمجھا اور قدرت واستطاعت رکھتے ہوئے بھی روزہ رکھ لیا تو یہ عمل میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے

مولانا عابد الرحمن صدیقی کاندھلوی اردو میں اس باب کا اور اس کے تحت شامل اس حدیث کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ترجمہ کرتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے چناں چہ ذکرِ ولادت انبیا اور باقی افرادِ بشر کی بالخصوص والعموم اجمالاً اور تفصیلاً ذکر کلامِ ربّانی میں موجود ہے۔

[انسان کی تقسیم:]

اب ہر ایک کی مثال مشرح کلام اور حدیث نبوی سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ افرادِ انسان دو قسم پر ہیں:

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

''باب (۳۳۴) جو اسلام میں اچھا یا برا طریقہ جاری کرے یا ہدایت یا گمراہی کی دعوت دے

۲۰۸۷ زہیر بن حرب، جریر بن عبدالحمید، اعمش، موسیٰ بن عبداللہ، ابوالضحیٰ، عبدالرحمٰن بن بلال عیسیٰ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ دیہاتی بالوں کا لباس پہنے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی شکستہ حالت دیکھ کر ان کی محتاجی معلوم کر لی، اور لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دی۔ لوگوں نے دیر کی، اس سے چہرہ انور پر کچھ آثار نمودار ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر آئے، اور پھر ایک اور آدمی لے کر آئے یہاں تک کہ تانتا بندھ گیا۔ اس وقت چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ نکالے پھر لوگ اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کریں، تو اس کے لئے ان سب لوگوں کے ثواب کے برابر اجر لکھا جائے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔

اور جو اسلام میں بری بات (بدعت) نکالے، اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں، تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر اس پر گناہ لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (۱)

مترجم اس حدیث کے تحت فائدہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

''یعنی جس چیز کی شریعت مصطفویہ میں فضیلت اور خوبی ثابت ہے۔ اسے اگر کوئی رواج دے گا تو اس کے ثواب کا یہ عالم ہوگا۔ امام نووی فرماتے ہیں خواہ یہ کام اس سے پہلے کسی اور نے کیا ہو یا نہ، جیسا کہ تعلیم علم دین یا صدقہ و خیرات وغیرہ، اور خواہ لوگ اس پر اس کو زندگی میں عمل کریں یا مرنے کے بعد، ہر صورت میں اسے ثواب ملے گا واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

(۱) صحیح مسلم۔ مترجم مولانا عابدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی۔ اشاعت اول، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/ اپریل ۲۰۰۷ء۔ ناشر ادارہ اسلامیات، لاہور، ص ۷۰۳، جلد سوم (۲) نفس مصدر، ص ۷۰۳۱، جلد سوم

راقم عرض کرتا ہے کہ شارع علیہ السلام کے اس فرمان کی روشنی میں قرآن میں ذکر شدہ میلاد انبیا کے پیش نظر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان پیدائش کی محفل کا انعقاد جسے بلاد اسلامیہ میں محفل میلاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ 'مَن سَنَّ سنة حسنة۔ میں داخل ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۱) اخیار (۲) اشرار

(۱) اخیار نیز دو قسم پر ہیں:

(الف) مذکر (ب) مؤنث

مذکر نیز دو قسم پر ہیں:

(الف) انبیا (ب) اولیا

[مؤنث کی بھی دو قسمیں ہیں:]

[(الف) ولیات (ب) صالحات]

[(۲) اشرار کے اقسام: اشرار یعنی کافر و مشرک اور فاسق و فاجر مذکر و مؤنث ان سے بھی واقف ہیں۔ جس کی تفصیل کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ چشتی]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب افراد کی پیدائش اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مع خارق عادت جو بعد ولادت ظاہر ہوئی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ مریم میں صاف طور بیان فرمایا ہے جیسا کہ آیات

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

اس مجلس پاک کو "بدعت ضلالۃ" میں شامل کرنا خود رسول اکرم کی اس حدیث سے صریحاً انکار کے مترادف ہے۔ ملت اسلامیہ کو سیرت رسول سے از ولادت تا وصال واقف کرانے کے لئے مجلس میلاد مصطفےٰ کا انعقاد بدعت کیسے ہو جائے گا؟ مجلس میلاد مصطفےٰ کے انعقاد سے اسلام کا کون سا رکن اور احکام مجروح ہوتے ہیں۔ بلکہ مجلس میلاد کے انعقاد سے تو "شرک" کی جڑ کٹتی ہے۔ مجلس میلاد مصطفےٰ کے انعقاد سے تو ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم اپنی تمام تر عظمت، وجاہت، رفعت و بلند مقام کے باوجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کر کے ہم مومنوں پر بڑا کرم و احسان فرمایا ہے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے بیان کے لئے محفل میلاد کا انعقاد اہل ایمان کے نزدیک کسی بھی طرح سے بدعت میں شامل نہیں ہوگا بلکہ اس حدیث "من سن سنة حسنة" کے حکم میں داخل ہوگا۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

سال و مہ خوش ہیں، روز خوش، شب خوش
وحشی و دشت خوش، مہذب خوش

ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

(چشتی)

مندرجہ میں وارد ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (۱)

''پس مریم (علیہا السلام) نے اسے (بچے کو) پیٹ میں لے لیا اور آبادی سے الگ ہو کر دور ایک مقام پر جا بیٹھیں۔ پھر دردِ زہ نے اُنہیں ایک کھجور کے (درخت) کے تنے کی طرف لے آیا۔ وہ (پریشانی کے عالم میں) کہنے لگیں: اے کاش! میں پہلے سے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔

نیز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت، بیان فرمائی ہیں۔ چناں چہ مسلم اور بخاری نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث صحیح نقل کی ہے کہ:

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا۔ (۲)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو

---

(۱) القرآن الکریم سورہ مریم، ۱۹/ ۲۲، ۲۳
(ترجمہ از عرفان القرآن، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری)

(۲) (الف) صحیح البخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ "واذکر فی الکتب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا" (رقم الحدیث: ۳۴۳۱) ص ۶۳۲، ۶۳۱
(ب) صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام (رقم الحدیث: ۲۳۶۶) ص ۹۲۳

شیطان اس کو چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے ہی وہ چیختا اور چلاتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے کے۔'' ✽

✽ حاشیہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت و مصلحت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی معجزانہ پیدائش عام دنیاوی روش سے ہٹ کر ہوئی۔ جماعت انبیا میں شامل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تنہا ذات گرامی ہے، جو صرف بغیر کسی ''مرد'' کے تعاون سے اپنی والدہ حضرت مریم کی بطن سے اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے ہیں۔ عام انسانی فطرت سے ہٹ کر آپ کی یہ معجزانہ پیدائش کو آپ کے مخالفین نے تسلیم نہیں کیا اور آپ کی والدہ پر اپنی دانشت میں ''شیطانی نفس پرستی'' کا الزام عائد کیا۔ آج بھی آپ کے مخالفین کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کو ایک صالح نبی و رسول تو کجا بلکہ ''ایک صحیح نسب و نسل'' انسان بھی تسلیم نہیں کرتا۔ قدرت الٰہی کا انکار کرنے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسب پر چوٹ کرتے ہوئے آپ کی والدہ حضرت مریم کی پاکیزگی عفت و عصمت کے متعلق بہتان بازی اور الزام تراشی کی۔ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی پیغمبر آخر الزماں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین حضرت مریم و عیسیٰ (علیہما السلام) کی اس گندی ذہنیت کی تردید کرتے ہوئے ان کی نسبی طہارت و پاکیزگی کے اظہار کے لئے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کے پیدائش کے وقت شیطان نے انہیں نہیں چھوا۔ پیغمبر اسلام کے اس مقدس فرمان ذیشان کا مطلب یہ ہے کہ۔ ان نفوس قدسیہ کی ذات بابرکات میں، شیطانی نفسیات کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ صحائف سماویہ کی آخری کتاب قرآن کریم نے بھی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی پاکدامنی عفت و عصمت اور بارگاہ الٰہی میں ان کی قرب و جاہت کی گواہی دی ہے۔ اور مخالفین کے الزام تراشی کی کھلے لفظوں میں تردید کی ہے۔ قرآن اور پیغمبر اسلام نے جس بے باکی، ہمدردی اور ببانگ دہل حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی حمایت کی ہے یہ تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

مگر برا ہو نفس پرستی کا کہ خود پیروان عیسیٰ نے ابن مریم کو ''ابن اللہ'' بنا ڈالا اور قرآن و پیغمبر اسلام کے ان تمام اقوال صفائی کو خود حضور اکرم پر حضرت عیسیٰ کی افضلیت و برتریت کو ثابت کرنے کے لئے یونانی فلسفہ و منطق کے پیکر میں لفظی گورکھ دھندے کا کھیل شروع کر دیا۔ احسان فراموشی کرنے والے عیسائی مبلغین ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے آپ کی ذات پر حضرت عیسیٰ کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ

''بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسے شیطان مس کرتا ہے۔ مگر مسیح اور اس کی والدہ مریم کو مس نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ مسیح اور اس کی ماں کے علاوہ تمام بنی نوع انسان کو شیطان مس کرتا ہے جس میں تمام نبی اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی شامل ہو گئے لہٰذا مسیح کی افضلیت تمام انبیا و مرسلین پر ثابت ہوئی اور آپ بے گناہ ثابت ہوئے۔''

ایک مناظرے کی روداد میں عیسائی پادری کے اس لایعنی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد صاحب لکھتے ہیں:

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن کا فلسفہ پیدائش انسان:

مخفی نہ رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیائے مذکرین سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت، کلام پاک کے سورۂ احقاب میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

بے شک یہ مضمون حدیث میں موجود ہے۔ رہا یہ کہ اس مضمون سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی شیطان نے مس کیا تو یہ بالکل بے بنیاد اور غلط شبہ واعتراض ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات اس سے مستثنیٰ ہے۔ چناں چہ خصائص کبریٰ کی حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ بوقت ولادت حضور علیہ السلام، جبرائیل نے شیطان کو مار کر پہاڑوں اور غاروں میں بھگا دیا تھا۔ جب موجود ہی نہ تھا تو مس کیسے کرتا؟ نیز حدیث ما من مولود یولد الامسۃ الشیطان حین یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّهِ إِيَّاهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا (صحیح بخاری کتاب التفسیر، مسلم، کتاب الفضائل) کے حصر سے ہمارے نبی اکرم ﷺ عقلاً ونقلاً مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ حصر یقیناً اضافی ہے، حقیقی نہیں۔'' (آئینہ حق، مولانا ابوالنصر منظور احمد۔ باردوم جولائی ۱۹۷۴ء، ناشر مکتبہ فریدیہ، ساہیوال، پاکستان، ص ۳۳، ۳۴)

ان احسان فراموش لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابوالبشر حضرت آدم اور حضرت حوا کو بھی شیطان نے نہیں چھوا۔ اور ابوالبشر حضرت آدم اگر چہ یہودیت اور عیسائیت کے نزدیک حلقہ نبوت میں شامل نہیں ہیں مگر اہل اسلام قرآنی حکم کے مطابق انہیں ابوالبشر کے ساتھ ساتھ روئے زمین پر اللہ کا پہلا نبی اور نائب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کی عظمت وعصمت اور بارگاہ الٰہی میں ان کی وجاہت کے قائل ہیں۔ بخاری کی حدیث میں وارد اس ''حصر'' کو انجیل لوقا کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کے اس قول سے سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ حضرت یوحنا کی عظمت کو کلمات حصر کے ساتھ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

''میں تم سے کہتا ہوں جو ''عورتوں'' سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں۔ لیکن جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے۔'' (لوقا: ۷: ۲۸۔ کتاب مقدس پروٹیسٹنٹ ترجمہ)

اس آیت کا کیتھولک بائبل (کلام مقدس) سے اردو ترجمہ دیکھیں:

''میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ ان میں جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ یوحنا اصطباغی سے کوئی بڑا نہیں۔ تو بھی جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اس کے بڑا ہے (لوقا: ۷: ۲۸)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ)

اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (۱)

''اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو (اپنے شکم میں) اٹھائے رکھا اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور جنا اس کو بڑی تکلیف سے، اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی اور میں ایسے نیک کام کروں جن کو تو پسند فرمائے اور صلاح (ورشد) کو میرے لیے میری اولاد میں راسخ فرما دے۔ بے شک میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں۔

تفسیر معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ:

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

اس کا انگلش ورزن دیکھئے:

" For I say unto you, Among those that are born of women there is not a greater prophet than John the Baptist; but He that is least in the kingdom of God is greater than he." (Luke7:28)

حضرت یوحنا کے متعلق حضرت عیسیٰ کے انجیل لوقا میں بیان شدہ کلمات حصر سے جس طرح یوحنا کے نفس عظمت و وجاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور ان کی شخصیت مجروح نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی بخاری کے اس قول سے ذات رسالت مآب کی عظمت و وجاہت اور ان کی خصوصیات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کسی بھی اعتبار سے مجروح ہوتی ہے۔ مخالفین اسلام اور پیروان عیسیٰ اس سے غلط اور باطل استدلال کرتے ہیں۔ (نوشاد عالم چشتی)

(۱) القرآن الکریم۔ سورۃ الاحقاف ۴۶/ ۱۵، ضیاء القرآن

ضحاک نے کہا ہے کہ یہ آیت سعد بن وقاص کی شان میں وارد ہے۔ اور اوروں نے یوں کہا ہے کہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اور ان کی ماں اور باپ اور اولاد کی شان میں وارد ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے، بغوی نے ثابت کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہے۔ اس لیے کہ ان کے ماں باپ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور یہ بات کسی مہاجرین کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔(۱)

[معالم التنزیل کی عبارت یہ ہے:

"وقال السدی والضحاك: نزلت فی سعد بن ابی وقاص، وقد مضت القصة وقال الآخرون: نزلت فی ابی بکر الصدیق وابیه ابی قحافة عثمان بن عمرو، وامه ام الخیر بنت صخر بن عمرو، قال علیؓ بن ابی طالب الآیة نزلت فی ابی بکر اسلم ابواه جمیعا ولم یجتمع لاحد من المهاجرین اسلم ابواه غیره اوصاه الله بهما ولزم ذلك من بعده۔"]

بہر صورت یہ آیت کسی شخص خاص کی شان میں وارد ہے خواہ سعد بن وقاص ہوں یا صدیق اکبر ہوں یا غیر ہما ہوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مگر کچھ مفسرین جیسے صاحب تفسیر بیضاوی، ومدارک وجلالین وحسینی وغیرہم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہے۔

اور عورتوں میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مریم کی ولادت کا ذکر اپنے کلام پاک میں سورہ آل عمران میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ:

"فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ج وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ "(۱)

---

(۱) تفسیر البغوی، المسمی معالم التنزیل، ج ۳، ص ۱۵۱
(۲) القرآن الکریم، سورہ آل عمران، ۳/ ۳۶ (ضیاء القرآن)

''پھر جب اس (مریم کی والدہ نے) نے جنا اسے (تو حیرت وحسرت) سے (مریم کی والدہ) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا، اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھیں) مانند اس لڑکی کے اور (ماں نے کہاں) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم۔''

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام میں عبدالحارث بیٹا آدم اور بعضوں کے نزدیک قصی کی اولاد کی ولادت سورۂ اعراف میں بیان فرمائی ہے کہ:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَاۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَاۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ (۱)

''وہ (خدا ہے) جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تا کہ اطمینان حاصل کرے اس (جوڑے) سے، پھر جب مرد ڈھانپ لیتا ہے عورت کو تو حاملہ ہو جاتی ہے ہلکے سے حمل سے، پھر چلتی پھرتی رہتی ہے اس کے ساتھ، پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے تو دعا مانگتے ہیں (میاں بیوی) اللہ سے جو ان کا رب ہے، کہ اگر تو عنایت فرمائے ہمیں تندرست لڑکا تو ہم ضرور ہو جائیں گے تیرے شکر گزار بندوں سے۔ پس جب اللہ عطا کرتا ہے انہیں تندرست لڑکا تو دونوں بناتے ہیں اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا۔ تو بلند و برتر ہے اللہ ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔''

---

(۱) القرآن الکریم سورۃ الاعراف، ۷/۱۸۹، ۱۹۰ (ضیاالقرآن)

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرار اہل مکہ کو سورۂ حج میں خطاب کر کے انسان کی پیدائش کو بیان فرمایا ہے اگرچہ اس بیان میں سب افراد انسان شریک ہیں مگر خطاب اہل مکہ کی طرف ہے وہ یہ ہے:

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ط وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ." (۱)

"اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو (روز محشر) جی اٹھنے میں، تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ ہم نے ہی پیدا کیا تھا تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے، بعض کی تخلیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی نامکمل تاکہ ہم ظاہر فرمادیں تمہارے لیے (اپنی قدرت کا کمال) اور ہم قرار بخشتے ہیں رحموں میں جسے ہم چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک، پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچہ بنا کر، پھر (پرورش کرتے ہیں تمہاری) تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنے شباب کو اور تم میں سے کچھ (پہلے) فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے بعض کو پہنچا دیا جاتا ہے نکمی عمر تک۔"

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرار کفار میں سے صاحب تفسیر جلالین (۲) کے مطابق عاص بن وائل کی پیدائش سورہ یٰسٓ میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے:

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ. (۳)

---

(۱) القرآن الكريم، سورة الحج ۲۲/۵ (ضیاء القرآن)
(۲) تفسير الجلالين، ص ۳۷۲ زیر آیت
(۳) القرآن الكريم، سورة يٰس ۳۶/۷۷ (ضیاء القرآن)

''کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے، پس اب وہ (ہمارا) کھلا دشمن بن بیٹھا ہے۔''

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کافر کی حالت پیدائش سورۂ عبس میں بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ ○ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ ○ مِنْ نُّطْفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ○ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ○ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ○ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ ○ (۱)

''غارت ہو منکر انسان، وہ کتنا احسان فراموش ہے۔ کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا، ایک بوند سے اسے پیدا کیا، پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی، پھر زندگی کی راہ اس پر آسان کر دی، پھر اسے موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا۔''

اور نیز تفسیر جلالین میں ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ
''ان کے نکلنے کا راستہ ان کی ماں کے پیٹ سے آسان کیا۔ (۲)

اب غور کا مقام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف اولادِ آدم کی پیدائش بار بار بیان کی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں نے انسان کو پیدا کیا خونِ بستہ سے ومضغۂ گوشت سے اور ٹھہرایا میں نے رحم میں اور آسان کیا میں نے ان کے نکلنے کا راستہ ان کی ماں کے پیٹ سے۔ اب اس سے زیادہ واضح بیانِ پیدائش اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدائش انسان کو ایسے مفصل طور پر بیان کیا تو بیان پیدائش آں حضرت ﷺ جب اپنی مثال میں بدعت نہیں تو اپنے اصل میں کیسے بدعت ہوگا؟ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہو گیا اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ پیدائش انسان کو اپنے کلام

---

(۱) القرآن الکریم، سورۂ عبس، ۸۰/۱۷ تا ۲۰ (ضیاء القرآن)
(۲) تفسیر الجلالین، ص ۴۹۰ زیرِ آیت

مبارک میں بطور وضاحت بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾"۔ (۱)

"اور بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے، پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں، پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا، پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی، پھر ہم نے پیدا کر دی اس بوٹی سے ہڈیاں، پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت، پھر روح پھونک کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔"

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی پیدائش کے متعلق سورۂ روم میں بیان فرماتا ہے:

"اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾" (۲)

"اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں (ابتدا میں) کمزور پیدا فرمایا۔ پھر عطا کی (تمہیں) کمزوری کے بعد قوت، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا۔ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، اور وہی سب کچھ جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں انسان کی پیدائش مفصل طور پر سورۂ

---

(۱) القرآن الکریم۔ سورۃ المومنون، ۲۳/ ۱۲ تا ۱۴ (ضیاء القرآن)

(۲) القرآن الکریم۔ سورۃ الروم، ۳۰/ ۵۴ (ضیاء القرآن)

سجدہ میں بھی بیان فرمائی ہے:

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۱)

''وہ جس نے بہت خوب بنایا جس چیز کو بھی بنایا اور ابتدا فرمائی انسان کی تخلیق کی گارے (مٹی) سے، پھر پیدا کیا اس کی نسل کو ایک جوہر سے یعنی حقیر پانی سے، پھر اس (کے قد و قامت) کو درست فرمایا۔ اور پھونک دی اس میں اپنی روح، اور بنا دیے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ تم لوگ بہت کم شکر بجالاتے ہو۔''

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی پیدائش کو مفصل طور پر سورۂ قیامہ میں یوں بیان فرماتا ہے:

''اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًىؕ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰىۙ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰىۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰىؕ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى۔'' (۲)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ (ابتدا میں) منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے، پھر اس سے وہ لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اسے بنایا اور اعضا درست کیے۔ پھر اس سے دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت۔ کیا وہ (اتنی قدرت والا) اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر زندہ کر دے؟''

---

(۱) القرآن الکریم سورۃ السجدۃ، ۳۲/۷ تا ۹ (ضیاء القرآن)

(۲) القرآن الکریم سورۃ القیامۃ، ۷۵/۳۶ تا ۴۰ (ضیاء القرآن)

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ دھر میں انسان کی پیدائش اس طرح بیان فرمائی ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (۱)

"بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اس کو آزمائیں۔ پس (اس غرض سے) ہم نے بنادیا ہے اس کو سننے والا، دیکھنے والا۔"

اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ لقمان میں انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (۲)

"اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ شکم میں اٹھائے رکھا ہے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود۔ اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے (اس لیے ہم نے حکم دیا) (آخر کار) میری طرف ہی (تمہیں) لوٹنا ہے۔"

عربی میں "وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ" سے ضعف ولادت اور ضعف حمل مراد ہے اور نیز جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان ہدایت ترجمان سے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر جمیع اولادِ آدم کی ولادت بیان فرمائی ہے چنانچہ حدیث صحیح بخاری و مسلم وابوداؤد وغیرہم میں وارد ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ (بن مسعود) حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم، هُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً

---

(۱) القرآن الکریم، سورۃ الدھر، ۷۶/۲ (ضیاء القرآن)

(۲) القرآن الکریم، سورۃ لقمٰن، ۳۱/۱۴ (ضیاء القرآن)

مِثْلَ ذٰلِكَ ۔[ثم يَبْعَثُ اللهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَه وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ ۔ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابِ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ ۔](۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، صادق و مصدوق نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن علقہ (جمع ہوا خون) کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رہتا ہے۔[پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ چار چیزوں کے لکھنے کے لئے بھیجتا ہے۔ پھر وہ فرشتہ اس کا عمل، اور اس کی موت کا دن اور اس کا رزق اور نیک و بد بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس کے اندر روح پھونکی جاتی ہے۔ پھر انسان جہنمیوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کی مقدار رہ جاتی ہے پھر اس پر نامہ اعمال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ جنتیوں جیسا عمل کرنے لگتا ہے جس کی وجہ وہ

---

(۱) (الف)صحیح البخاری ، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ
(رقم الحدیث: ۳۳۳۲)ص۶۰۸

(ب)صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ
(رقم الحدیث: ۲۶۴۳)ص۱۰۱۹

جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور بعض انسان جنتیوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے۔
یہاں تک اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے،
پھر اس پر نوشتۂ تقدیر کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ جہنمیوں جیسے اعمال کرنے لگتا ہے
جس کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے۔]

اب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعتِ صحابہ کو خطاب کر کے سب کی ولادت بیان فرمائی ہے۔

اور نیز بیضاوی میں آیت: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" کے تحت تحریر ہے کہ:

وَلَمَّا كَانَ اَوَّلُ الوَاجِبَاتِ مَعرِفَةُ اللهِ سبحانه وتعالىٰ نَزَّلَ اَوَّلًا مَايَدُلُّ عَلىٰ وجُودِهٖ و فَرطِ قُدرَتِهٖ وَ كَمَالِ حِكْمَتِهٖ (۱)

سب واجبات سے پہلے معرفت الٰہی واجب ہے اور پیدائش انسان فرط قدرت اور کمال وحدت پر دال ہے اور اس سے معرفت وجودِ الٰہی بخوبی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیفیت پیدائش انسان سب سے پہلے نازل فرمائی۔ چنانچہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے:

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ معرفت پیدائش انسان دراصل معرفت الٰہی کا مقدمہ اور وسیلہ ہے اور نیز تفسیر جلالین میں اللہ تعالیٰ کے قول: "وَقَدْ خلقکم اطوارا" کے تحت لکھا ہے کہ:

"وقد خَلَقَكُمْ اطواراً" جمع طور هُوَ الْحَال فطوراً نطفة وَطوراً عَلَقَةً إلى تمامِ خَلْقِ الْانسَانِ وَالنَّظْرُ فِيْ خَلقه يُوجِبُ الْإِيْمَانَ بِخَالِقِهٖ۔ (۲)

---

(۱) انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف به تفسیر البیضاوی جلد ۵، ص ۳۲۵

(۲) تفسیر الجلالین ص ۷۶۵

انسانی پیدائش کے متعلق غور وفکر خالق کے ساتھ ایمان کو واجب اور مضبوط کرتی ہے۔

اب ان دونوں تفسیروں سے بخوبی ثابت ہوا کہ غور وفکر اور نظر، انسانی پیدائش میں مقدمہ اور وسیلہ ہے معرفتِ الٰہی کا، اور معرفتِ الٰہی اصل واجبات سے ہے اور مقدمۂ واجب، واجب ہے جیسا کہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

"النظر هُوَ تَرْتِيْبُ الْمَعْقُوْلِ لِتَحْصِيْلِ الْمَجْهُوْلِ وَاجِبٌ لِاَنَّهُ مقدِّمَةُ الوَاجِبِ" (۱)

حضرت علامہ عبد العلی (فرنگی محلی) علیہ الرحمہ شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ:
واجب سے مراد معرفت الٰہی ہے یعنی فکر ونظر معرفت الٰہی کا مقدمہ ہے اور جیسے وہ واجب ہے ویسے ہی یہ بھی واجب ہے۔

اسی لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے بصیغۂ امر ذکر فرمایا ہے کہ انسان اپنی پیدائش میں غور وفکر کرے اور سبھی جانتے ہیں کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے آتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (۲)

"سو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے جو (مرد وزن) کی پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انسان کی پیدائش ذکر امور دینیہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور معرفت الٰہی کا وسیلہ ہے۔ اسی لیے ذکر پیدائش حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کلام الٰہی میں وارد اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بالخصوص معرفت الٰہی کے لیے وسیلہ ہے۔ نیز قرآن وسنت کے آیات وآثار سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی

---

(۱) مسلم الثبوت، ص ۱۰

(۲) القرآن الکریم سورۃ الطارق ۸۶/۵ تا ۷ (ضیاء القرآن)

ہے کہ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔ اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر نعمت کا شکر اسی نعمت کے ذکر کرنے سے ادا ہوتا ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔

۱۹۔سوال: ہندوستان اور دیگر ممالک میں محفل میلاد شریف کا انعقاد لوگ مندرجہ ذیل مختلف مقاصد کے تحت کرتے ہیں جیسے:

(۱) اللہ ورسول کا ذکر سننے اور دیگر مسلمانوں کو سنانے کے لیے

(۲) صاحب خاتم نبوت ورسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی ذات بابرکت سے عالم کو منور کیا اور آپ کی شریعت سے ظلمت کفر کو اٹھا کر کے ہم کو شرف باسلام کیا اس حقیقت کے اعتراف کے لیے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور احادیث میں وارد حالات پیدائش سے مسلمانوں کو واقف کرانے اور آپ پر درود شریف پڑھنے کے لیے۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے اس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے بہشت طلب کرنے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کے واسطے دعا مانگنے کے لیے۔

تو کیا ان مذکورہ مقاصد کے تحت مجلس میلاد کا انعقاد ناجائز و بدعت ٹھہرے گا جیسا کہ مانعین میلاد کا کہنا ہے؟

الجواب: سواد اعظم کے علما و مشائخ کے نزدیک یہ مجلس جائز ہے بدعت اور ناجائز نہیں اس لیے کہ حدیث صحیح بروایت مسلم وارد ہے کہ جس مجلس کے انعقاد کا سبب اللہ کا ذکر اور نعمتوں کا شکر ہو تو اس مجلس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فخر فرماتا ہے اور جس مجلس پر اللہ فخر کرتا ہے تو اللہ کے سچے بندے اور رسول اللہ کے تابعدار اس کو ہرگز حرام اور بدعت نہیں سمجھتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے:

[عن ابی سعید الخدری قال: خرج معاویة علی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا اَجْلَسَکُمْ؛ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللہ. قَالَ: وَ اللہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاكَ؛ قَالُوْا: وَاللہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. قَالَ: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَةً لَکُمْ، وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِیْثًا مِنِّیْ.]

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ: مَا اَجْلَسَکُمْ؛ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللہ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا. قَالَ: وَاللہ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاكَ. قَالُوْا: وَاللہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَةً لَکُمْ وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰئِکَةَ. (قال ابو عیسٰی: ھٰذا حدیث حسن غریب)(۱)

''حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ کا گزر مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ایک جماعت پر ہوا، تو انہوں نے پوچھا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ان حضرات نے کہا: ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھے ہیں، امیر معاویہ نے کہا: بخدا کیا تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: بخدا ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں۔

---

(۱) (الف) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر. (رقم الحدیث: ۲۷۰۱) ص ۱۰۳۰

(ب) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ (رقم الحدیث: ۳۳۷۹)، ص ۷۷۹

امیر معاویہ نے کہا: میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی احادیث کو میں سب سے کم روایت کرنے والا ہوں۔ بے شک ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کی ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزر ہوا جو ایک جگہ جمع تھے، اس میں میں بھی تھا تو آپ نے فرمایا: تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اور اللہ نے ہم کو اسلام کی ہدایت عطا فرما کر جو ہم پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بخدا تم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو، انہوں نے کہا: بخدا ہم اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی لیکن ابھی میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ: اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر اور نبی پر درود نہ ہو وہ مجلس ناقص ہے اور مجلس میلاد میں یہ دونوں امر موجود ہیں چنانچہ بار بار جلسۂ مولود شریف میں درود پڑھا جاتا ہے:

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا ابدًا

عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

لہٰذا مجلس میلاد نقصان سے خالی ہوئی اور جن وجوہات سے مجلس اہل اسلام، حسین اور بہتر ہوتی ہے وہ خدا کا ذکر اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود ہے، اور یہ دونوں اس مجلس مبارک میں موجود ہیں، اور وہ حدیث صحیح جو بروایت ترمذی بایں طور وارد ہے:

"وعَن ابی ھریرۃ عن النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَا جَلَسَ قَوْمٌ مجلسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللهَ فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوا عَلٰی نَبِیِّهِمْ

اِلَّا کَانَ عَلَیْھِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَھُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَھُمْ (قال ابو عیسٰی: ھٰذا حدیث حسن)۔"(۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس منعقدہ مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجا جائے وہ ان کے لیے حسرت وندامت کی بات اور نقصان دہ ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔"

۲۰-سوال: مجلس میلاد شریف میں فاسق اور فاجر سب لوگ جمع ہوتے ہیں اور جس مجلس میں فاسق اور فاجر بھی طرح کے لوگ جمع ہوتے ہیں اس میں جانا ازروئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: مجلس میلاد شریف کے انعقاد کا سبب جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ یہ محفل ان امور گذشتہ کی تعلیم اور تعلم کے لیے ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں اور نیز ذکر الٰہی اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور ادائے شکر نعمت اسلام کے لئے ہے اور دوزخ سے نجات مانگنے اور بہشت کی آرزو کرنے کے لیے ہے اور فاسق اور فاجر خواہ ان امور گذشتہ کے لیے جمع ہوں یا مطلب دلی ان کا کوئی اور امر ہو مگر اس مجلس متبرک میں تبعاً واسطے باقی مسلمانوں کی ان کے ساتھ بیٹھیں تو بلاشک وشبہ اس مجلس میلاد شریف میں ازروئے شرع شریف کچھ قباحت اور نقصان نہیں ہے۔ اور یہ مجلس جائز ہے اور ان لوگوں کے طفیل سے گنہگار بھی اللہ کے حکم سے امید ہے کہ بخشیں جائیں گے۔ چناں چہ اس مجلس متبرک کی شان میں حدیث صحیح وارد ہے:

[عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی القول یجلسون ولا یذکرون اللہ (رقم الحدیث: ۳۳۸۰) ص ۹۷۷

للهِ ملائِكَةً يَطُوفُوْنَ فِى الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللهَ. تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ. قَالَ: فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا. قَالَ: فَيَسْئَلُهُمْ رَبُّهُمْ، وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ: مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ؛ قَالُوْا: يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِيْ؛ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ. لَا وَاللهِ مَا رَاَوْكَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ؛ قَالَ. يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً. وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا. قَالَ: يَقُوْلُ: فَمَا يَسْاَلُوْنِيْ؛ قَالَ يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ. قَالَ: يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؛ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ يَارَبِّ مَارَاَوْهَا. قَالَ. وَيَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا؛ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا. وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا. وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً. قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؛ قَالَ. يَقُوْلُوْنَ: مِنَ النَّارِ. قَالَ. يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؛ قَالَ يَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللهِ مَا رَاَوْهَا. قَالَ. يَقُوْلُ: فَكَيْفَ لَوْرَاَوْهَا. قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا. وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ)

اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو کہ ذاکرین کو تلاش کرتے رہتے ہیں جہاں ذاکرین کو پایا تو زمین سے آسمان تک یہ فرشتے ان کو پروں سے ڈھانک لیتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے کہ: میرے بندے کیا کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: یہ بندے! آپ کا ذکر اور جنت کی خواہش اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں!

تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ: میرے بندے بغیر مجھے دیکھے اور بغیر جنت اور دوزخ کو دیکھے میرے ذکر میں مشغول ہیں اور دوزخ سے متنفر اور جنت کے خواہاں ہیں؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ: اے فرشتو! تمہیں میں نے گواہ کیا کہ سب کے گناہ میں نے بخش دیے۔ چنانچہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: یا اللہ! فلاں شخص فاسق اور فاجر اور بڑا گنہگار تھا راستے سے گذر رہا تھا سو ان کے ساتھ بیٹھ گیا یعنی اپنے کام کے لیے آیا تھا اور مقصودِ اصلی اس کا یہ ذکر اور شغل نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ فرمائے گا کہ: یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا ان کا ہم نشیں بدبخت نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نے اس فاسق اور فاجر کو بھی بخشا بروایتِ بخاری بایں الفاظ وارد ہے:

فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ .قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ (۱)

''اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو اپنی ضرورت کی وجہ سے مجلس میں آگیا تھا، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ ہم نشیں ہیں جن کے ہم نشین محروم نہیں ہوتے۔''

اور بروایت مسلم یوں مروی ہے:

[عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا .يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ

---

(۱) صحيح البخاری . كتاب الدعوات. باب فضل ذكر الله عزوجلّ (رقم الحديث: ۶۴۰۸) ص ۱۱۷۰

فَإِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ، حَتّٰى يَمْلَأُوْا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ، وَهُوَ أَعْلَمُ، مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؛ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيَسْأَلُوْنَكَ، قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُوْنِي؛ قَالُوْا: يَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي؛ قَالُوْا لَا أَيْ رَبِّ! قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي؛ قَالُوْا: وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ، قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنَنِي؛ قَالُوْا مِنْ نَارِكَ يَارَبِّ! قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِي؛ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي؛ قَالُوْا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَإِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو مختلف اطراف وجوانب کے راستوں میں پھرتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں جب وہ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو دوسرے فرشتوں کو پکارتے ہیں کہ ادھر اپنی حاجت کی طرف آؤ۔ ارشاد فرمایا کہ پھر وہ آسمان دنیا تک اس پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہو جاتے ہیں، پھر اُن سے اُن کا رب پوچھتا ہے حالاں کہ وہ اُن

(۱) صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل مجالس الذکر، (رقم الحدیث: ۲۶۸۹) ص ۱۰۳۷

سے بہتر جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری پاکی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدا کی قسم! تجھے تو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت زیادہ، بہت زیادہ بزرگی اور تیری بہت زیادہ تسبیح کریں۔ پھر فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب تیری قسم! اسے تو نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہوگا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر اسے دیکھ لیں تو انھیں اس کی بہت زیادہ حرص، طلب، اور رغبت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے میرے رب! ان میں فلاں بندہ خطاکار تھا، وہ اس مجلس کے پاس گذرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے اس کو بھی بخش دیا، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا۔"

۲۱۔سوال: مجلس میلاد شریف میں جو لوگ خوش آوازی کے ساتھ اشعار پڑھتے ہیں کہ جن میں شمائل اور خصائص اور حالات ابتدائی پیدائش آں حضرت ﷺ کی منظوم ہیں اور پڑھنے والے ان اشعار کے نہ علم موسیقی سے خبردار اور نہ مانند اہل عشق، ان اشعار میں رعایت ضوابط علم موسیقی کی ان لوگوں کو منظور ہے، اور نہ معشوقوں کے رخسار

اور خدوخال اور بال اور دانتوں کا ذکر ان اشعار میں منظوم ہے، اور اگر ہے تو جناب رسالت مآب ﷺ کا حلیۂ مبارک اور قدوقامت اور ابرو ور خسار وغیرہ کا ذکر ہے، آیا ان اشعار کے خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے پر غنا کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر غنا کا اطلاق ہو تو یہ غنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: غنا اگر صرف خوش آوازی کے ساتھ ہو اور اس میں قانونِ موسیقی کی رعایت نہ ہو اور سوائے حلیۂ مبارک رسول اللہ ﷺ کی ان میں معشوقوں کی قدوقامت اور رخسار اور بالوں کا بھی بیان نہ ہو تو یہ غنا جائز ہے۔ بلکہ اس غنا کے ساتھ جو کہ صرف خوش آوازی کے ساتھ ہو قرآن شریف پڑھنا سنت اور مستحب ہے چوں کہ کلام اللہ کا پڑھنا اس غنا کے ساتھ مستحب اور جائز ہوا تو مضامین احادیث شمائل نبوی جس میں حلیۂ مبارک کا بیان ہے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اور جس حدیث سے کلام اللہ کا پڑھنا غنا اور خوش آوازی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے جو بروایت بخاری ومسلم بایں طور مروی ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَاأَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ." (۱)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ عزوجل کسی چیز کو ایسی توجہ سے نہیں سنتا جیسے کلام اللہ کو پیغمبر کی زبان سے سنتا ہے جو خوش آوازی اور خوش لحانی کے ساتھ پڑھے۔"

اور اس حدیث کے تحت "لمعات شرح مشکوٰۃ" میں مسطور ہے:

---

(۱) (الف) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یتغنّ بالقرآن. (رقم الحدیث: ۵۰۲۳) ص ۹۳۹

(ب) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (رقم الحدیث: ۷۹۲) ص ۲۸۶

واَمّا التکلّف برعایة الموسیقی فمکروہ (۱)

یعنی قرآن کا ضوابط موسیقی کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔

اور اس حدیث کی تفسیر یہ حدیث ہے جو بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے:

وَعَنْ ابی ھریرۃ انہ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہ تعالی عَلَیْہِ وَسَلَّم

یقول: مَا اَذِنَ اللہُ بِشَیءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوتِ یَتَغَنّٰی

بِالْقُرانِ یَجْھَرُ بِہٖ۔ (۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہوئے سنا کہ: اللہ عزوجل کسی چیز کو (ایسی محبت اور توجہ

سے) نہیں سنتا جیسے قرآن مجید کو اپنے نبی کی خوش الحانی سے سنتا ہے۔''

نیز اس حدیث کے تحت لمعات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے:

قَوْلُہٗ "یجھر بہ" تفسیر لمعنی "التغنی" المراد فی ھذا الباب، فَاِنَّ

الْمُرَادَ تَحْسِیْنُ الصَّوْتِ وَتَطْیِیْبُہٗ، وَ تَزْیِیْنِہٖ وَ تَرْقِیْقِہٖ

وَتَحْزِیْنِہٖ بِحَیْثُ یُوْرِثُ الْخَشْیَۃَ وَیَجْمَعُ الْھَمَّ وَیَزِیْدُ الْحُضُوْرَ

وَیَبْعَثُ الشَّوْقَ وَیَرِقُّ الْقَلْبَ وَیُؤَثِّرُ فِی السَّامِعِیْنَ مَعَ رِعَایَۃِ

قَوَانِیْنِ التَّجْوِیْدِ وَمَرَاعَاۃِ النَّظْمِ فِی الْکَلِمَاتِ وَالْحُرُوْفِ۔ (۳)

---

(۱) لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح. کتاب فضائل القرآن، باب من لم یَتَغَنَّ بالقرآن (مخطوطہ) ورق ۳۶۷

(۲) (الف) صحیح البخاری. کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الماہر بالقرآن مع الکرام البررۃ" (رقم الحدیث: ۷۵۴۴) ص ۱۳۶۴

(ب) صحیح مسلم. کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (رقم الحدیث: ۷۹۲) ص ۲۸۶

(۳) لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح. کتاب فضائل القرآن، باب من لم یَتَغَنَّ بالقرآن (مخطوطہ) ورق ۳۶۶

''رسول اللہ ﷺ کا قول "یجھر بہ" دراصل اس سیاق میں مراد غنا کے مفہوم کی اجمالی تفسیر ہے۔ کیونکہ یہاں "تغنی" سے خوش الحانی، غنائی صوت، حسنِ ترتیل اور تلاوت کلام الٰہی کے دوران آواز میں ایسی کشش، رقت، اور درد وحزن کی ایسی کیفیات مراد ہیں جو خشیت الٰہی، خشوع وخضوع اور رقت انگیزی کا آئینہ دار ہو۔ تاکہ سامعین کو قرآن کریم سے ایک خاص شغف اور ذوق وشوق پیدا ہو جائے اور تلاوت کلام الٰہی کی مقدس تاثیر سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ہاں! احکام تجوید کی بجا آوری، وقف وابتداء کی رعایت اور حروف کی ادائیگی میں مخارج وصفات کی پابندی بنیادی اور لازمی شرط ہے۔''

اور نیز بروایت ابوداؤد وابن ماجہ حدیث صحیح وارد ہے:

عن البَرَاء بن عَازب قال. قال رَسُول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسَلَّمَ: زَيِّنُوا القران بِأَصْوَاتِكُمْ ۔(۱)

''قرآن کریم کو حسن آواز سے مزین کر کے پڑھو۔''

''اور نیز مشکوۃ شریف میں حدیث صحیح وارد ہے:

"عَنِ البَرَاء بن عَازب قال. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: حَسِّنُوا القرآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الحَسَنَ يزيدُ القرانَ حُسْنًا ۔"(۲)

(۱) (الف) سنن ابی داؤد ابواب فضائل القرآن باب استحباب الترتیل فی القرأة (رقم الحدیث: ۱۴۶۸) ص ۲۴۱

(ب) سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فی حسن الصوت بالقرآن (رقم الحدیث: ۱۳۴۲) ص ۲۱۶

(۲) (الف) سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب التغنی بالقرآن، (رقم الحدیث ۳۴۹۵) ص ۵۷۳

(ب) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن (رقم الحدیث: ۲۲۰۸)، ج ۱، ص ۴۰۳

''حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

قرآن کی تلاوت خوش آوازی سے کیا کرو، کیونکہ خوش آوازی تلاوت کے حسن کو بڑھاتی ہے۔''

لہٰذا جن اشعار میں خصائص نبویہ منظوم ہوں اگر ان اشعار کو اس صوت کے ساتھ پڑھے جس ''صوت'' کو رسول اللہ ﷺ نے ''صوت الحسن'' فرمایا ہے تو بلا شک وشبہ یہ ''صوت الجہر'' حرام اور ناجائز نہیں ہے۔

۲۲۔سوال: جس صوت (آواز) کو خود رسول اللہ ﷺ نے صوت الحسن فرمایا ہے اگر اسی ''صوت الحسن'' کو، کوئی حرام کہے [تو کیا نقصان ہے اور اس کا] کیا حکم ہے؟

الجواب: جس صوت کو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''صوت الحسن'' فرمایا ہے اگر اسی صوت کو کوئی حرام کہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے منکر اور حلال کو حرام کہنا ہے اور اس سے شرع اور شارع کی توہین لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ حرام قبیح کو کہتے ہیں اور جس صوت کو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوت الحسن فرمایا ہے اگر اسی کو کوئی قبیح کہے تو جو چیز شارع کے نزدیک حسن ہے اس کے نزدیک قبیح ہوگئی اور بلا شک وشبہ یہ شرع اور شارع کی توہین ہے اور اس قول کا تصادم قولِ رسول خدا سے لازم آتا ہے۔ [اور سوادِ اعظم کے نزدیک یہ توہین کفر ہے۔ چشتی]

۲۳۔سوال: جو غنا حرام ہے وہ کون سی قسم کی غنا ہے؟

الجواب: وہ غنا حرام ہے جس کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ تم ''لحون اہل عشق اور کتاب'' سے بچو۔ ''لحن اہل عشق اور کتاب'' وہ ہے جس میں موسیقی اور نغموں کی رعایت منظور ہو صرف خوش آوازی نہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ جو مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے جس کو بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے۔

''[وعن حذیفة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم "إقْرَؤوا القرآن بلُحُون العربِ واصواتها
وَإيَّاكُمْ وَلحون اهلِ الْعِشْقِ وَلحونِ اهلِ الکتابین۔
اوسیجی بعدی قوم یُرَجِّعونَ بالقرآنِ ترجیع الْغِنَاءِ
والنوح لا يُجَاوِزُ حنَاجِرَهم مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ
الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَانُهُمْ۔"(۱)

''حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کو عربوں کی آواز اور لحن میں پڑھو اہل کتاب کے گانے کے انداز و ترنم اور عشقیہ طرب و لحن میں پڑھنے سے اجتناب کرو۔ کیونکہ میری حیات ظاہری کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو تلاوت قرآن گویوں اور نوحہ خوانوں کے انداز میں پڑھے گی اور ان کا حال یہ ہوگا کہ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور ان کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے اس کے علاوہ ان کے دل بھی فتنے میں مبتلا ہوں گے جو ان کی تلاوت کو پسند کریں گے۔''

اور حاشیہ مشکوٰۃ میں ''لحونِ اہل عشق'' کی تفسیر بایں طور وارد ہے:

مَا يفعلون فی الاشعار من رعَايَةِ القواعدِ الموسيقی۔(۲)

''لحون اہل عشق کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب اشعار پڑھنے میں موسیقی کے قواعد و اصول اور نشیب و فراز کا خاص خیال رکھتے ہیں''

اور نیز حاشیہ مشکوٰۃ میں تفسیر لحون اہل کتاب بدیں طور پر وارد ہے:

وَكَانَ الْيَهُوْد والنصارٰی یقرؤون نحوا من الغناء وَ یتکلفُوْن

---

(۱) (الف)شعب الایمان (للبیہقی) باب فی تعظیم القرآن(رقم الحدیث:۲۶۵۰)ج۲،ص۵۴۰

(ب)مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن الفصل الثالث، (رقم الحدیث:۲۲۰۷)ص۴۰۳

(۲)الحاشیۃ النافعۃ علی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث ،حاشیہ۸،ص۱۹۱

فيها بمعنى النغمة. (۱)

''یہود ونصاریٰ اشعار کو گانے کے طرز میں پڑھتے تھے اور نغمگی پیدا کرنے کے لیے نہایت درجہ تکلف برتتے تھے''

اور نیز حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَنَّ اَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنٰى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ۔ (۲)

اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت مسطور ہے:

فَالشِّعْرُ الَّذِی کَانَتَا تُغَنِّيَانِ کَانَ فِيْ وَصْفِ الْحَرْبِ وَالشَّجَاعَةِ وَ فِيْ ذِكْرِهٖ مَعُوْنَةً لِاَمْرِ الدِّيْنِ. (۳)

''وہ لڑکیاں جو اشعار گا رہی تھیں وہ جنگ و جہاد کے اوصاف اور بہادری و جواں مردی کی خوبیوں پر مشتمل تھیں اور ظاہر ہے ان عناصر کا ذکر دین اسلام کی تقویت اور معنویت کا باعث ہے۔''

اب ان تمام مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ جن اشعار میں معونت اسلام ہو یا شجاعت و بہادری کا بیان ہو تو ان اشعار کا پڑھنا غنا بمعنی خوش آوازی کے ساتھ جائز ہے۔ علیٰ هٰذا القیاس۔

---

(۱) الحاشية النافعة على مشكوٰة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، حاشیہ ۹، ص ۱۹۱

(۲) (الف) صحيح البخاری، كتاب العيدين، باب اذا فاته العيد يصلی ركعتين. (رقم الحدیث ۹۸۷) ۱۸۵

(ب) صحيح مسلم، كتاب صلوٰة العيدين باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصية فيه فی ايام العيد (رقم الحدیث: ۸۹۲) ص ۳۱۷

(۳) مرقاة المفاتيح، بشرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة باب صلواة العيدين ج ۳، ص ۴۸۶

وہ اشعار جن میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص، شمائل، شجاعت اور صبر اور حلیۂ مبارک منظوم ہو تو بلا شک وشبہ ان میں تکمیل ایمان مومنین اور سامعین ہے اور یہ اشعار ان اشعار سے فائدہ شرعیہ میں ہرگز کم نہیں ہے جسے ان لڑکیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیانِ شجاعت انصار میں گائے تھے۔ اب قولِ فیصل یہ ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ ان اشعار کا پڑھنا جس میں اعانتِ اسلام ہو۔ اور ان میں خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی منظوم ہوں، اور رعایتِ قوانین اور ضوابطِ علمِ موسیقی اور نغمات کی بھی نہ ہو جیسے اہل عشق اور اہل کتاب کی عادت ہے، تو اس خوش آوازی کے ساتھ اشعار مذکورۃ الصدر کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں مضامین لہو ولعب، معشوقوں کی قد وقامت اور شراب اور کباب کی ہوں، یا کسی خاص شخص کی ہجو، ہو یا ان اشعار کا گانا موافق قواعد علم موسیقی کے ہو اور ان میں نغموں کی بھی رعایت ہو، تو ایسے طور پر اشعار گانا ناجائز ہے۔ اور جن اشعار میں صفتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظوم ہو تو وہ بلا شک وشبہ اشعار حسن میں داخل ہیں۔ چنانچہ شامی میں لکھا ہے:

"فما كان منه فى الوَعظ وَالحِكم وذكر نعم الله تعالىٰ وصفة المتقين فهو حَسَن." (۱)

"جو اشعار حکمت وموعظت، ذکر وتحدیث نعمت اور متقیوں کے اوصاف پر مشتمل ہوں ان کا پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے۔"

اور اشعار حسن جن میں صفات متقین خصوصاً صفاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظوم ہوں تو ان سے بلا شک وشبہ معونت امرِ دین متصور ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عبارتِ مرقات سے بخوبی معلوم ہوا کہ جن اشعار سے معونت امرِ دین ہوگا

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الابصار. كتاب الحظر و الاباحة، جلد ۹ ص ۵۰۳ (بعینہٖ حوالے میں مذکور عبارت زیر نظر نسخے میں نہیں ملی البتہ اس مفہوم کی عبارت صفحہ مذکور میں متعدد جگہ ہے۔ (نعمانی)

ان کا گانا جائز ہے۔

۲۴-سوال: اس زمانہ میں یہ رواج ہے کہ جن کے مکان پر مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے تو ان کے مکان پر لوگ ان کے بلانے سے یا خود بخود آتے ہیں اور وہ مکان والا ان کو مہمان سمجھ کر ان کے اکرام اور مدارات کے لیے ان کو مٹھائی اور پھول اور خوشبودار چیزیں اور عطر دیتا ہے یا یہ خیال کر کے کہ بعض ان میں سے فقرا کو بطور صدقہ اور اغنیا کو بطور ہبہ اور ہدیہ اشیائے مذکورہ عطا کرتا ہے آیا یہ از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اگر مکان والا مٹھائی وعطر و پھول وغیرہ اس لحاظ سے دیتا ہے کہ ان چیزوں کو دینے سے مہمان کا اکرام و خاطر داری ہے اور اکرام مہمان سنت نبوی اور دین اسلام میں لازم ہے، لہٰذا یہ شخص عند اللہ ماجور ہے اور یہ فعل اس کا موافق سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم کی وارد ہے کہ جو شخص خدا اور رسول اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مہمان کا احترام واکرام کرے اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبی ھریرۃ قال، قال رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: من کان یومن باللہ والیوم الأخِر فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ۔ ومن کان یُؤْمِنُ باللہِ والیوم الآخرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَہٗ ومن کَانَ یومِنُ باللہِ والیوم الآخر فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ" (۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) (الف) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذِ جارَہ (رقم الحدیث: ۶۰۱۸) ص ۱۱۰۸

(ب) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف (رقم الحدیث: ۴۷) ص ۴۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ تو چاہیے کہ وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔"

اور نیز جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بروایت بخاری وارد ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ . قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى ذِرَاعٍ اَوْ كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ." (۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے ایک دستی یا کھر کے لیے دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور اگر بطور ہدیہ میرے لیے دستی یا کھر ہی بھیجا جائے تو بھی میں ضرور قبول کروں گا۔"

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے، اندر داخل ہونے کے لیے تین دفعہ السلام علیکم کہہ کر اذن مانگا، سعد بن عبادہ نے آہستہ جواب دیا مگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ سنا، لہٰذا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لے جانے لگے، سعد بن عبادہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الھبة وفضلها والتحریض علیها، باب القلیل من الھبة (رقم الحدیث: ۲۵۶۸) ص ۴۲۶

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے سلام کا جواب تینوں دفعہ آہستہ طور پر دیا تا کہ آں جناب سلام بہت فرمائیں اور گھر میں برکت ہو۔ پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس سعد کے ساتھ تشریف لائے اور سعد بن عبادہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ سعد بن عبادہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کشمش لائے۔ آں حضرت ﷺ نے تناول فرمایا۔

پوری حدیث اس طرح ہے:

[عن انس او غیرہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَأْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ (ابی) عُبَادَةَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ. فَقَالَ سَعْدٌ: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ الله وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حتى سَلَّمَ ثَلٰثًا. وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتْبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ وأُمِّيْ. مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّاهِيَ بِأُذُنِيْ، وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ أَحْبَبْتُ اَنْ اسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ. ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ. فَقَرَّبَ لَهٗ زَبِيْبًا. فَأَكَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَافْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ. ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فقرب لهٗ زبيباً فاكل النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۱)

---

(۱) (الف) شرح السنة للبغوی، کتاب الاستیذان، باب الاستیذان بالسلام (رقم الحدیث: ۳۳۲۰) ج ۱۲، ص ۲۸۲

(ب) مشکوۃ المصابیح، کتاب الاطعمة، باب الضیافة الفصل الثانی، ج ۲، ص ۱۶۲

''پھر بھی حضرات گھر میں داخل ہوئے توان کے لیے کشش پیش کیا گیا
چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔''

اور نیز حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس (ایک شخص مسمّی) بسر کے دو بیٹے بوقت ضیافت مکھن اور کھجور لائے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے:

"عَنْ اِبْنَیْ بُسْرٍ السُّلَمِیَّیْنِ قَالَا: دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ." (۱)

''بسر سلیمیوں کے دونوں صاحبزادے سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں، کیوں کہ آپ کو مکھن اور کھجوریں پسند تھیں''

اب اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مہمان کے تواضع اور اکرام میں میٹھی چیز کے کھلانے سے سنت اور مستحب ادا ہوتی ہے لہٰذا یہاں بھی مہمان کی تواضع میں میٹھی چیز پیش کرتے ہیں اور نیز مٹھائی کی بہت مماثلت کھجور اور مکھن کے ساتھ پوری پوری ہے اس لیے کہ کھجور اور مکھن کے اجتماع سے مٹھاس اور گھی دونوں جمع ہوتے ہیں اور یہی دونوں چیزیں مٹھائی میں ہوتی ہیں۔ اور نیز حدیث سے ثابت ہوا کہ مہمان کو وہ چیز کھلانا چاہیے جو اس کو مرغوب اور پسند ہو، چناں چہ کان یحب الزبد والتمر اس پر دال ہے اور ہندوستان میں مٹھائی مرغوب الناس ہے اور دیگر اشیاء مذکورہ اگر فقیر کو بطور صدقہ اور

---

(۱) (الف) سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ . باب فی الجمع بین لونین فی الاکل (رقم الحدیث: ۳۸۳۵) ص ۶۰۵

(ب) مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول (رقم الحدیث: ۴۲۳۲) ج ۲، ص ۱۸۵

اغنیا کو بطور ہبہ اور ہدیہ دیتے ہوں تو یہ بھی جائز اور مستحب ہے۔

چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم کے وارد ہے کہ جس وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم صحابۂ کرام کو فرماتے تھے کہ تم کھاؤ اور جب یہ کہا جاتا تھا کہ یہ ہدیہ ہے، تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابۂ کرام کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ. كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِیَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ؛ فَاِنْ قِیْلَ صَدَقَةٌ. قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَلَمْ یَاْكُلْ. وَاِنْ قِیْلَ هَدِیَّةٌ ضَرَبَ بِیَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ." (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا تو آپ دریافت فرمالیتے کہ آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابۂ کرام سے فرماتے تم لوگ کھانا کھاؤ اور آپ اسے تناول نہ فرماتے۔ اور اگر بتایا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ دست مبارک سے اشارہ فرماتے اور خود بھی ان کے ساتھ تناول فرماتے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدیہ اور صدقہ کا لینا دینا دونوں سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا کوئی مسلمان ان کو بدعت نہیں کہہ سکتا۔

اور نیز حدیث صحیح بروایت انس بن مالک کے شمائل ترمذی میں وارد ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

(۱) (الف) صحیح البخاری. کتاب الهبة، باب قبول الهدیة (رقم الحدیث:۲۵۷۶) ۴۶۷
(ب) صحیح مسلم. کتاب الزكاة. باب قبولِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الهدیةَ وردِّهِ الصدقَةَ. (رقم الحدیث،۱۰۷۷) ص ۳۸۸

اگر مجھے ہدیہ کیا جائے ایک پائچہ گائے یا بکری کا تو میں اس کو قبول کروں گا۔

اور وہ حدیث یہ ہے:۔

"عَنْ اَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَوْاهدِىَ الَىّٰ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَودُعِيتُ عَلَيْهِ لأَجَبْتُ۔" (۱)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کا پایہ تحفہ میں دیا جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر اس کی دعوت بھی دی جائے تو پھر بھی قبول کرلوں گا۔

اور نیز صحیح بخاری میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ کو قبول فرماتے تھے اور وہ حدیث یہ ہے:

"وَعَنْ عَائشة رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قالت :كان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا۔" (۲)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے۔''

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ہدیہ سے انکار کرنا خلافِ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

اور نیز حدیث صحیح بروایت مسلم اور بخاری وارد ہے کہ اگر کوئی شخص بمقدار ایک کھجور کسب حلال سے صدقہ دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس صدقہ کو دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس صدقہ کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ مقدار پہاڑ کے برابر پہنچے گی۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ: مَنْ

---

(۱) شمائل الترمذی، باب التواضع، مشموله فی آخر جامع الترمذی، ص ۲۴

(۲) صحیح البخاری، کتاب الهبة باب المکافاة فی الهبة (رقم الحدیث:۲۵۸۵) ص ۴۶۹

تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔ (۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حلال و پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ پھر صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے ایسے ہی جیسے کوئی شخص گھوڑے کے بچے کو بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقے کا مال پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

اب اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو صدقہ بہت پسند ہے اگرچہ کوئی چھوٹی چیز مانندِ خرما کے بھی ہو۔ اور نیز اس مجلس مبارک میں کسی کے مکان پر مسلمانوں کے جمع ہونے سے اور بھی فوائد ہیں چناں چہ مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا اور مصافحہ زائل کرنے والا ہے معصیت اور بغض وحسد کا۔ حدیث صحیح میں وارد بروایتِ ترمذی وابن ماجہ وہ حدیث یہ ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بن عَازِبٍ قال، قال رسول الله تعالىٰ عليه وسلم: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يلتقيانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا۔ (قال ابوعيسىٰ حديث حسن غريب)۔ (۱)

---

(۲) (الف) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب (رقم الحديث: ۱۴۱۰) ص ۲۶۲
(ب) صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها۔ (رقم الحديث: ۱۰۱۴) ص ۳۶۴

(۱) (الف) سنن الترمذي، كتاب الاستيذان باب ماجاء في المصافحة (رقم الحديث: ۲۷۲۷) ص ۶۴۱
(ب) سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب المصافحة (رقم الحديث: ۳۷۰۳) ص ۵۹۶

’’حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان کو بخش دیا جاتا ہے۔‘‘

اور نیز حدیث صحیح مشکوۃ میں مروی ہے:

’’عَنْ عَطَاء الْخُرَاسَانِی اَنَّ رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: تصافحوا یَذْھَبِ الغِلُّ وتهادوا تحابوا، و تذهب الشحناء‘‘(۱)

’’حضرت عطا خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مصافحہ کیا کرو کہ اس سے بغض وکینہ دور ہو جاتا ہے اور تحائف وہدایا بھیجا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور دشمنی جاتی رہتی ہے۔‘‘

اور نیز حدیث صحیح بروایت بیہقی مشکوۃ شریف میں وارد ہے اور وہ اقتباس حدیث حسب ضرورت نقل کی جاتی ہے:

’’عَنِ الْبَرَاءِ بِنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی اَرْبَعًا قَبْلَ الْهَاجِرَة فَكَأَنَّمَا صَلَّاهُنَّ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ، وَالْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ یَبْقَ ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ‘‘ (۲)

---

(۱) (الف) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحہ والمعانقة، الفصل الثالث (رقم الحدیث: ۴۶۹۳) ص ۴۰۵

(ب) الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی المهاجرة (رقم الحدیث: ۱۶۸۵) ص ۹۳

(۲) (الف) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، بالمصافحة والمعانقة، الفصل الثالث، (رقم الحدیث: ۴۶۹۴) ص ۴۰۶۔

(ب) شعب الایمان، باب فی مقاربة و موادة اهل الدین (رقم الحدیث: ۸۹۵۵)، ج ۶ ص ۴۷۳

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قبل ہجرت چار رکعت نماز پڑھی گویا اس نے شب قدر میں چار رکعت نماز پڑھی۔ اور جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا بلکہ گر جاتا ہے۔

اور نیز حدیث صحیح بروایت انس بن مالک ترمذی میں وارد ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے اور وہ حدیث یہ ہے:

"[عَنْ ثمامۃ بن عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: کَانَ انس بن مَالِكٍ لَا یَرُدُّ الطِّیبَ۔ وَقَالَ اَنَسٌ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیبَ قال الترمذی: ھٰذا حدیث حسن صحیح]"(۱)

"حضرت ثمامہ بن عبداللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خوشبو کے تحفہ کو لینے سے انکار نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے تحفہ کو رد نہیں فرماتے تھے۔"

اب اس حدیث سے مندرجہ ذیل دو اُمور صاف صاف ثابت ہوئے۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔

(۲) متبعین سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لازم ہے کہ اگر کوئی خوشبو دے تو وہ رد نہ کرے، جیسے انس بن مالک اتباعاً فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے۔

نیز ترمذی میں بروایت ابوعثمان نہدی وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس وقت تم میں سے کسی کو ریحان (خوشبو) دیا جائے تو وہ اس کو رد نہ

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ رد الطیب (رقم الحدیث:۲۷۸۹) ص ۶۵۲

کرے کیوں کہ یہ جنت سے آیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عَنْ ابی عُثمانَ النَّهْدِيِّ قال، قال رسول الله صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أُعْطِيَ اَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ۔ (قَالَ الترمذی: هٰذا حديث غريب حسن)۔"(۱)

"حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو خوشبو دی جائے تو اس کو قبول کرنے سے انکار مت کرو کیونکہ وہ جنت سے آئی ہے۔"

۲۵۔سوال: فاسق اور فاجر کی ضیافت کرنا جائز ہے اور حدیث میں جو وارد ہے کہ مہمان کا اکرام کیا جائے تو اس سے مراد اکرام ضیف متقی ہے نہ کہ فاسق وفاجر کا اس لیے کہ فاسق کو کھلانے سے اس کے فسق کی اعانت ہوتی ہے اور اعانت فسق جائز نہیں ہے۔

الجواب: بالفرض اگر فاسق اور فاجر کی ضیافت اس مجلس مبارک میں کی جاتی ہے تو یہ ضیافت صرف اس لحاظ سے ہے کہ یہ فاسق فاجر اس مجلس مبارک میں شریک ہو کر ذکر اور شغلِ الٰہی کا عادی ہو اور اس کو نصیحت اور وعظ سننے کی عادت ہو جائے، اور اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت قائم ہو جائے تا کہ یہ فسق وفجور چھوڑ دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال سے محبت رکھے اور درود اور ذکر الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے ضیافت کرنا اور اس کی رعایت اور اس کے ساتھ احسان کرنا جائز ہے۔ جیسے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب کے ساتھ اس لحاظ سے احسان فرماتے تھے کہ ان کی اصلاح ہو اور مومنین ان کے شر سے بچیں۔ اور نیز حدیث صحیح بروایت مسلم وارد ہے کہ:

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الادب باب ماجاء فی کراهية ردالطيب (رقم الحدیث ۲۷۹۱) ص ۶۵۳

ایک کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوا لہذا رسول اللہ نے حکم فرمایا کہ اس کے لیے ایک بکری دوہی جائے۔ تعمیل حکم رسالت مآب میں ایک بکری دوہی گئی اور کافر مہمان نے اس کا دودھ پیا۔ مگر وہ شکم سیر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ سات بکری اس کے لیے دوہی گئیں اور اس نے ان کا دودھ پیا۔ پھر صبح کے وقت جب وہ مسلمان ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہی گئی مگر اب وہ اس ایک بکری کا بھی پورا دودھ نہ پی سکا۔ اس واقعہ کے ضمن میں وارد حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"عَنْ اَبِی ھریرۃ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ضافہٗ ضیفٌ وَھُوَ کَافِرٌ. فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم: بِشَاۃٍ فَحُلِبَتْ. فَشَرِبَ حِلَابَھَا. ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَہٗ. ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَہٗ. حَتّٰی شَرِبَ حِلَابَ سَبعِ شِیَاۃٍ ثُمَّ اِنَّہٗ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ. [فَاَمَرَلَہٗ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بِشَاۃٍ فَشَرِبَ حِلَابَھَا. ثُمَّ اَمَرَ بِاُخْرٰی فَلَمْ یَسْتَتِمَّھَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ: اَلْمُؤْمِنُ یَشْرَبُ فِیْ مِعًی وَاحِدٍ. وَالْکَافِرُ یَشْرَبُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ.]"(۱)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان بن کر آیا۔ آپ نے اس کی ضیافت فرمائی چناں چہ آپ کے حکم سے پہلے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہا گیا جس کو وہ پی گیا، پھر دوسری، پھر تیسری، یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری صبح وہ آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ پھر ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ تو انہوں نے ایک

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب المؤمن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء (رقم الحدیث: ۲۰۶۳) ص ۸۱۹

بکری کا دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا جس کو وہ نہیں
پی سکا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مومن ایک آنت میں کھاتا پیتا
ہے جب کہ کافر سات آنتوں سے کھاتا پیتا ہے۔

چوں کہ کفر سب فسقوں سے بڑھ کر فسق ہے۔ مگر حدیث مذکورہ کے مطابق جب
کسی کافر کا کفر ضیافت رسالت مآب سے مانع نہ ہو، تو اس مسلمان کا فسق جو مجلس میلاد
شریف میں بغرض اپنی اصلاح حاضر ہوتا ہے یا بلایا جاتا ہے ہرگز مانع ضیافت نہ ہوگا۔ اس
لیے کہ مومن کا فسق کافر کے فسق سے کم ہے، اس لئے کہ جو فسق سب سے بڑھ کر تھا وہ مانع
ضیافت نہ ہوا تو کم تر درجے کا فسق کیسے مانع ہوگا؟

۲۶-سوال: اس زمانہ میں کس شخص کے مکان پر جب میلاد شریف منعقد
ہوتی ہے تو وہ شخص جیسے صلحا کی تداعی کرتا ہے ویسے ہی فساق کی تداعی بھی اسی لحاظ سے کرتا
ہے کہ مجلس میلاد شریف میں وعظ و نصیحت اور تعلیم امور دینیہ اور تدریس مضامین احادیث
نبویہ کی ہوتی ہے اور شمائل اور اخلاق نبویہ کا ذکر اور صبر و شکر اور شفقت آں حضرت
ﷺ کی اپنے امت پر بیان ہوتی ہے۔ اور نیز یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ آں حضرت
ﷺ نے اللہ کی راہ میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائی ہیں، تا کہ صلحا کو ان امور کے ذکر کرنے
سے صلاحیت زیادہ ہو جائے۔ اور فساق ان بیانات کو سنیں تا کہ فخر دو عالم ﷺ کی محبت
ان کے دلوں میں مضبوط ہو جائے اور وہ راہ راست پر آ جائیں۔

اس مجلس مبارک میلاد کے لیے دن اور تاریخ بھی اس لحاظ سے معین ہوتا ہے کہ
جس شخص کے مکان پر مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے یا تو اس شخص کو اور دنوں میں فرصت
نہیں ہوتی ہے لہٰذا اسی تاریخ معین کردہ شدہ میں اپنی فرصت سمجھ کر اسی تاریخ کو معین کرتا
ہے یا اس لحاظ سے تاریخ اور دن کو معین کرتا ہے تا کہ لوگوں کو تاریخ اور دن معلوم ہو جائے اور
اسی تاریخ میں دنیوی امور چھوڑ کر اس مجلس میلاد شریف میں شریک ہو جائیں اور دینی فائدہ
اٹھائیں مگر اس شخص کی ہرگز یہ نیت نہیں ہے کہ اس تاریخ معین شدہ کے سوا یہ مجلس میلاد

شریف جائز نہیں ہے۔ یا اس تاریخ معین کی ایسی بزرگی اور عظمت سمجھتا ہو کہ اس کی بزرگی کے سبب سے مجلس میلاد شریف کی تخصیص اسی دن کے ساتھ ایسے کرے جیسے یہود و نصاری روزہ کی تخصیص سنیچر یا اتوار کے ساتھ بسبب معظم سمجھتے ہیں اور ان دونوں دنوں میں رکھتے ہیں باایں ہمہ عقائد ان فاسقوں اور فاجروں کے تداعی اور معین کرنا کسی تاریخ کا اور اجتماع ان لوگوں کا اس تاریخ معین شدہ میں ازروئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فاسق اور فاجر کی تداعی مجلس میلاد شریف میں نصیحت کے لیے ہے اس لحاظ سے کہ وہ فسق وفجور چھوڑ دے اور اسلام کے مستقیم راستہ پر آجائے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں مضبوط ہو جائے۔ بلا شک وشبہ یہ امور ضروریاتِ دین میں سے ہیں چناں چہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کو جو بڑے فاسق ہیں تداعی فرمائی ہے۔

حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے، اور قریش کے قبیلوں کو نام بنام پکارنا شروع کیا یہاں تک کہ سب قبیلے والے جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان قبیلوں کو نصیحت فرمائی۔ اس وقت ابولہب نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا!: تباً لک الِھٰذا جمعتنا؟

یعنی ابولہب نے کہا کہ نقصان اور ہلاکت ہو تجھ کو کیا ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟

[حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم الصَّفَا ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ: یَاصَبَاحَاہ فَاجْتَمَعَتْ اِلَیْہِ قُرَیْشٌ، قَالُوْا: مَالَکَ، قَالَ: اَرَئَیْتُمْ لَوْاَخْبَرْتُکُم اَنَّ العَدُوَّ یُصَبِّحُکُمْ اَوْ یُمَسِّیْکُمْ، اَمَاکُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِیْ؟ قَالُوْا بَلٰی، قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَکُمْ بَیْنَ یَدَیْ

عَذَابٍ شَدِيْدٍ، فَقَالَ: اَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ، اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ.](۱)

اب اس حدیث سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ فاسقوں کی تداعی نصیحت کے لیے اور اس غرض کے لیے کہ فسق چھوڑ دیں ضروریاتِ دین میں سے ہے، اس لیے کہ کافروں سے زیادہ فاسق کوئی بھی نہیں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی تداعی فرمائی ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس فاسقوں کی بھی تداعی مجلس وعظ کے لیے ضروریات دین میں سے ہوگی۔ اور نیز عوام الناس کے اطمینان کے لیے براہین قاطعہ سے (جو بمشورہ باہمی علما دیو بند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف ہوئی ہے) چند عبارتیں نقل کرتا ہوں پہلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس وعظ کے لیے تداعی فرض ہے۔ اس ضمن میں [مولانا] مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) لکھتے ہیں:

> ”البتہ وعظ ودرس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوٰۃ میں تداعی ضروری ہے۔“(۲)

براہین قاطعہ کی اس عبارت سے بھی صاف صاف معلوم ہوا کہ علمائے دیو بند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب بھی مجلس وعظ کے لیے تداعی فرض سمجھتے ہیں۔ اور مجلس وعظ اور تذکیر احادیث نبویہ کے لیے دن کا تعین سنت ہے۔ حدیث صحیح بخاری میں ”باب الاعتصام“ میں وارد ہے کہ:

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مردوں نے آپ سے حدیثیں سیکھ لیں اور ہم عورتیں محروم ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے بھی ایک دن معین فرمایئے تا کہ

---

(۱) صحیح البخاری کتاب التفسیر باب اِن ھوالانذیرلکم بین یدی عذاب شدید، (رقم الحدیث:۴۸۰۱) ص ۸۹۰

(۲) (الف) البراہین القاطعہ، ص ۱۴۴ مطبع ہاشمی (ب) البراہین القاطعہ، مطبع ساڈھورہ، ص ۵۰۔۱۴۹ (ج) البراہین القاطعہ، مطبع کراچی، ص ۱۵۳

اس دن حاضر ہوجائیں اور وہ چیز سیکھیں گے جو اللہ نے آپ کو سکھائیں۔تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حکم فرمایا کہ :فلاں دن فلاں مکان میں جمع ہو۔یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن اور مکان دونوں کو معین فرمایا۔پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن اس مکان میں تشریف لاکر عورتوں کو تعلیم فرمائی۔اور وہ حدیث ذیل میں بقدرِ ضرورت نقل کی جاتی ہے:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ: جَاءَ ت اِمْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم : فَقَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ یَوْمًا نَاْتِیْكَ فِیْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰہُ،فَقَالَ اِجْتَمِعْنَ فِی یَوْمِ كَذَا اَوْ كَذَا فی مکان كذا او كذا فَاجْتَمَعْنَ، فاتاھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فعلّمھُنّ مما عَلَّمَہ اللہ۔"(۱)

مخفی نہ رہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّلاً اِجْتَمِعْنَ امر کا صیغہ فرمایا ہے اور امر طلب مصدر کے لیے ہوتا ہے اور مصدر یہاں اجتماع ہے۔گویا حدیث شریف کے معنی یہ ہوئے کہ اطلبوا مَسْكن الاجتماع فی مکان كذا و كذا یعنی طلب کرتا ہوں میں تم سے اجتماع مکان اور زمان متعین وقت۔لہٰذا اجتماع زمانہ معین او رمکان خاص میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلوب و مامور بہ ہوا۔اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مامور بہ کو بدعت اور ناجائز سمجھے، اس لیے کہ اگر یہ امر یعنی اجتمعن بالفرض وجوب کے لیے نہ ہو، تاہم اس امر کا درجہ رخصت اور اباحت سے کم نہ ہوگا اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت سے روگردانی کرنے والوں اور ناجائز سمجھنے والوں کے لیے بڑے بڑے وعید وارد ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری ، کتابُ الاعتصام، باب تعلیم النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ امتہ من الرجال والنساء۔(رقم الحدیث،۷۳۱۰) ص ۱۳۲۴

چناں چہ حدیث صحیح میں بروایت ترمذی وارد ہے:

[حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِاللهِ: اَنَّ رَسُوْلَ الله صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الفَتْحِ، فَصَامَ حتّٰی بَلَغَ كُرَاعَ الغَمِيْمِ وَصَامَ النَّاسُ معهٗ ،فَقِيْلَ له: انَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَاَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فعلْتَ. فَدَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَاَفْطَرَ بَعْضُهُمْ وَصَامَ بَعْضُهُمْ، فَبَلَغَهٗ اَنَّ نَاسًا صَامُوْا، فَقَالَ: اولٰئِكَ العُصَاةُ.(۱)

سفر میں لوگوں پر روزہ مشکل ہوا اور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اگر آپ روزہ افطار فرما دیں تو لوگ بھی افطار کریں گے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی منگا کر کے پیا اور لوگوں نے دیکھا مگر بعضوں نے افطار کیا اور بعضوں نے نہیں کیا۔ جنہوں نے افطار نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت پر عمل نہیں کیا۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا: اُولٰئك العُصاة یعنی یہ لوگ خدا اور رسول کے نافرمان ہیں۔

امام ترمذی لکھتے ہیں:

قال ابو عيسى حديث جابرٍ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وقدروی عن النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انه قال: ليس من البر

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراهیة الصوم فی السفر (رقم الحدیث: ۷۱۰) ص ۱۹۹

الصیامُ فی السفر. واختلف اھلُ العلم فی الصوم فی السفر فرأی بعضُ اھلِ العلمِ من اصحابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وغیرھم آن الفطر فی السفر افضل حتی رأی بعضھم علیہ الاعادۃ اذاصام فی السفر واختار احمد واسحق الفطر فی السفر. وقال بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم: إن وجد قوۃ فصام فحسن وھو افضل وان افطر فحسن وھو قول سفیان الثوری ومالک بن انس وعبداللہ بن المبارک. وقال الشافعی وانما معنی "قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس من البر الصیام فی السفر وقولہ حین بلغہ: اناسا صاموا فقال اولئک العصاۃ" فوجہ ھذا اذا لم یحتمل قلبہ قبول رخصۃ اللہ تعالٰی. فاما من رأی الفطر مباحاً وصام وقوی علی ذٰلک فھو اعجبُ اِلَیَّ.](۱)

ابوعیسیٰ نے کہا: حدیث جابر حسن صحیح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی (مشابہ) نہیں ہے۔ حالت سفر میں روزہ رکھنے کے مسئلے میں علما کا اختلاف ہے۔ صحابۂ کرام میں سے بعض اہل علم صحابہ نے سفر میں روزہ نہ رکھنے (یعنی ترک روزہ) کو افضل کہا ہے۔ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا کہ اگر کسی نے حالت سفر میں روزہ رکھ لیا تو اس پر اعادہ لازم ہے۔ امام احمد واسحاق نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔

اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض اہل علم جماعت صحابہ کی رائے یہ ہے کہ اگر

---

(۱) تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کتاب الصوم. باب ماجاء فی کراھیۃ فی السفر رقم الحدیث ۷۱۰.

طاقت وقدرت ہے تو روزہ رکھنا اچھا ہے اور یہ افضل ہے اور اگر روزہ نہیں رکھا تو کوئی حرج نہیں یہ بھی اچھا ہے اور یہ سفیان ثوری، مالک بن انس اور عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

اور امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لیس من البر الصیام فی السفر" کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کچھ ایسے لوگوں کے متعلق روزہ رکھنے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ وہ گنہ گار ہیں پھر اس کی توجیح اس طرح فرمائی کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رخصت پر راضی نہیں ہوا تو وہ گنہ گار ہیں۔ اور جس نے سفر میں ترک روزہ کو مباح سمجھا اور قدرت واستطاعت رکھتے ہوئے روزہ رکھ لیا تو عمل میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس وعظ کے لیے دن کو معین فرمایا ہے تو جو شخص اس تعین کو ناجائز سمجھے تو بلاشک وہ اُولٰئِكَ الْعُصَاة کے وعید میں داخل ہوگا یعنی نافرمانوں کے زمرہ میں داخل ہوگا۔ اور نیز مشکوۃ شریف میں حدیث صحیح متفق علیہ مروی ہے کہ:

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کے لیے جمعرات کو متعین فرمایا تھا اور ایک مرد نے کہا کہ: اے ابا عبدالرحمن! میں دوست رکھتا ہوں کہ ہر روز ہم کو نصیحت کیجیے۔ یعنی جمعرات کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو ہر روز نصیحت کرنے سے یہ بات منع کرتی ہے کہ میں تم کو تنگ کر کے ہلاکت میں ڈالوں اور اس حدیث شریف میں ابن مسعود کا خطاب اور گفتگو مردوں کی یہ نسبت ثابت ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ شقيق: كَانَ عَبْدُاللهِ بن مسعودٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ، قَالَ: أما إنه يمنعنى من ذلك انى أكْرَهُ أن

املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یتخولنا بھا مخافۃ السآمۃ علینا۔(۱)

''حضرت شفیق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روز وعظ فرمائیں تو آپ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو اکتاہٹ میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ میں ناغہ کر کے اس لیے وعظ کرتا ہوں کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناغہ فرما کر وعظ فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔''

اب ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے وعظ اور تعلیم احادیث کے لیے ایام کو معین فرمایا ہے، لہذا وعظ اور تذکیر احادیث کے لیے تعیین ایام بدعت نہ ہوا۔ مگر اول حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب اور تعیین ایام عورتوں کی بہ نسبت ہوا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی گفتگو مردوں کے ساتھ ہے، اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطاب مردوں کی بہ نسبت ہے لہذا دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ وعظ اور تذکیر احادیث کے لیے تعیین ایام امر مستحب اور سنت سے ثابت ہے، خواہ یہ تعیین عورتوں کی بہ نسبت ہو یا مردوں کے لئے اور نیز حدیث ابن مسعود سے صاف صاف ثابت ہوا کہ جہاں ہر روز کی نصیحت اور تذکیر مسائل سے خوف ملامت ہو وہاں صحابۂ کرام نے احادیث نبوی کے لیے دن معین کیا ہے اس لئے اگر احادیث میلاد شریف ہر روز ذکر کی جائیں تو بیشک ملامت اور بے توجہی کا خوف ہے اس لئے اقتداً بفعل نبی

---

(۱) (الف) مشکوۃ المصابیح ، کتاب العلم، الفصل الاول ۔ (رقم الحدیث ۲۰۷)، ج ۱، ص ۵۸

(ب) صحیح البخاری ، کتاب العلم، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لا ینفروا (رقم الحدیث: ۷۰، ۶۸) ص ۳۱

(ج) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب الاقتصاد فی الموعظۃ (رقم الحدیث: ۲۸۲۱)، ص ۱۰۸۵

صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعاً لفعلِ صحابہ رضی اللہ عنہم مجلس میلاد شریف کے لیے دن معین کرنا مستحب ہے۔
اور نیز بخاری نے تعین ایام کے واسطے ایک باب جداگانہ باندھا ہے اور اس باب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکیر احادیث کے لیے تعین ایام مروی ہے اور وہ باب یہ ہے

"باب من جعل لاهل العلم ایامًا معلومًا" یعنی حصول علم کے لئے تعین ایام کا باب۔(۱)

۲۷-سوال: اس زمانہ کے علما میں یہاں تک اختلاف اور فساد برپا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو مشرک اور بدعتی کہتا ہے اور نیز ہر ایک دوسرے کے مسئلہ کو غلط بتاتا ہے چناں چہ ان مسائل میں سے ایک مجلس میلاد شریف بھی ہے، اس لیے ایسا قاعدہ کلیہ بتلایئے تا کہ ہم اس مسئلہ میں اور باقی دیگر مسائل اختلافیہ میں اس قاعدہ کے بموجب عمل کریں اور جس عالم کا قول اس قاعدہ سے برخلاف پایا جائے تو اس کی طرف خیال نہ کریں، مگر یہ بھی شرط ہے کہ وہ قاعدہ خدا اور رسول اللہ کے قول سے مستنبط ہو۔

الجواب: عمل بموجب ایسے قاعدہ کے کہ جو قاعدہ خدا اور رسول کے قول سے مستنبط ہو وہ یہ ہے کہ تم رسول اللہ کے اقوال اور افعال کی پیروی کرو جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (۲)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات ہی معیارِ عمل ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

میری امت کے فساد کے وقت اگر کوئی میری سنت پر عمل کرے تو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب اس کو ملے گا۔ چناں چہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث بروایتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

---

(۱) صحیح البخاری کتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة. (باب ۱۳) ص ۳۱
(۲) القرآن الکریم سورة الاحزاب، ۲۱/۳۳ (ترجمانی نوشاد عالم چشتی)

"عَنْ اَبِیْ ھریرۃ قَالَ. قَالَ رَسُول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَنْ تمسّک بِسُنَّتِی عِندَ فسَادِ اُمَّتِی فَلَہٗ اَجْرُ مِاْئَۃِ شَھِیْدٍ۔"(۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری سنت کو میری امت کے فساد کے وقت مضبوطی سے پکڑے رہے گا تو اس کے لیے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔''

اور نیز حدیث صحیح بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترمذی میں مروی ہے:

"وَمَنْ اَحْیَا سُنَّتِی فَقَدْ اَحْیَانِی وَمَنْ اَحْیَانِی کَانَ معی فی الجَنَّۃِ. (قال ابو عیسیٰ: ھذا حدیث حسن غریبٌ)۔"(۲)

(وَمَنْ اَحبَّ سُنَّتِی فَقد أحبنی، و من أحبنی، کان معی فی الجنۃ.)(۳)

''اور جس شخص نے میری سنتوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں بھی ہوگا۔''

اب قاعدہ کلیہ جو خدا اور رسول کے قول سے مستنبط ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فساد امت کے وقت حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو حکم سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں پایا جائے اس پر عمل کرنا چاہیے جس عالم کا قول موافق سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہو وہ قابل عمل ہے چناں چہ اس مسئلہ مجلس میلاد شریف میں واسطے استحباب

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی (رقم الحدیث ۱۷۶)، ج ۱، ص ۵۲

(۲) سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع (رقم الحدیث: ۲۶۷۸) ص ۶۳۰ (۳) (ترمذی کتاب العلم، رقم الحدیث ۲۶۷۸)

ارکان مجلس میلاد شریف احادیث صحیحہ کے ہوتو اس کے قول پر عمل کرنا چاہیے ورنہ یہ جان لینا چاہیے کہ اس عالم کا قول چھوڑ کر کے خدا اور رسول کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔ ورنہ جو عالم ان احادیث صحیحہ کے خلاف مسئلہ میلاد شریف میں گفتگو کرے تو وہ بدعتی اور خدا اور سول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے منکر ہے۔

۲۸-سوال: اس زمانہ میں بعض لوگ جو مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں تو اس مجلس کی فضیلت پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ بعض صلحا نے خواب یا مکاشفہ سے معلوم کیا ہے کہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس متبرک میں بعالم روحانیت تشریف رکھتے ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف رکھنا اس مجلس متبرک میں اگر چہ احیاناً ہو، تاہم اس امر کی دلیل یہ ہے کہ یہ مجلس افضل ہے۔ آیا ایسی دلیل سے اس مجلس مبارک کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور ایسی دلیل لانے والا بدعتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب: [دین اسلام میں علمائے راسخین کے نزدیک شرعی امور میں استنباطِ مسائل کے لئے فقہی اعتبار سے] دلائل شرعیہ چار ہیں:

۱-قرآن ۲-حدیث

۳-اجماع امت ۴-قیاس مجتہد

چوں کہ احادیث نبوی سے استحباب مجلس میلاد شریف بخوبی ثابت ہوا تو اب ایسے دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ اور بالفرض اگر ضرورت بھی ہو تو میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کتاب براہین قاطعہ (جو بمشورہ باہمی علمائے دیو بند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف ہوئی ہے۔) اس ''کتاب مقدس'' کے ص ۲۶ مطبوع مطبع ہاشمی میں ان علمائے بزرگوار نے اپنی فضیلت اور مدرسۂ دیو بند کی فضیلت پر کسی مرد صالح کے خواب سے دلیل لائے ہیں۔ اور وہ خواب بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کہ سائل نے علمائے دیو بند کا بیان کیا ہے۔ مگر اتنا فرق ہے کہ علمائے دیو بند نے مرد صالح کے خواب سے اپنی فضیلت اور مدرسہ کی فضیلت ثابت کی ہے اور یہ شخص مجلس میلاد شریف کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ براہین

قاطعہ کی عبارت یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علمائے دیو بند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہوگا شیطان عدو مبین اس کی تخریب وتوہین میں زیادہ سرگرم ہوگا۔ (۱)

جناب من! اب تو علمائے باعمل دیو بند کا اور جناب مولانا رشید احمد صاحب جیسے مقتدائے عالم کا حال بخوبی آپ پر واضح ہوا کہ ان صاحبوں کے نزدیک بھی ایسے دلائل قابل اعتبار اور لائق استدلال ہیں لیکن میرے نزدیک تو دلائل شرعیہ جیسے اوپر گزر گیا چار ہیں۔ مگر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جو صاحبان میلاد شریف کی فضیلت پر مکاشفہ یا خواب صلحا سے دلیل لاتے ہیں تو وہ صاحبان ''علمائے باعمل دیو بند'' اور جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی صحبت سے متاثر ہو گئے ہوں۔ [اور انھیں کی اتباع میں مجلس میلاد کی انعقاد کی فضیلت پر صلحائے امت اور علمائے ربانی کے خواب ومکاشفہ سے دلیل لاتے ہیں اور جواز انعقاد کے لئے استدلال کرتے ہیں۔] (حاشیہ) ❁

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی، ص۲۶ (ب) البراہین القاطعہ، مطبع کراچی، ص ۳۰ (ج) البراہین القاطعہ، مطبع بلالی اسٹیم پریس، ص: ۲۶، ۲۷

❁ ۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی اپنی حیات میں ہر سال مجلس میلاد کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے حوالے سے محفل میلاد کے متعلق ایک بار کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب درالثمین میں لکھتے ہیں:

''میرے والد گرامی فرماتے تھے کہ میں یوم میلاد کے موقعہ پر (ہر سال) کھانا پکوایا کرتا تا۔ اتفاق سے ایک سال کوئی چیز میسر نہ آسکی کہ کھانا پکواؤں، (میرے پاس فی الحال) صرف بھنے ہوئے چنے موجود تھے۔ چناں چہ یہی چنے میں نے لوگوں میں تقسیم کیے۔ خواب میں دیکھا کہ آں حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۹۔سوال: مجلس میلاد شریف میں لوگ مہمانوں کے لیے زمین پر فرش بچھا کر مولود خوانوں کے لیے چوکی رکھتے ہیں تاکہ احوالِ پیدائش اور معجزات نبوی کو جلسۂ عام میں بیان کرے۔ اور ان کی آواز جلسۂ عام میں دور دور تک پہنچے۔ اور ان امور مذکورہ کو کوئی فرض یا واجب اور نہ لوازم مجلس میلاد شریف سے سمجھتا ہے اور نہ اس کو یہ خیال ہے کہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

(اور) یہی چنے آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ اور آپ نہایت خوش اور مسرور دکھائی دے رہے ہیں۔ (رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مرتب ارشد قریشی اشاعت ۱۴۲۰/ ۱۹۹۹ء ناشر تصوف فاؤنڈیشن لاہور ص ۲۵۴ جلد اول)

اب جو لوگ مدرسہ دیوبند کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے کسی غیر معروف مرد صالح کے خواب کا سہارا لیتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ لوگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے والد گرامی عارف باللہ حضرت شاہ عبدالرحیم جیسے معروف شخصیات کے خواب و مکاشفہ کو بھی جواز محفل میلاد کے حق میں تسلیم کریں اور محفل میلاد کے انعقاد کے خلاف اپنے خود ساختہ عقیدے کے مطابق کوئی منفی تحریک نہ چلائیں۔)

۲۔ برصغیر میں سواد اعظم کے مخالف علمائے دیوبند کے علاوہ منکر میلاد کا ایک اور گروہ غیر مقلد اہل حدیث وہابی سلفی صاحبان کا بھی ہے فرقۂ اہل حدیث جسے عرف عام میں غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے یہ فرقہ بھی نہایت شدومد اور سختی سے انعقاد میلاد کی مخالفت کرتا ہے۔ مگر اپنے علماء کی عظمت ،شان وشوکت کو بیان کرنے کے لئے یہ طبقہ بھی خواب کا سہارا لیتا ہے۔ پاکستان کے ایک مشہور غیر مقلد اہل حیدث عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر جو ایک جلسے کو خطاب کرتے ہوئے لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے نصف شب میں بم دھماکے سے مجروح ہو کر ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ کی درمیانی شب میں جاں بحق ہوئے تھے۔ ان کے سوانح کے ضمن میں علامہ کی ''پیدائشی تقدس'' کو ثابت کرنے کے لئے ایک اہل حدیث قلم کار علامہ احسان الٰہی کے بھائی جناب شکور الٰہی صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

''ہماری والدہ اور دادی اماں بتاتی ہیں کہ بھائی جان علیہ الرحمہ کی پیدائش سے قبل دادی اماں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے کمرے میں تیز روشنی والا ایک بلب جل رہا ہے۔ دادی کا یہ خواب مولانا محمد علی کاندھلوی کو سنایا گیا۔ موصوف دیوبندی مسلک کے ایک معروف عالم دین تھے مولانا نے اس خواب کی تعبیر میں ارشاد فرمایا تمہارے گھر میں کوئی نیک اور صالح بیٹا جنم لینے والا ہے۔'' (احسان الٰہی ظہیر شہید۔ ڈاکٹر سبطین لکھوی۔ اشاعت اول، نومبر ۱۹۹۰ء۔ ناشر مکتبہ ناصریہ فیصل آباد پاکستان، ص ۸۹)

مذکورہ حوالے پہ غور کریں کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کے پیدائشی تقدس کو ثابت کرنے کے لئے کس طرح دادی جان کے خواب کا سہارا لیا جارہا ہے۔ اگر اس خواب کی اہمیت ان ''اصحاب توحید پرست''

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہو سکتی ہے آیا بایں ہمہ عقائد یہ دونوں امر مجلس میلاد شریف میں جائز ہیں یا بدعت؟

الجواب: ان امور کا استحباب احادیث گذشتہ سے تو ثابت ہو چکا مگر برائے فرطِ احتیاط اس زمانہ کے ''علما باعمل'' کی کتاب سے بھی ان امور کے جواز کے لیے کچھ عبارتیں نقل کی جاتی ہیں چنانچہ براہین قاطعہ (جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف کی گئی ہے) اسی کتاب میں مسطور ہے کہ منبر کا نصب کرنا کسی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

کے یہاں کچھ نہ ہوتی تو ہرگز ہرگز علامہ صاحب کے تقدس کو بیان کرنے کے لئے، ان کے سوانح نگار اس کا ذکر نہیں کرتے۔ مگر عجیب و غریب بات یہ ہے کہ سواد اعظم کے مخالف اس تو ہب پرست گروہ کے نزدیک علمائے امت کے خواب اور ان کا عمل ''انعقاد میلاد'' کی جواز میں قابل قبول نہیں۔

سیرت کی معروف کتاب ''رحمۃ العالمین'' کے مشہور مصنف اور اہل حدیث عالم دین حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کرامت کے ضمن میں ''کرامات اہل حدیث'' کے مصنف ''امام مسجد نبوی کا خواب بیان'' کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۔ ''جب آپ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی کے امام آپ کی مدارات کرنے لگے۔ ایک دن آپ جو اُٹھے تو امام صاحب جوتیاں سیدھی کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا شیخ محترم! یہ کیا؟ تو امام صاحب نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سلیمان ہمارا مہمان ہے اس کی مدارات میں کمی نہ اٹھا رکھی جائے۔ (کرامات اہل حدیث: مرتب جدید محمد ادریس فاروقی۔ اشاعت اول ۲۰۰۲ء ناشر مسلم پبلی کیشنز اردو بازار لاہور، ص ۹۱)

۴۔ مذکورہ کتاب کے مصنف قاضی صاحب کے متعلق آپ کا ''مقام بلند'' کے عنوان سے ایک اور خواب لکھتے ہیں۔ خلیفہ ہدایت اللہ مہتمم ''رحمۃ للعالمین'' کا بیان ہے کہ میرے پاس برما، بنگال، بہاول پور وغیرہ سے کئی ایسے خطوط آتے ہیں جن میں یہ منقول ہے کہ قاضی صاحب (کی) کتاب ''رحمۃ للعالمین'' بھیج دیجئے کیوں کہ ہمیں خواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ''رحمۃ للعالمین'' جو (کتاب) قاضی محمد سلیمان نے لکھی ہے پڑھا کرو۔ (نفس مصدر، ص ۹۱)

قاضی صاحب کی شخصیت کو باعظمت بنانے اور عوام و خواص کے دلوں میں ان کی عظمت کی دھاک بٹھانے کے لئے جس طرح کرامات اہل حدیث کے وہابی مصنف نے خوابوں کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب میں درج کیا ہے کیا ایسے ہی اکابرین امت کی کتابوں میں میں انعقاد میلاد پر رسول اکرم کی فرحت و خوشی سے متعلق وردشدہ خوابوں کو بھی تسلیم کریں گے؟ (نوشاد عالم چشتی)

مسئلہ یا کسی امر کے سنانے کے لیے مجمع عام میں مستحب ہے بشرط یہ کہ کوئی اس کو لازم نہ سمجھے۔ عبارت اس کتاب کی یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

''اور تحدیث حدیث میں چوکی پر یا مکان مرتفع پر بیٹھنا کہیں سنت نہیں، ہاں! وعظ میں یا جہاں مجمع عام میں کوئی امر سنانا ہو آواز پہنچانے کو یا اور غرض صحیح کے واسطے مندوب ہے مگر نہ کوئی تخصیص کی وجہ نہ تاکد کی دلیل اس سے نکلی۔'' (۱)

اور نیز اس کتاب (کے ص ۱۸۱) میں مسطور ہے کہ اگر فرش اور منبر کو کوئی لازم نہ سمجھے تو بدعت نہیں ہے اور لازم سمجھے تو بدعت ہے۔ اس کی عبارت یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

''کیوں کہ فرش اور منبر دونوں امر مباح ہیں جب کہ التزام کی وجہ سے عوام اس کو ضروری اور لازم اس محفل کا جانیں گے تو کیوں ان کے حق میں بدعت اور مرتکب کے حق میں مکروہ نہ ہوگا۔'' (۲)

اب اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان علمائے بزرگوار کے نزدیک فرش اور منبر عوام کے ضروری اور لازم سمجھنے کی وجہ سے ناجائز ہوتے ہیں۔ اور سائل نے یہ بیان کیا کہ ان امور کو کوئی فرد بشر نہ ضروری اور لازم مجلس میلاد شریف سمجھتا ہے اور نہ یہ کسی کا خیال ہے کہ اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہوسکتی ہے۔ اب سائل نے اپنے سوال میں کوئی ایسا امر ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ امر، ان بزرگواروں کے نزدیک عدمِ جواز کی علت ہو لہٰذا یہ امور مذکورہ ان علمائے بابرکت کے قواعد کے بموجب بھی جائز ہوئے۔

۳۰- سوال: عطریات اور شیرینی مجلس میلاد شریف میں تقسیم ہوتی ہے اور کوئی مسلمان ان دونوں امور کو نہ فرض جانتا ہے اور نہ واجب۔ اور نہ یہ امور لوازم مجلس میلاد

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی۔ ص ۱۹۱ (ب) مطبع کراچی، ص ۸۸
(ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۸۴

(۲) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی، ص ۱۸۱ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۸۰، ۱۸۱
(ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۷۶، ۱۷۷

شریف سے خیال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی کسی کا گمان نہیں ہے کہ اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہوسکتی۔ آیا بایں ہمہ عقائد ان امور کی تقسیم جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: ان امور کا جواز بلکہ استحباب گزشتہ صفحات میں احادیث مذکورہ سے بخوبی ثابت ہوگیا مگر برائے احتیاط براہین قاطعہ (جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف کی گئی ہے) میں لکھا ہے کہ عطر اور شیرینی دراصل مباح ہے مگر عوام کے ضروری سمجھنے سے مکروہ ہوتی ہے، کتاب مذکورہ کی عبارت یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

> ''علیٰ ہذا حال عطریات وشیرینی کا بلاکم وکاست ہے کہ دراصل مباح تھی مگر قلوب عوام میں سنت ضروریہ ہوگئی پس بدعت مکروہہ ہوگئی۔''(۱)

اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں:

> ''کھانے شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہوچکی کہ اصل اس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت و بدعت پیدا ہوئی ہے۔ کلام اصل میں نہیں بلکہ اس تاکید میں ہے۔''(۲)

اب غور کرنا چاہیے کہ ان علمائے باعمل دیوبند نے ان امور کی کراہیت کو صرف عوام کو ضروری اور لازم سمجھنے کے سبب ناجائز تحریر فرمائی ہے۔ اور سائل کے سوال میں یہ علت حرمت بالکل منتفی ہے اس لیے کہ سائل نے صاف صاف تحریر کیا ہے کہ ان امور کو کوئی نہ لازم اور نہ ضروریات مجلس میلاد میں سے سمجھتا ہے۔ اس لئے مذکورہ نیت کے ساتھ محفل میلاد النبی میں عطریات اور شیرینی کی تقسیم جائز ہے۔

۳۱-سوال: شکر وجود باجود آں حضرت ﷺ کا اگر کوئی مجلس میلاد شریف

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی۔ص ۱۸۲ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۸۱ (ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۷۷

(۲) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی، ص ۱۹۱ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۸۸ (ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۸۴

میں بایں عقیدہ ادا کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت کا شکر واجب ہے آیا یہ شکر جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کے وجوب کا عقیدہ رکھنے والا بدعتی ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ یہ شکر مقید کسی وقت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ بلاتقیید اس شکر کو کرنا چاہیے؟

الجواب: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان اس سے پہلے خوب مدلل بآیات اور حدیث میں نے بیان کیا۔ مگر عوام الناس کے اطمینان میں اضافہ کے لئے براہین قاطعہ (جو کہ بمشورہ علمائے دیوبند اور جناب مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے تصنیف کی گئی ہے) سے کچھ حوالے بطور سند لکھے جاتے ہیں کہ شکر وجود باجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہے بشرطیکہ کوئی اس شکر کو مقید اور موقّت کسی وقت کے ساتھ نہ سمجھے بلکہ اس شکر کو ہمیشہ واجب سمجھے چناں چہ کتاب مذکورہ میں تحریر ہے:

''تیسرے یہ کہ شکر وجود فخر عالم کا ہم پر فرض موقّت بوقت نہیں بلکہ دائمی ہے پس غیر موقّت مطلق کو کسی قیاس سے موقّت کرنا باطل ہے۔''(۱)

اب اس عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادائے شکر وجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان علما کے نزدیک دائما درجہ ہے مگر کسی وقت کی تخصیص نہ کرنی چاہیے اور سائل نے بھی یہ بیان کیا کہ اس ذکر کے لیے کوئی شخص کسی وقت کی تخصیص نہیں کرتا ہے لہٰذا عدم جواز کے لیے کوئی علت سائل کے سوال میں موجود نہیں ہے۔

اور نیز اسی کتاب میں مسطور ہے کہ:

''مؤلف کو نقل عبارت مدخل سے کچھ نفع نہیں کیوں کہ اس کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر وسرور وجود فخر عالم علیہ السلام کا دائما

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی۔ ص ۱۹۳ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۹۰
(ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۸۶

مسلمانوں کو لازم ہے اور اس ماہ میں زیادہ چاہیے بسبب برکت اس ماہ کے اور اس کا انکار کسی کو نہیں۔ یہ تو تعین نہ ہوا بلکہ دوام ہوا، اور اس ماہ میں زیادت ہوئی اس کو تعین نہیں کہتے جیسا ہر ماہ میں عبادت افضل ہے اور رمضان میں بہت افضل ہے تو اس کو تعین نہیں کہتے کیونکہ اس میں کوئی زمانہ خاص اس فعل کے واسطے نہیں کیا۔'' (۱)

اب اس عبارت سے بھی صاف صاف معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند نے شکر وجود فخر عالم ﷺ کا دائماً مسلمانوں پر واجب سمجھا ہے مگر تخصیص اور تعین کو حرام سمجھا ہے، اور یہاں نہ کوئی تخصیص کرتا ہے نہ تعین، کیوں کہ تخصیص اور تعین کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس دن معین کے شکر وجود فخر عالم ﷺ کو جائز نہ سمجھے اور یہاں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

۳۲-سوال: اس زمانہ میں جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں تو یہ ہیئت کذائی جو مجلس میلاد شریف کے لیے ہوتی ہے کوئی شخص نہ اس کو فرض اور واجب سمجھتا ہے اور نہ یہ خیال کرتا ہے کہ مجلس میلاد شریف بغیر اس ہیئت کذائی کے جو ملک ہندوستان میں مروج ہے منعقد نہیں ہو سکتی، بلکہ عام اور خاص کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اس ہیئت کے جو ملک ہندوستان میں ہوتی ہے مجلس میلاد جائز ہے اور یہ ہیئت نہ فرض، نہ واجب، اور نہ لوازم، اور نہ ضروریات مجلس میلاد شریف ہے۔ آیا بایں ہمہ عقیدہ یہ ہیئت کذائی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: چوں کہ یہ امر یقینی ہے کہ مجلس میلاد شریف میں احادیث نبویہ اور کلام الٰہی کے مضامین بیان ہوتے ہیں۔ لہٰذا مجلس میلاد شریف مجلس وعظ ہوئی اور مجلس وعظ کے لیے ہیئت اجتماعی کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں قلم بند ہوا۔ مگر اطمینان عوام الناس کے لیے علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی۔ ص ۱۹۴ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۹۲، ۱۹۱
(ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۸۷، ۱۸۸

کتاب سے سند لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا براہین قاطعہ (جو بمشورہ باہمی ان علما کے تصنیف ہوئی ہے۔) میں مسطور ہے کہ ہیئت مباح ہے۔ بشرطیکہ عوام الناس یہ خیال نہ کریں کہ مولود شریف بغیر اس کے نہیں ہوسکتی ہے۔ اور عبارت براہین قاطعہ کی یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:*

''سو مولود میں بھی تعین ہیات مباحہ کا جو معلوم ہیں بدعت ہووے گا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح یا مستحب ہوں مگر تعین اس کا، ذکرِ مولود کے ساتھ، کہ بغیر ان کے مولود نہ ہو، بدعت ہووے گا۔'' (۱)

جنابِ من! بموجب سوال سائل کے یہاں کوئی فردِ بشر ایسا نہیں ہے کہ مولود شریف کو بغیر ہیئت کذائی جائز نہ سمجھے بلکہ سب عوام وخواص کا یہ عقیدہ ہے کہ مجلس میلاد شریف جیسے ہیئت کذائی کے ساتھ جائز ہے ویسے ہی بغیر اس ہیئت کذائی کے جو ملک ہندوستان میں مروج ہے جائز ہے۔

۳۳-سوال: قنادیل جو بوقت مجلس میلاد شریف مستعمل ہوتی ہیں اور اہل مجلس ان قنادیل کا استعمال نہ فرض نہ واجب اور نہ لوازم ضرور یہ مجلس میلاد شریف کے سمجھتے ہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجلس میلاد شریف بغیر ان قنادیل کے جائز نہیں ہے۔ بلکہ

---

* (نوٹ) یہ حوالہ مطبع ہاشمی اور مطبع ہلالی اسٹیم پریس، ساڈھورہ کے مطابق ہے مگر مطبع کراچی میں یوں مرقوم ہے۔
''مولود میں بھی تعین ہیات مباح کا جو معلوم ہے بدعت ہوئے گا۔ گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح، مستحب ہوں، مگر تعین اس ذکر مولود کے ساتھ تغیر ان کے بغیر مولود نہ ہو بدعت ہوئے گا۔ (مطبع کراچی ص: ۱۵۳، ۵۴)

صاحب کتاب ذخیرۃ العقبیٰ حضرت علامہ شاہ محمد گل خاں کابلی صاحب اپنی کتاب میں اس حوالے کو بایں الفاظ نقل کیا ہے:
''مولود میں بھی تعین ہیئت مباح کا جو معلوم ہے بدعت ہوئے گا۔ گو فی حد ذاتہ امر مباح یا مستحب ہوں۔ مگر تعین اس کے ذکر مولود کے ساتھ بغیر ان کے مولود نہ ہو بدعت سے ہوئے گا۔ (ذخیرۃ العقبیٰ۔ علامہ شاہ گل خاں کابلی۔ اشاعت اول: ۱۳۱۰ / ۱۸۹۲ء۔ مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد، یوپی، ص ۵۲، ۵۳)

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی ص ۱۴۴ (ب) مطبع کراچی، ص ۱۵۳، ۱۵۴ (ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۵۰

سب کا عقیدہ ہے کہ بغیر قنادیل کے بھی مجلس میلاد شریف جائز ہے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر قنادیل حدِ اسراف تک پہنچی تو ناجائز ہیں۔ آیا باایں ہمہ عقائد اگر استعمال قنادیل مجلس میلاد شریف میں کوئی کرے تو یہ استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: استعمال قنادیل باوجود عقیدۂ مذکورہ کے مطابق بلا شک وشبہ جائز ہے مگر اطمینان عوام الناس کے لیے براہین قاطعہ سے (جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف ہوئی ہے) سند لانا واسطے جواز استعمال قنادیل باوجود عقیدۂ مذکورہ مناسب معلوم ہوتا ہے چناں چہ عبارت براہین قاطعہ کی یہاں بعینہ نقل کی جاتی ہے:

> ''جیسے شیرینی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے ضروری جاننے کے بدعت ہوئی اور بساط اور قنادیل وغیرہ جائز تھے مگر بوجہ اس ہی تاکید واہتمام کے بدعت ہوگئی۔''(۱)

جناب من! اس عبارت سے بخوبی مفہوم ہوا کہ ان ''علمائے بابرکت'' نے ان امور کا مکروہ اور بدعت ہونا عوام الناس کے ضروری اور موکد سمجھنے کے سبب ثابت کیا۔ اور سائل نے صاف صاف بیان کیا کہ ان امور کو کوئی نہ ضروری جانتا ہے۔ اور نہ واجب سمجھتا ہے۔ اب تو ان امور کے جواز میں ان علما کے نزدیک بھی کچھ شک نہ آئے گا۔

۳۴-سوال: اس زمانہ میں بوقتِ ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر لوگ قیام کرتے ہیں اور اس قیام کو نہ واجب اور نہ فرض سمجھتے ہیں اور نہ اس کی تخصیص مجلس میلاد کے ساتھ واجبات اور فرض سے خیال کرتے ہیں آیا باایں ہمہ عقیدہ قیام مذکور جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: قیام کا مستحب ہونا بوقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباعاً

---

(۱) (الف) البراہین القاطعہ، مطبع ہاشمی۔ ص ۱۵۷ (ب) مطبع کراچی ص ۱۶۳

(ج) مطبع ساڈھورہ، ص: ۱۵۹۔ جس میں لفظ جیسے کے بجائے جیسا کا استعمال ہوا ہے۔ (نوشاد عالم چشتی)

بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث صحیح ترمذی ومشکوٰۃ شریف سے ثابت ہوا مگر اطمینان عوام الناس کے واسطے براہین قاطعہ سے (جو کہ بمشورہ علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف کی گئی ہے۔) سند اس امر کی دی جاتی ہے کہ قیام واسطے تعظیم ذکر شان فخر عالم علیہ السلام کے مستحب ہے بشرطیکہ عوام الناس اس کو واجب اور ضروری نہ سمجھیں۔ براہین قاطعہ کی عبارت یہاں بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے۔

> ''قیام مباح تو تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کے تقید و تخصیص اور عوام کی سنت و وجوب سے بدعت اور مکروہ ہوا تھا'' (۱)

اب اس مذکورہ بالا عبارت سے صاف صاف ثابت ہوا کہ ان ''علمائے بابرکت'' کے نزدیک بھی اگر کوئی قیام کو واجب اور ضروری نہ سمجھے تو قیام واسطے تعظیم شان فخر عالم علیہ السلام کے مستحب ہے۔ ❁

---

(۱) (الف) براہین قاطعہ، مطبع ہاشمی۔ ص ۲۰۰ (ب) مطبع ساڈھورہ، ص ۱۹۳ (ج) مطبع کراچی ص ۱۹۷

❁ مگر عجیب وغریب بات یہ ہے کہ مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نہ جانے کیوں کسی بھی اعتبار سے اور کسی بھی قیمت یا شرط پر مجلس میلاد کے جواز پر فتویٰ دینے اور اس میں شرکت کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولانا گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا۔

(۱) **سوال:** انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال (میں) ناجائز ہے، وتداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ کامل مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی، اشاعت ۲۰۰۳ء۔ ناشر: دارالاشاعت، اردو بازار کراچی پاکستان، ص: ۲۷۰)

(۲) **سوال:** محفل میلاد میں، جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔ (نفس مصدر، ص: ۲۷۱)

(۳) **سوال:** جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرنی ہو، شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ (نفس مصدر، ص: ۲۷۳، ۲۷۴)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

۳۵-سوال: اس ترتیب کے ساتھ احادیث میلاد شریف جمع کرنا اور جماعت کثیرہ کو سنانا جیسے فی زمانہ لوگ کرتے ہیں نہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں تھا، آیا اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنا احادیث کا جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: تالیف مسائل دینیہ اور ترتیب احادیث نبویہ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ ہر ایک نے ائمہ دین میں سے علی قدر مراتب مسائل دینیہ کو تالیف کیا ہے اور وہ تالیفات و ترغیبات زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ تھیں اور نیز ائمہ حدیث میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے طور اور طرز پر ترتیب احادیث نبویہ کے لیے اختیار کی ہے چوں کہ ان کتابوں کی تالیف کرنے سے نہ کوئی ائمہ دین میں سے بدعتی ہوا اور نہ کوئی ائمہ حدیث میں سے خلاف سنت ہوا، اور نہ کوئی واعظ، جماعت کثیرہ کو ان ائمہ کی کتابوں کو سنانے کی وجہ سے بدعتی ہوا۔ علی ھذا القیاس

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

مگر جب بچوں کی سال گرہ کے جواز کے متعلق پوچھا گیا تو مولانا گنگوہی نے بخوشی جواز کا فتویٰ دیا ملاحظہ کریں سوال و جواب

(۴) **سوال:** بچوں کی سال گرہ اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا (کھانا کھلانا) جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سال گرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ اور بعد سال کے کھانا بوجہ اللہ تعالیٰ کھلانا بھی درست ہے۔ (نفس مصدر، ص: ۵۶۷)

میلاد اور سال گرہ کے متعلق مولانا گنگوہی کے اس متضاد اور حیرت انگیز فتوے پر اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عصر حاضر کے معروف محقق مفسر و فقیہ شارح مسلم و بخاری حضرت علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

لیکن سخت حیرت یہ ہے کہ شیخ گنگوہی نے سالگرہ منانے کو جائز لکھا اور میلاد رسول کو ناجائز لکھا ہے۔

(شرح صحیح مسلم، شارح علامہ غلام رسول سعیدی۔ سن اشاعت ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء۔ ناشر: مرکز اہل سنت پوربندر گجرات۔ ص ۴۱۲، جلد ۷)

علامہ سعیدی شیخ گنگوہی کے اس استدلال پر بحث کرتے ہوئے گنگوہی صاحب کے ان افکار و نظریات کو پانچ وجوہات سے بدلائل باطل کرار دیا ہے۔ تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ہفتم کتاب العلم کے صفحات ۴۱۲ سے ۴۱۴ تک ملاحظہ کریں۔ (نوشاد عالم چشتی)

علمائے دین نے جو کتابیں دربارۂ مجلس میلاد شریف تالیف کیں اور اس میں احادیث صحیحہ کے مضامین یا کلام الٰہی کو داخل کیے اس سے نہ کوئی بدعتی ہوگا اور نہ کوئی عاصی۔ اور بالفرض اگر کسی نے احادیث موضوعہ درباب مجلس میلاد شریف جمع کی ہوں تو بلاشک وہ شخص بدعتی ہے۔ مگر تالیف احادیث موضوعہ کی وجہ سے، نہ کہ دربارہ مجلس میلاد شریف سے۔ نفس میلاد شریف جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بدعت نہیں ہوسکتی ہے جیسے کہ کسی نے احادیث موضوعہ دربیان صوم وصلوٰۃ جمع کیں تو وہ شخص بدعتی ہوگا مگر صوم وصلوٰۃ بدعت نہیں ہوگی۔

۳۶-سوال: بانی مجلس میلاد شریف کے مکان پر ان کے حقدار اور رشتہ دار اور پیر اور استاد اور باپ وغیرہ واجب التعظیم لوگ آتے ہیں تو بانی مجلس ان کے لیے فرش بچھاتا ہے آیا یہ فرش بچھانا از روئے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

الجواب: فرش بچھانا جائز اور مستحب ہے چناں چہ حدیث صحیح بروایت ابوداؤد، وارد ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت حلیمہ (آپ کی دودھ پلانے والی دائی ماں) آپ کے پاس تشریف لائیں اور آں حضرت ﷺ نے چادر مبارک ان کے لیے بطور فرش بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ ابی الطُّفَیْلِ الغنوی قال: کنتُ جَالسًا مَعَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبلتْ امراۃٌ فبسط النَّبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رداءہ حتی قعدتْ علیہ۔ (۱)

''حضرت ابوطفیل غنوی سے روایت ہے کہ: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خاتون (حضرت حلیمہ) آپ کے پاس تشریف لائیں تو نبی ﷺ نے ان کے لیے چادر مبارک بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔''

(۱) (الف) مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البر و الصلۃ (رقم الحدیث: ۴۹۳۷) ج ۲، ص ۱۷۲

(ب) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین (رقم الحدیث: ۵۱۴۴) ص ۸۰۳

مذکورہ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حلیمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے چادر مبارک بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اور مشکوۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

وفی المواهب اللّدُنیة اماأُمُّه فی الرضاعة فحلیمة بنت ابی ذویب من هوازن وهی اللتی ارضعته حتی اکملت رضاعه وجاءته علیه السلام یوم حنین فقام الیها وبسط رداء ہٗ لها فجلست علیه وکذا ثوبیة جاریة ابی لهب واختلف فی اسلامها کما اختلف فی اسلام حلیمة وزوجها والله تعالیٰ اعلم۔ (۱)

مواہب میں ہے کہ حضرت حلیمہ یوم حنین حضرت کے پاس تشریف لائیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور چادر مبارک بچھائی۔

[اس حدیث کے مفہوم سے مہمانوں کے اکرام کے لئے اور واجب التعظیم لوگوں کی عزت افزائی کے لئے اور اظہارِ فرطِ مسرت کے لئے یا کسی کے استقبال کی خوشی میں فرش وغیرہ بچھانا جائز ثابت ہوا۔ اس لئے محفل میلاد میں فرش وغیرہ بچھانا جائز ومستحب ومباح ہے۔] (چشتی)

تمت بالخیر

---

(۱) الحاشية النافعة علی مشكوة المصابيح، (رقم الحاشیہ:۵) ص ۴۲۰

خاتمۃ البحث

[مجلس میلاد کے انعقاد کے متعلق مانعین میلاد کے اذہان میں اُٹھنے والے اکثر وبیشتر سوالات جو اس کتاب میں دریافت کیے گئے ہیں ان کا کافی وشافی جواب قرآن وسنت اور آثار صحابہ وائمہ اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں دیئے گئے ہیں۔ نیز قارئین کی تشفی کے لئے مصنف کتاب نے مانعین محفل میلاد کے سرکردہ عالم مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے حکم سے تحریر شدہ کتاب "براہین قاطعہ" سے بھی مختلف حوالے دے کر اپنی بات کو مدلل ومبرہن کیا ہے۔ کتاب ہذا میں دریافت شدہ تمام سوالوں کے جوابات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد اپنی تمام تر مذکورہ ہیئت کذائی کے ساتھ نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحب ومستحسن ہے۔ اور جس پر سواد اعظم کا پوری دنیائے اسلام میں عمل درآمد ہے۔

علمائے مانعین ومنکرین انعقاد میلاد کی تحریروں سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد قرآن وسنت اور اقوال اکابر سے جائز وثابت ہے۔ محفل میلاد کے انعقاد کو شرک وبدعت اور ناجائز بتانا دراصل قرآن وسنت اور آثار صحابہ کے شواہد وعمل کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور مانعین کا ایسا کرنا اور کہنا اللہ ورسول پر جرأت بے جا اور شریعت مطہرہ کی خودساختہ تاویل وتشریح ہے، جو سواد اعظم کی روش سے بالکل ہٹا ہوا ہے۔ ہم اپنے پروردگار سے اس جرأت بے جا، غلط روش، کج فکری اور شقی القلبی سے پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو سواد اعظم کے عقیدۂ وعمل پر ثابت قدم رکھے۔ محفل میلاد کے انعقاد کی سعادت نصیب عطا فرمائے۔ میلاد پاک کی برکتوں سے ہمیں مالا مال فرمائے۔ سیرت پاک اور اسوۂ رسالت کی روشنی میں ہمیں اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سبھی کو محبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اہل بیت اور محبت صحابہ میں ہر آن ہر لمحہ شاد وآباد رکھے۔ ہمارا خاتمہ محبت رسول اور اہل بیت کی غلامی میں ہو۔ آمین بجاہِ سید المرسلین (نوشاد عالم چشتی)]

تراجم رجال وشخصیات

[وہ شخصیات جن کا ذکر سند حدیث میں آیا ہے۔ ان کی مختصر سوانح حیات محبِّ گرامی نوشاد عالم چشتی صاحب کے خواہش اور مشورے سے یہاں ذیل میں ''تراجم مشکوۃ المصابیح'' مؤلفہ امام ولی الدین قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۷۴۳ھ/ ۱۳۴۲ء) سے درج کیا جارہا ہے۔ اردو ترجمہ معروف مترجم مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے کیا ہے جو مشکوۃ المصابیح (مترجم مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی) کے اخیر میں ''اسماء الرجال'' کے نام سے شاملِ اشاعت ہے۔

واضح رہے کہ جن حضرات کا ذکر اسماء الرجال میں کنیت اور نام کے ساتھ دو الگ الگ جگہوں پر مذکور تھا انہیں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے مثلاً حضرت ابوقحافہ کا ذکر باب ''قاف'' کے تحت بھی تھا اور باب ''عین'' کے تحت بھی۔ اسی طرح ابنا بسر کا ذکر باب ''الف'' کے تحت بھی اور ان کے اصل نام کی مناسبت سے باب غین کے تحت بھی تو ان دونوں مقامات کے ذکر کو ایک جگہ شامل کرلیا گیا ہے۔

اسی طرح معروف شخصیات کے ذکر میں قدرے تفصیل تھی تو اس کی تلخیص ہی شامل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے اصل مراجع کی طرف رجوع کریں۔ (ارشاد عالم نعمانی)]

- **حضرت ابوامامہ باہلی**

ان کا اصل نام صُدَیّ اور والد کا نام عجلان تھا۔ مصر میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ شام کے اکثر محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کا شمار کثیر الروایت صحابیوں میں ہوتا ہے ۸۶ھ/ ۷۰۵ء میں شام کے اندر ہی وفات پائی۔ شام کے اندر وفات پانے والے یہ آخری صحابی تھے۔ بعض کے نزدیک شام میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی حضرت عبد

اللہ بن بشر ہیں۔ صُدَیّ میں صاد پر ضمہ، دال مہملہ مفتوح اور یاء مشددہ ہے۔

● حضرت ابو بکر صدیق

اسمِ گرامی عبد اللہ ہے۔ والدِ محترم حضرت عثمان ابو قحافہ تھے۔ اِن کا شجرۂ نسب یوں ہے: ابو بکر بن ابو قحافہ، بن عامر، بن عمرو، بن کعب بن سعد، بن تیم، بن مرہ۔ یُوں ساتویں پشت میں اِن کا نسب سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ زبانِ رسالت سے انھیں "عتیق" کا لقب بھی مِلا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ
جو جہنم سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابو بکر کو دیکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اسلام سے پہلے اور بعد ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یار و غم خوار بن کر رہے اور سائے کی طرح کبھی جُدا نہ ہوئے۔ حضرت ابو بکر کا رنگ گورا سفید تھا۔ رخسار اُبھرے ہوئے نہ تھے۔ کیونکہ چہرے پر گوشت کم تھا۔ آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی نہ تھیں اور پیشانی اُبھری ہوئی تھی۔ انگلیاں موٹی اور پر گوشت نہیں تھیں۔ مہندی کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ پوری اُمتِ محمدیہ میں یہ سعادت صرف حضرت ابو بکر کے حصے میں ہی آئی کہ خود، والدین کریمین، اولادِ امجاد اور پوتے یعنی چار پشتیں شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ اِن کی ولادت واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ اور کچھ دن بعد ہوئی اور ۲۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳ھ ۲ راگست ۶۳۴ء میں منگل کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان انھوں نے وفات پائی اور شمعِ ہدایت کا یہ بے مثال پروانہ ہمیشہ کے لیے عدیم المثال شمعِ رسالت کے پہلو میں دیدارِ یار کی خاطر محوِ استراحت ہوگیا۔ وصیت کے مطابق ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انھیں غسل دیا اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اِن کا دورِ خلافت صرف دو سال چار ماہ ہے۔ ان سے کتنے ہی صحابہ

وتابعین نے روایت کی ہے جب کہ ان سے نسبتاً بہت کم حدیثیں مروی ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان کی ظاہری حیات کا عرصہ بہت مختصر و مصروف رہا۔

• حضرت ابوسعید سعد بن مالک

اپنی کنیت ابوسعید خدری سے زیادہ مشہور ہیں۔ صاحب علم، فہیم وفطین اور حافظِ قرآن کریم تھے۔ صحابہ وتابعین کی کثیر جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ نوے سال کی عمر پا کر ۴۰ھ/ ۶۶۰ء میں وفات پائی۔

• حضرت ابوصالح

یہ ابوصالح ذکوان ہیں۔ مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ روغن، گھی اور زیتون کی تجارت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ تجارت کا مال کوفہ میں لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے آزاد کردہ تھے۔ جلیل القدر اور مشاہیر تابعین میں سے ہیں۔ کثرت کے ساتھ روایت حدیث کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن سہل اور اعمش نے روایت کی ہے۔

• حضرت ابوعثمان بن عبدالرحمٰن

ابوعثمان کے دادا کا نام مُلّ تھا۔ خاندانی اعتبار سے مہندی اور وطنی اعتبار سے میری تھے۔ جاہلیت اور اسلام کے ادوار دیکھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی حیاتِ ظاہری میں مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن آقائے دوجہاں کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایک سوتیس سال عمر ہوئی جس میں سے نصف زندگی حالتِ کفر میں بسر ہوئی اور نصف اسلام میں ستر (۷۰) سال تقریباً مسلمان ہو کر بسر کی۔ ۹۵ھ/ ۷۱۳ء میں انتقال ہوا۔ حضرت عمر، ابن مسعود، اور ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سماعت حدیث کا شرف حاصل ہوا، ان سے روایت کرنے والوں میں قتادہ اور دیگر محدثین شامل ہیں۔

• حضرت ابوقتادہ

حارث بن ربعی نام تھا۔ انصار میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے شہ سواروں میں شمار ہوتے تھے۔ باختلاف روایت ۵۴ھ/۶۷۳ء میں مدینہ طیبہ کے اندر انتقال ہوا۔ بعض مؤرخین نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ستر (۷۰) سال کی عمر ہونے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تمام محاربات میں شریک رہے۔ انہوں نے نام کے بجائے کنیت سے زیادہ شہرت پائی۔

• حضرت ابوقحافہ

عثمان بن عامر نام ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قریش کی بنوتیم شاخ سے تعلق تھا۔ ان کی کنیت ابوقحافہ تھی۔ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ستانوے (۹۷) سال کی عمر ۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان سے حضرت صدیق اکبر اور اسماء بنت ابی بکر نے روایت حدیث کی ہے۔

• حضرت ابوالطفیل

نام عامر ہے۔ واثلہ کے صاحبزادے ہیں۔ یعنی کنانی ہیں لیکن نام کی بجائے کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آٹھ سال تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل رہا۔ ۱۰۳ھ/۷۲۱ء میں مکہ معظمہ کے اندر وفات پائی۔ صحابہ میں یہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اتنی طویل عمر پائی۔ بہت سے محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔

• حضرت ابوہریرہ

ان کے نام ونسب کے بارے میں محدثین کا زبردست اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالشمس یا عبد عمر تھا۔ اور اسلام لانے کے بعد عبداللہ یا عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ حاکم ابواحمد کا قول ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت ابوہریرہ کے نام کے متعلق سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ ان کی کنیت نام پر اس طرح غالب آئی گویا ان کا نام ہی نہیں رکھا گیا تھا۔ غزوۂ خیبر کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ خیبر میں شرکت کی۔ پھر ہر وقت خدمت نبوی میں حاضر رہنے لگے۔ صرف پیٹ

بھرنے پر اکتفاء کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں تشریف لے جاتے یہ بھی ساتھ رہتے تھے۔ صحابہ میں سب سے زیادہ قوی الحفظ تھے۔ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کو وہ چیزیں مستحضر رہتی تھیں جو دوسروں کو یاد نہ ہوئیں۔ خود فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت سے ارشادات سنتا ہوں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنی چادر بچھادو۔ میں نے اپنی چادر بچھادی، پھر آپ نے بہت سی احادیث بیان فرمائیں۔ اب مجھے وہ تمام ارشادات یاد تھے جو آپ نے بیان فرمائے۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے آٹھ سو سے زیادہ افراد سے روایت نقل کی ہیں۔ ان سے حضرت ابن عمر حضرت عباس حضرت جابر حضرت انس اور صحابہ و تابعین کی کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

• حضرت ابنا بسر

یہاں بُسر کے دونوں بیٹوں سے عطیہ اور عبداللہ مراد ہیں۔ کھجور اور مکھن کھانے سے متعلق اِن دونوں بھائیوں سے ایک حدیث مروی ہے جس کی سند میں اِن کے نام مذکور نہیں بلکہ صرف ابنا بسر کہا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بُسر سلمی مازنی ہیں۔ ان کے والد بُسر، والدہ محترمہ، بھائی عطیہ اور بہن صمہا کو صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے۔ شام میں قیام پذیر رہے مگر حمص میں ۸۸ھ/۷۰۶ء میں بوقت وضو اچانک وفات پائی۔ شام کے صحابہ میں سب کے اخیر میں انتقال فرمایا۔ لیکن بعض نے حضرت ابوامامہ کو سب سے اخیر میں انتقال کرنے والے بتایا ہے۔ ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ حضرت عطیہ بن بُسر سے مکحول نے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد نے کتاب الاطعمہ میں ان دونوں سے روایت کی ہے۔

• حضرت اشعث بن قیس کندی

اِن کی کنیت ابومحمد اور والد کا نام معدیکرب ہے۔ اپنے قبیلے کا وفد قائد کی حیثیت میں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ چونکہ

قبیلے کے معززین میں ان کا شمار تھا لہٰذا اسلام قبول کر لینے پر بھی انھیں اعزاز حاصل رہا۔ وصالِ نبوی کے بعد یہ اسلام سے پھر گئے تھے لیکن دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی اسلام سے مشرف ہوگئے تھے۔ آخر کار کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور ۴۰ھ/ ۶۶۰ء میں وفات پائی۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی تھی۔ اِن سے ایک جماعت نے روایت حدیث کی ہے۔

• حضرت انس بن مالک

اِن کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ انصار کے قبیلہ خزرج سے اِن کا تعلق تھا۔ اِن کی والدۂ ماجدہ کا اسمِ گرامی حضرت اُمِ سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اِنھیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص خادم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں جلوہ گری ہوئی تو اِن کی عمر دس سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اِنھیں بصرہ کے اندر تبلیغِ اسلام پر مامور فرمایا تو وہیں اقامت پزیر ہوگئے اور اُسی سرزمین میں ۹۱ھ/ ۷۱۰ء کے اندر وصال فرمایا۔ بصرہ کے اندر فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں۔ اِس حساب سے ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِنھوں نے ننانوے سال کی عمر پائی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے اسی قول کی تصحیح کی ہے۔ زندگی میں ہی اِن کی اولاد کی تعداد سَو تک پہنچ گئی تھی۔ بعض نے اسّی کہا ہے یعنی اٹھتر (۷۸) لڑکے اور دو لڑکیاں ان سے کثیر صحابۂ کرام و تابعینِ عظام نے روایت کی ہے۔

• حضرت براء بن عازب

یہ ابوعمارہ انصاری حارثی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابوعمرو بھی تھی۔ کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۲۴ھ/ ۶۴۵ء میں انہوں نے رَے فتح کیا۔ جنگ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ڈٹ کر ساتھ دیا۔ مصعب عُمیر کے زمانہ میں ۷۲ھ/ ۶۹۱ء کے اندر کوفہ میں وفات پائی۔ غزوۂ بدر میں کم سِنی کے باعث شریک نہیں کیے گئے تھے۔ پہلے پہل چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں غزوۂ اُحد کے

اندر شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ غزوات وغیرہ کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ (۱۸) سفر کیے اِن سے روایت کرنے والوں کی تعداد کثیر ہے۔

• حضرت بُریدہ بن حُصیب اسلمی

انھوں نے غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس میں شریک نہ ہو سکے۔ بیعتِ رضوان کرنے والوں میں شامل تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے لیکن پھر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ جہاد کرتے ہوئے خراسان پہنچے اور یزید بن معاویہ کے دورِ اقتدار میں مرو کے مقام پر ۶۲ھ/ ۸۲-۶۸۱ء وفات پائی۔ ان سے بہت سے حضرات نے روایت کی ہے۔

• حضرت بلال بن حارث

یہ مزنی تھے۔ اِن کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تھے۔ جبکہ اشعر کے رہنے والے تھے۔ بعد میں بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے اور فتح مکہ کے موقع پر مزینہ کا پرچم یہی لہرا رہے تھے۔ اِن کے بیٹے حارث اور علقمہ بن ابی قصاص نے اِن سے روایت کی ہے۔ عمرِ عزیز کی اسی (۸۰) منزلیں طے کر لینے کے بعد انھوں نے ۶۰ھ/ ۶۷۹ء میں وفات پائی۔

• حضرت جابر بن عبداللہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ انصار کے قبیلہ سلم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا شمار مشاہیر صحابہ میں ہوتا ہے۔ یہ اُن صحابۂ کرام میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کثرت سے احادیث روایت کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ انہوں نے شام اور مصر کے سفر بھی کیے۔ آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ عبدالملک بن مروان کے دورِ اقتدار میں چورانوے سال کی عمر پا کر انہوں نے مدینہ طیبہ کے اندر ۷۴ھ/ ۶۹۳ء میں وفات پائی۔ ان کا شمار طویل عمر پانے والے صحابۂ کرام میں ہوتا ہے۔

• حضرت سعد بن عبادہ

ابو ثابت کنیت تھی۔ بارہ نقبا میں سے ہیں۔ انصار کے سرداروں میں شمار ہوتے ہیں۔ شان و شوکت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ بہت سے محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ڈھائی سال بعد ۱۵ھ / ۶۳۶ء میں سرزمینِ شام کے اندر ان کا انتقال ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق ۱۱ھ / ۶۳۲ء میں حضرت ابو بکر صدیق کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ غسل خانہ میں مردہ پائے گئے جب دیکھا گیا تو ان کا جسم سبز ہو چکا تھا۔ ان کے قتل کے بعد ایک نادیدہ آواز سُنی گئی جس میں کسی کہنے والے نے کہا کہ "ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔ ہم نے ان کے قلب پر تیر چلائے جو خطا نہ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں کسی جن نے شہید کیا تھا۔

• حضرت شقیق بن ابی سلمہ

ابو وائل اسدی کنیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کا دور پایا لیکن سماعتِ حدیث کا شرف نہ حاصل ہو سکا۔ خود فرماتے ہیں کہ وصال نبوی کے وقت میری عمر دس سال کی تھی۔ میں اس وقت جنگلوں میں بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ بہت سے صحابہ سے بشمول حضرت عمر بن خطاب، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سماعتِ حدیث کی۔ حضرت ابن مسعود مخصوص معتمدین میں سے تھے۔ کثرت سے روایت کرتے ہیں اور معتمد راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حجاج بن یوسف کے دور میں انتقال ہوا۔ بعض مورخین نے سن وفات ۹۹ھ / ۷۱ء بتایا ہے۔

• حضرت عائشہ صدیقہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی رومان بنت عامر بن عویمر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل شوال میں نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں ان سے عقد کیا۔ محدثین کی ایک روایت

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شوال ۲ھ رمارچ ۶۲۴ء میں ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آمد کے سات ماہ بعد یہ رخصتی ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے نو سال مشرف ہوئیں وصالِ نبوی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ حضرت عائشہ، فقیہ، فاضلہ، فصیحہ، عالمہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کرنے والی ہیں۔ وقائع عرب ومحاربات اور اشعار کی زبردست ماہر وواقف کار تھیں۔ صحابۂ کرام اور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے روایت نقل کی ہیں۔ مدینہ منورہ میں باختلاف روایت ۵۷ھ / ۶۷۷ء یا ۵۸ھ / ۶۷۸ء میں ۱۷ رمضان المبارک / جولائی میں وفات پائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی وصیت کے مطابق انھیں شب کی تاریکی میں دفن کیا گیا۔ قبرِ انور جنت البقیع میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

● حضرت عباس بن عبد المطلب

آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ یہ عمر میں آپ سے دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ نمر بن قاسط کے خاندان سے تھیں۔ حضرت عباس کو معاشرتی زندگی میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ آپ زمانۂ جاہلیت میں بڑے سردار تھے۔ حجاج کرام اور زائرین خانہ کعبہ کے لیے پانی کی بہم رسانی (آبِ زمزم سے سیرابی) آپ کے فرائض میں شامل تھا۔ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے قبل ستر (۷۰) غلام آزاد کیے تھے۔ معرکۂ بدر میں کفارِ مکہ کی طرف سے شریک ہوئے اور اسیر ہوئے۔ جنگ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: جناب عباس اگر کسی کی زد پر آجائیں تو انھیں قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ کفارِ مکہ

نے انھیں جبراً جنگ میں شریک کیا ہے۔(یہ بات واضح رہے کہ آپ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اس کا اظہار نہیں کیا تھا) عقیل بن ابی طالب نے ان کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلائی تھی۔ اس کے بعد مکہ واپس آگئے تھے، پھر فتح مکہ سے قبل ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے۔ غزوۂ حنین میں جن صحابہ نے استقامت کا ثبوت دیا اُن میں یہ بھی شامل تھے۔ اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں ۱۲؍رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک ۳۲ھ؍ ۱۲؍فروری ۶۵۳ء میں اِس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ ان سے صحابہ وتابعین کی ایک کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

• حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ بچپن ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ صاحب علم وفہم وزہد وتقوی تھے۔ تمام معاملات نہایت احتیاط سے اور دیکھ بھال کر طے کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے ہر شخص پر دنیا مائل ہوئی اور وہ اس کے آگے جھک گیا سوائے حضرت عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کے۔ میمون بن مہران فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ محتاط اور پرہیز گار کسی کو نہیں دیکھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے زیادہ ذی علم کسی دوسرے کو نہیں پایا۔ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حدودِ حرم سے باہر حِل میں دفن کیا جائے، لیکن حجاج بن یوسف کی وجہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکی۔ اور مقام ذی طوی میں مہاجرین کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر چھیاسی یا چوراسی سال کی ہوئی۔ ان سے صحابہ، محدثین اور تابعین کی کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

• عبداللہ بن مسعود

ہذلی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ اسلام لانے والوں میں چھٹے فرد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اور حضرت عمر کے

مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل مسلمان ہو گئے تھے۔ کثرت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور آپ کے خدام خاص اور محرم راز صحابہ میں سے تھے۔ سفر میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور نعلین مبارک کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوتی تھی۔ اور وضو کا پانی سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ انھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور غزوۂ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی تھی۔ انہیں اس دنیا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ اُم عبد کا بیٹا (عبداللہ بن مسعود) میری اُمت کے لیے جو بھی پسند کرے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں اور وُہ جس کو ناپسند کرے مجھے بھی وُہ ناپسند ہے۔ یہ ظاہری صورت وسیرت، علم وحلم اور وقار میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ کوفہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ حضرت عمر کے دور خلافت اور خلافت حضرت عثمان کے ابتدائی دور میں ناظمِ بیت المال رہے۔ آخر میں مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ / ۶۵۲ء میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔ ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔

● حضرت عبید اللہ بن عبداللہ

ان کے دادا کا نام عمر اور کنیت ابوبکر تھی۔ انہیں محدثین مدینہ سے سماعت حدیث کا شرف حاصل ہوا۔ تابعین میں شمار ہوتے ہیں امام زہری کے علاوہ اکابر تابعین نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ ان کا شمار ثقہ تابعین میں ہوتا ہے۔ حجازیوں میں ان کی روایت کردہ احادیث مشہور ہیں۔ اپنے بھائی سالم سے پہلے انتقال کیا۔

● حضرت عثمان بن عفان

ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ قریش کی اُموی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سابقین اوّلین میں سے ہیں۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر اس وقت

اسلام لائے جبکہ دارارقم اسلام کی تبلیغ کا مرکز نہیں بنا تھا۔ انھوں نے دو مرتبہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھیں۔ مقام حدیبیہ پر تحت الشجرہ بیعت رضوان منعقد ہوئی۔ اس میں حضرت عثمان شرکت نہ فرما سکے۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصالحت کے معاملات طے کرنے کے لیے انھیں مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے اس انداز میں بیعت فرمائی کہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالنورین کے لقب سے ملقب ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آگئیں۔ یکم محرم ۲۴ھ ر نومبر ۶۴۴ء کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۳۶ھ/۶۵۶ء میں اٹھاسی سال کی عمر میں ایک مصری اسود کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کا دورِ خلافت بارہ سال سے چند دن کم رہا۔ ان سے صحابہ اور محدثین کی کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

• حضرت عثمان بن مظعون

ابو سائب آپ کی کنیت تھی۔ تیرہ (۱۳) افراد کے بعد یہ اسلام لائے تھے۔ پہلے ہجرتِ حبشہ کی اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی شراب سے رُکنے والے تھے۔ مدینہ منورہ میں انتقال کرنے والے پہلے مہاجر صحابی ہیں۔ ان کا انتقال ہجرت نبوی کے ڈھائی سال بعد ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تدفین کے وقت فرمایا: یہ شخص گزرنے والوں میں سے ہمارے لیے بہترین شخص تھے۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ نہایت درجہ عابد، مرتاض اور صاحب فضل صحابہ میں سے تھے۔ ان کے صاحبزادے سائب اور ان کے بھائی قدامہ بن مظعون نے اِن سے روایت حدیث کی ہے۔

• حضرت عرباض بن ساریہ

ان کی کنیت ابو نجیح سلمی تھی۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ شام میں اقامت پذیر

تھے اور وہیں ۵۷ھ/۶۷۷ء میں انتقال کیا۔ ان سے ابوامامہ اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

• حضرت عطاء بن عبداللہ

خراسان کے رہنے والے تھے۔ لیکن شام میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ ۵۰ھ/۶۷۰ء ولادت ہوئی۔ ۱۳۵ھ/۷۵۲ء میں انتقال فرمایا۔ ان سے امام مالک بن انس اور محمد بن راشد نے روایت کی ہے۔

• حضرت عمر بن خطاب

قریش کی عدوی شاخ سے تعلق تھا۔ ابوحفص کنیت تھی۔ اعلانِ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام لائے۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل چالیس مرد اور گیارہ عورتوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ آپ اسلام لانے والے چالیسویں مرد ہیں۔ جس روز آپ مشرف بہ اسلام ہوئے ان دن سے اسلام کا بول بالا ہونا شروع ہوگیا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہوا۔ داؤد بن حصین اور امام زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام لانے پر حضرت جبریل علیہ السلام خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ عمر کے اسلام لانے پر آسمانوں کے مکین بہت خوش ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم میرا یقین ہے کہ اگر حضرت عمر کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام انسانوں کے علم کو رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔ حضرت عمر کے وصال کے بعد عبداللہ بن مسعود کہنے لگے کہ علم کے دس حصوں میں سے حضرت عمر نو حصے اپنے ساتھ لے گئے اور اب صرف ایک حصہ علم باقی رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اور خلیفہ دوم ہیں۔ آپ تاریخ میں پہلے حکمران ہیں جنھیں امیرالمومنین کے لقب سے پکارا گیا۔ آپ کا حلیہ مبارک اس طرح

بیان کیا گیا ہے۔ گورا سرخ وسفید رنگ اور بقول بعض گندمی رنگ تھا۔ لمبا قد سر کے اکثر بال گر گئے تھے آنکھوں میں ہمہ وقت سرخی دوڑتی رہتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض الموت میں جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمالیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدیق اکبر کے انتقال کے بعد انتظامی اُمور کو کامل طور سے انجام دیا۔ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ فیروز نامی مجوسی نے مسجد نبوی میں حالت امامت کے اندر بدھ ۲۶/ذی الحجہ ۲۳ھ/۱/اکتوبر ۶۴۴ء میں زہر آلود خنجر سے زخمی کیا۔ ۱۰ محرم الحرام بروز اتوار ۲۴ھ/نومبر ۶۴۴ءکو چودہ دن زخمی حالت میں گذری کر اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ اور صحیح اقوال کے مطابق سفرِ آخرت کے وقت آپ کے عمر تریسٹھ سال اتھی۔ آپ کی مدّتِ خلافت دس سال چھ ماہ بتائی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ ان سے حضرت ابو بکر صدیق باقی تمام عشرہ مبشرہ اور صحابہ وتابعین کی کثیر جماعت نے روایت کی ہے۔

● حضرت سیدہ فاطمہ الکبریٰ

آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کے بارے میں سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، رمضان ۲ھ/فروری ۶۲۴ء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔ رخصتی ذی الحجہ ۲ھ/مئی ۶۲۴ء میں ہوئی۔ آپ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: امام حسن، امام حسین، محسن، زینب، ام کلثوم، اور رقیہ۔ اٹھائیس (۲۸) سال کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد انتقال فرمایا۔ غسل حضرت علی نے دیا۔ حضرت عباس نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنین کریمین کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے روایت کی ہے۔

• حضرت کعب الاحبار

ان کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ والد کا نام مانع تھا۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور پایا لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر، حضرت صہیب، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں حمص کے مقام پر ۳۲ھ / ۶۵۲ء میں وصال کیا۔

• حضرت مطلب بن ابی وداعہ

یہ سہمی قرشی ہیں۔ ابو وداعہ کا نام حارث تھا۔ حضرت مطلب فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ ان کے والد جنگ بدر میں اسیر ہو گئے تو حضرت مطلب اپنے والد کی رہائی کے سلسلے میں مدینہ آئے۔ اور چار ہزار درہم فدیہ ادا کر کے انہیں آزادی دلا کر لے گئے۔ ان سے حضرت عبداللہ بن زبیر، ان کے صاحبزادے کثیر وجعفر اور مطلب بن سائب نے روایت حدیث کی ہے۔ پہلے کوفہ میں جا کر اقامت پذیر ہوئے اور بعد میں مدینہ منورہ آگئے تھے۔

• حضرت نعمان بن بشیر

ابو عبداللہ کنیت تھی۔ انصاری ہیں اور مسلمانان انصار میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ وصال نبوی کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔ یہ اور ان کے والدین منصب صحابیت پر فائز تھے۔ کوفہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اور امیر معاویہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے۔ بعد میں حمص کے گورنر مقرر ہوئے۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے لیے لوگوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ اہلِ حمص نے انھیں ۶۴ھ / ۶۸۳ء میں شہید کیا۔ اِن سے اِن کے صاحبزادے محمد اور شعبی کے علاوہ دوسرے محدثین نے روایت کی ہے۔

کتابیات

(وہ کتابیں جن سے حوالہ جات کی تخریج میں براہ راست مدد لی گئی۔)

قرآن، تفسیر قرآن

- القرآن الکریم
- انوار التنزیل و اسرار التاویل المعروف به تفسیر البیضاوی: ابی الخیر عبداللہ عمر الشیرازی البیضاوی (وصال ۶۹۱ھ)، اعداد وتقدیم: محمد عبدالرحمن المرعشلی، داراحیاء التراث بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء
- حاشیۃ البیضاوی، العلامہ عبدالحکیم السیالکوٹی
- تفسیر الجلالین، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی (۸۳۹ھ-۹۱۱ھ)

  جلال الدین محمد بن احمد بن محمد المحلّی (۷۹۱ھ-۸۶۴ھ) مجلس البرکات، مبارک پور، اعظم گڑھ ۱۴۲۷-۲۰۰۶ء
- تفسیر البغوی المسمّٰی معالم التنزیل، الامام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرّا البغوی (وصال ۵۱۶ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء-۱۴۱۴ھ (الطبعۃ الاولی)
- تفسیر الکبیر أو مفاتیح الغیب، الامام فخر الدین محمد بن عمر التمیمی، الرازی (۵۴۴ھ-۶۰۴ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۴ء-۱۴۲۵ھ (الطبعۃ الثانیۃ)
- تفسیر القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (وصال ۶۷۱ھ) تحقیق: سالم مصطفی البدری، دارالکتب العلمیۃ

بیروت،لبنان، ۲۰۰۳ء-۱۴۲۴ھ(الطبعۃالثانیۃ)۔

حدیث،شرح حدیث،اصول حدیث

- صحیح البخاری، الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۴ء-۱۴۲۵ھ الطبعۃالرابعۃ، (طبعۃ کاملۃفی مجلدواحد)
- صحیح مسلم، الامام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری، النیشاپوری(وصال ۲۶۱ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء-۱۴۲۳ھ الطبعۃالثانیۃ(طبعۃ کاملۃفی مجلدواحد)
- سنن الترمذی، الامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲۰۹ھ-۲۹۷ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء-۱۴۲۳ھ الطبعۃالاولی(طبعۃ کاملۃفی مجلدواحد)۔
- شمائل الترمذی، الامام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی مشمولہ فی آخر جامع الترمذی مجلس البرکات مبارک پور، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء
- سنن ابی داؤد، الامام الحافظ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (۲۰۲ھ-۲۷۵ھ) دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء-۱۴۲۶ھ الطبعۃالثانیۃ(طبعۃ کاملۃ)
- سنن ابن ماجہ، الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (وصال ۲۷۵ھ)دارالکتب العلمیۃبیروت،لبنان، ۲۰۰۴ء-۱۴۲۵ھ۔
- مشکوۃالمصابیح (مجلدین) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (وصال ۷۴۱ھ)اعتنی بہ: محمد مزار تمیم، ہیثم نزار تمیم، شرکۃدارالارقم بن ابی الارقم،بیروت،لبنان۔غیرمؤرخ۔

- شعب الایمان، الامام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) تحقیق: ابوھاجر محمد بن السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء-۱۴۲۱ھ (الطبعۃ الاولی)
- شرح السنۃ، الامام، حسین بن مسعود البغوی (۴۳۶ھ-۵۱۶ھ) تحقیق: زھیر الشادیش وشعیب الارناؤط المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۸۳ء-۱۴۰۳ھ (الطبعۃ الثانیۃ)
- المسند الامام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) شرحہ ووضع فھارسہ: احمد محمد شاکر۔ دار الحدیث القاھرۃ ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵ء
- سنن الدارمی، الامام ابو محمد عبداللہ بن بھرام، الدارمی، تحقیق: عبدالغنی مستو، المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت، ۲۰۰۶ء-۱۴۲۶ھ
- الموطا، الامام مالک بن انس (۹۳ھ-۱۷۹ھ) شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم بیروت، ۲۰۰۷ء-۱۴۲۸ھ
- ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، الامام شھاب الدین ابو العباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی (وصال ۹۲۳ھ) ضبطہ وصححہ: محمد عبدالعزیز الخالدی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۱۹۹۶ء-۱۴۱۶ھ (الطبعۃ الاولی)۔
- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، العلامۃ علی بن سلطان محمد القاری (وصال ۱۰۱۴ھ) تحقیق: جمال عینانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۱ء-۱۴۲۲ھ (الطبعۃ الاولی)
- رسالہ اصولِ حدیث، السید الشریف علی الجرجانی، مشمولہ فی جامع الترمذی، مجلس البرکات مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ۲۰۰۲ھ-۱۴۲۴ھ
- الحاشیۃ النافعۃ علی مشکوۃ المصابیح، الشیخ محمد بن بارک اللہ

البنجابی، مجلس البرکات، مبارک پور، ۲۰۰۶ء-۱۴۲۷ھ، الطبعۃ الاولی

- لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، المحقق علی الاطلاق، الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی۔ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) مخطوطہ www.archive.org

فقہ، اصول فقہ

- الدر المختار شرح تنویر الابصار، العلامۃ محمد بن علی الحصکفی (۱۰۵۲ھ-۱۰۸۸ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان ۲۰۰۳ء-۱۴۲۴ھ
- ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، خاتم المحققین محمد أمین الشھرباابن عابدین، دراسۃ وتحقیق وتعلیق: الشیخ عادل امد عبدالموجود والشیخ علی محمد معوض، دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء-۱۴۲۴ھ (الطبعۃ الثانیۃ)
- الفتاوی الھندیۃ المعروفۃ بالفتاوی العالمگیریۃ، العلامہ، الشیخ نظام وجماعۃ من علماء الھند، ضبطہ وصححہ: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء-۱۴۲۱ھ، (الطبعۃ الاولیٰ)
- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار www.archive.org
- قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ (مخطوطہ)، مختار بن محمود، الزاھدی، القزوینی، مکتبۃ المصطفیٰ، www.al-mostafa.com.info. مخطوطہ نمبر mo14829
- مسلم الثبوت، علامہ محب اللہ بہاری، میر محمد کتب خانہ مرکز علم ادب، آرام باغ، کراچی (سنہ ندارد)
- فواتح الرحموت، علامہ عبدالعلی، فرنگی محلی

اردو کتب

- آئینۂ حق۔ مولانا ابوالنصر منظور احمد۔ مکتبہ فریدیہ ساہیوال جولائی ۱۹۷۴
- احسان الٰہی ظہیر شہید ڈاکٹر سطین لکھوی مکتبہ ناصریہ فیصل آباد نومبر ۱۹۹۰
- براہین قاطعہ، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۳۰۴ھ-۱۸۸۶ء
- تاریخ ادب اردو محمد انصار اللہ قومی کونسل اردو دہلی 2012
- توقیر سخن ڈاکٹر محمد آصف حسین مراد آباد
- ذخیرۃ العقبیٰ علامہ شاہ محمد گل خان مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد ۱۸۹۲ء
- رسائل شاہ ولی اللہ ارشد قریشی مرتب تصوف فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹
- سنن ابو داؤد اردو ابو عمار عمر فاروق سلفی دار السلام لاہور جلد اول ۲۰۰۶
- شرح صحیح مسلم اردو علامہ غلام رسول سعیدی مرکز اہلسنت پوربندر ۲۰۰۴
- صحیح مسلم اردو مولانا عابد الرحمن صدیقی کاندھلوی ادارہ اسلامیات کراچی 2017
- ضیاء القرآن، علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۹ء
- فتاویٰ رشیدیہ کامل مفتی رشید احمد گنگوہی دار الاشاعت کراچی ۲۰۰۳
- کتاب مقدس بائبل سوسائٹی لاہور
- کرامات اہل حدیث جدید محمد اویس فاروقی مسلم پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۲
- کلام مقدس کیتھولک بائبل سوسائٹی لاہور

فارسی لغت

- منتہی الارباب (المنتهی الارباب فی لغات العرب) عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری (طبع اوّل) مطبع سرکاری لاہور، (طبع دوم) مطبع مصطفائی لاہور، ۱۳۱۵ھ-۱۸۹۸ء

کتابیات/مراجع و مصادر (تقدیم)

نام کتاب	مصنف/مرتب/مترجم	ناشر/مقام اشاعت	سنہ اشاعت
احسن البیان	مولانا محمد جونا گڑھی	دارالسلام لاہور غیر مورخ	
اخبار الاخیار۔اردو	مولانا سبحان محمود	اکبر بک سیلر لاہور	اگست ۲۰۰۴
اردو میں میلاد النبی	ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید	فکشن ہاؤس لاہور	مارچ ۱۹۹۸
اسوہ صحابہ کامل	مولانا عبدالسلام ندوی	اسلامی کتب خانہ لاہور	غیر مؤرخ
الحاوی للفتاوی۔عربی	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۰۱۰
الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن	مکتبہ سلفیہ لاہور	۲۰۰۲
الفوز الکبیر۔اردو	پروفیسر محمد رفیق	مکتبہ قرآنیات لاہور	غیر مؤرخ
المعجم الکبیر۔عربی	حافظ ابوالقاسم سلیمان	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۰۰۷
المعجم الاوسط۔عربی	حافظ ابوالقاسم سلیمان	دار الفکر عمان	۱۹۹۹
انفاس العارفین۔فارسی	شاہ ولی اللہ محدث	مطبع احمدی دہلی	۱۸۹۷
براہین قاطعہ	مولانا خلیل احمد	مطبع ہاشمی میرٹھ	۱۸۸۷
براہین قاطعہ	مولانا خلیل احمد	بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ	نومبر ۱۹۰۳
براہین قاطعہ	مولانا خلیل احمد	دار الاشاعت کراچی	مارچ ۱۹۸۷
برصغیر کے اولیاء اور ان کے مزار	ارشد رازی	مشعل بکس لاہور	۲۰۰۷
تاریخ اسلام	شاہ معین الدین ندوی	دار المصنفین اعظم گڑھ	دسمبر ۱۹۴۸
تاریخی فتویٰ۔اردو	مولانا اسید الحق قادری	تاج الفحول اکیڈمی بدایوں	۲۰۰۹
تصریحات	سید ابوالاعلیٰ مودودی	مکتبہ ذکری رام پور	۱۹۸۷
دنیا کو اسلام سے کس طرح روکا	محمد اعجاز علی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی	اپریل ۱۹۹۴

رحمۃ للعالمین	قاضی سید محمد سلیمان	دفتر رحمۃ للعالمین پٹیالہ	۱۹۲۴
روضۃ القیومیہ۔ اردو	محمد احسان مجددی	مکتبہ نبویہ لاہور	۲۰۰۲
سیرت النبی قدم بقدم	عبد اللہ فارانی	ایم آئی ایس پبلیشر کراچی	ستمبر ۲۰۰۸
سیرت حمیدیہ۔ رسالہ نمبر ۳	سید کمال الدین احمد	خلافت کمیٹی الہ آباد	غیر مورخ
سیرت مصطفیٰ	مولانا محمد ادریس	کتب خانہ مظہری کراچی	غیر مورخ
صحیح بخاری	اسماعیل بخاری محدث		
صحیح مسلم۔ اردو ترجمہ	علامہ وحید الزماں خان	خالد احسان پبلیشر لاہور	
صدر الافاضل اور فن شاعری	ڈاکٹر محمد آصف	مؤلف۔ مراداباد	اگست ۲۰۱۷
ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ ازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشن لاہور	۱۹۹۰
ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ ازہری	المجمع المصباحی مبارکپور	جنوری ۲۰۰۰
ظہور نور	علامہ سید مناظر احسن	اسلامی پبلی کیشنز حیدر آباد	۱۹۵۳
عالم اسلام پر مغرب کے تسلط	محمد وثیق ندوی	دار الرشید لکھنؤ	۲۰۱۴
عرفان القرآن	ڈاکٹر طاہر القادری	منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور	جولائی ۲۰۰۸ء
فتاویٰ عزیزی۔ اردو	مولانا عبد الواحد غازی پوری	ایم ایم سعید کمپنی کراچی	۱۹۸۸
فضائل قرآن مجید	محمد اقبال کیلانی سلفی	حدیث پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۵
فیوض الحرمین۔ اردو	پروفیسر محمد سرور	دار الاشاعت کراچی	۱۹۹۳
گلدستۂ مضامین	پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی	دفتر انارکلی لاہور	۱۹۰۳
مخ المعانی۔ ملفوظ۔ فارسی	شیخ زین بدر۔	مطبع مفید عام آگرہ	۱۹۰۳
مرقع دہلی	خلیق انجم	انجمن ترقی اردو ہند دہلی	۱۹۹۳
مضامین میلاد	غلام مصطفیٰ نقشبندی	مکتبہ نعیمیہ دہلی	۱۹۹۸
ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ	ثروت صولت	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	جون ۲۰۰۱

منتخب التواریخ۔ اردو	ڈاکٹر علیم اشرف خان	قومی کونسل اردو دہلی	۲۰۰۸
میلاد النبی	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	ادبی دنیا دہلی	۲۰۱۳
میلاد شریف اور اقبال	سید نور محمد قادری	مجلس خدام الاسلام لاہور	غیر مورخ
واقعات مشتاقی۔ فارسی	شیخ رزق اللہ مشتاقی	رضا لائبریری رامپور	۲۰۰۲
ہماری تہذیبی تاریخ	پروفیسر سید محمد عزیز الدین	ادارہ ادبیات دہلی	۲۰۱۱

۱۔ اشاعت اول کا سرورق، اشتہار، تالیف کے غرض وغایت، خاتمہ و فہرست

۲۔ اشاعت دوم کا سرورق و خاتمہ و فہرست

۳۔ حضرت علامہ شاہ محمد گل خان قادری کے مہر کا نقشہ

صاف صاف بیان کیا کہ ان امور کو کوئی ضروری اور نہ واجب سمجھتا ہو اسنے ان کے
جواز میں کچھ شک ان علماء کے نزدیک نہیں ہوگا **سوال** اس زمانہ میں بوقت ذکر
پیدایش آنحضرت صلعم کے اگر کوئی قیام کرتے ہیں اور اس قیام کو نہ واجب اور نہ فرض
سمجھتے ہیں اور نہ کل تخصیص مجلس میلاد وغیرہ کے ساتھ واجبات اور فرض سے خیال کرتے ہیں
آیا با اینصورت قیام مذکور جائز ہے یا بدعت **جواب** قیام کا استحباب بوقت
ذکر پیدایش آنحضرت صلعم کے انبا فالفضل رسول اللہ صلعم حدیث صحیح ترمذی و مشکوۃ
سے ثابت ہوا اگر واسطے اطمینان عوام اس کے براہین قاطعہ سے کہ جو مشہور
علماء دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف ہوئی ہے سند اس امر کی
دی جاتی ہے کہ قیام و رسم تعظیم ذکر شان فخر عالم علیہ السلام مستحب ہے بشرطیکہ جو عوام
اوسکو واجب اور ضروری نہ سمجھیں اور عبارت براہین قاطعہ کی جو کہ صفحہ ۲۳ میں
مسطور ہے بجنسہ نقل کی جاتی ہے وہ یہ ہے قیام مباح تو تھا مطلق اور تعظیم شان فخر عالم
علیہ السلام کی واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کے عقیدہ اور عوام کے سنت و واجب سمجھنے
سے بدعت اور مکروہ ہو گیا تھا اب اس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ ان علماء مبارک کے
نزدیک بھی اگر کوئی قیام کو واجب اور ضروری نہ سمجھے تو قیام و رسم تعظیم شان فخر عالم
علیہ السلام کے مستحب ہے **سوال** اس ترتیب کے ساتھ احادیث میلاد شریف کی جمع کرنا
اور بعض کثیرہ کو سننا جیسے فی زمانہ لوگ کرتے ہیں نہ زمانہ رسول اللہ صلعم میں تھا
نہ صحابہ کرام میں تھا آیا اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنا احادیث کا جائز ہے یا بدعت
جواب تالیف مسائل وغیرہ ترتیب احادیث وغیرہ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتی ہے
اسلئے کہ ہر ایک زمانہ میں علماء نے علی قدر مراتب مسائل وغیرہ کو تالیف کیا ہے اور جو
تالیفات زمانہ بعد زمانہ رسول اللہ صلعم میں موجود تھیں وہ ہر ہر ایک [illegible]

فہرست مضامین ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ

از تالیفات افخر الفقہاء الکرام حضرت مولانا

ذخیرۃ العقبیٰ

فی جواب

مجلس میلاد المصطفیٰ

اشاعت دوم، مطبع ریاض ہند۔ آگرہ

فہرست مضامین ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ

نمبر شمار	بیان مضامین	صفحہ	سطر	نام کتاب جس کی سند دی گئی
۸	تحقیق اُن احادیث کی جن میں قیام کرنا منع آیا ہے اور اُن احادیث کی جن میں قیام جائز آیا ہے۔	۱۴	۶	سیاق حدیث ابوداؤد و حدیث قیام فاطمہؓ ابوداؤد و طحاوی و شمائل
۹	تحقیق اس امر کی کہ قیام بوقت ذکر پیدائش آنحضرت صلعم کے ناجائز قیام میں داخل نہیں ہے	۱۶	۴	مضمون احادیث گذشتہ سے
۱۰	تحقیق اس امر کی کہ مولود خوان عین ذکر ولادت میں قیام کریں اور قبل و بعد قیام نہ کریں۔	۱۶	۱۲	مشکوٰۃ
۱۱	تحقیق اس امر کی کہ قیام مستحب ہے اور مستحب پر دوام کرنا بھی مستحب ہے۔	۱۷	۱۵	اجماع امت
۱۲	تحقیق اس امر کی کہ قیام سے بوقت ذکر پیدائش آنحضرت صلعم کے منکر ہونا یا اس قیام کو بدعت کہنا عین رسول اللہ صلعم کے فعل کو بدعت کہنا ہے۔	۱۷	۲۰	ترمذی و مشکوٰۃ
۱۳	تحقیق اس امر کی کہ لوگ اگرچہ بوقت ذکر ولادت آنحضرت صلعم ہمیشہ قیام کرتے ہیں مگر اس قیام کو فرض اور واجب نہیں جانتے ہیں لہذا دوام بدعت نہیں ہے۔	۱۸	۱۲	بخاری مسلم براہین قاطعہ مولفہ علماء دیوبند و معتقد مولوی رشید احمد صاحب
۱۴	تحقیق اس امر کی کہ حاضرین جلسہ میلاد بوقت ذکر قیام مولود خوان کے قیام کریں اسلئے کہ مولود خوان قاری ہیں اور حاضرین سامعین ہیں اور سامعین کا قیام قاری کے	۲۱	[illegible]	مشکوٰۃ

معلوم سے ہے بدعت ہو جائیگا گو فی حد ذاتہ وہ امر مباح یا مستحب ہوں مگر تعین اور اسکے ذکر ولادت
مخصوص وقت ہو جائیگا ابھی جناب من بموجب سوال سائل کے یہاں کوئی ضرورت ایسا نہیں ہے
کہ مولود شریف کو بغیر ہیئت کذائی جائز نہ سمجھے بلکہ سب عوام و خواص کا یہ عقیدہ ہے کہ مجلس
میلاد شریف جیسے ہیئت کذائی کے ساتھ جائز ہے ویسی ہی بغیر اس ہیئت کذائی کے جو کہ
ہندوستان میں مروج ہے جائز ہے۔ سوال قنادیل جو وقت مجلس میلاد شریف کے
مستعمل ہوتی ہیں اور اہل مجلس ان قنادیل کا استعمال نہ فرض نہ واجب اور نہ لوازم ضروریہ
مجلس میلاد شریف کے سمجھتے ہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجلس میلاد شریف
بغیر ان قنادیل کے جائز نہیں ہے بلکہ سبکا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر قنادیل بھی مجلس
میلاد شریف جائز ہے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر قنادیل حد اسراف تک پہونچی
تو ناجائز ہیں آیا باوجود عقائد مذکورہ اگر استعمال قنادیل مجلس میلاد شریف میں کوئی کرے
تو یہ استعمال جائز ہے یا ناجائز جواب۔ استعمال قنادیل باوجود عقیدہ مذکورہ بالا تک
جائز ہیں مگر اطمینان عوام الناس کے لئے براہین قاطعہ سے بمشورہ باہمی علماء دیوبند
اور جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف ہوگئی ہے سند لانا واسطے جواز
استعمال قنادیل باوجود عقیدت مذکورہ مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ عبارت براہین قاطعہ
کی جو کہ صفحہ ۱۵۳ میں ہے وہ یہ ہے بعینہ نقل کیجاتی ہے۔ جیسے خیر نبی مباح تھی کہ جب
عادت ہوگئے یا عوام کے ضروری جان لینے کی بدعت ہوئی اور لباس طعام اور قنادیل وغیرہ
جائز تھی مگر بوجہ تاکد اور اس اہتمام کے بدعت ہوگئی انتہی جناب من اس عبارت سے بخوبی
معلوم ہوا کہ علماء کے بر کت سے ان امور کا مکروہ اور بدعت ہونا بسبب ضروری اور
لازم کر لینے عوام الناس کے ثابت کیا اور سائل نے صاف صاف بیان کیا کہ ان امور کو

کوئی ضروری اور نہ واجب کہتا ہے اور ان امور کے جواز میں کچھ شک نہیں علماء کے نزدیک
بھی نہ ہوگا **سوال** اس زمانہ میں بوقت ذکر پیدائش آنحضرت صلعم کے اکثر لوگ قیام کرتے
ہیں اور اس قیام کو نہ واجب اور نہ فرض سمجھتے ہیں اور نہ اس کی تخصیص مجلس میلاد کے ساتھ
واجبات اور فرائض سے خیال کرتے ہیں آیا ایسا عقیدت قیام مذکور جائز ہے یا بدعت
جواب ۔ قیام کا استحباب بوقت ذکر پیدائش آنحضرت صلعم کے اتباعاً جنبل رسول خدا
صلعم حدیث صحیح ترمذی و مشکوۃ شریف سے ثابت ہوا مگر واسطے اطمینان عوام الناس کے
براہین قاطعہ سے کہ جو بمشورہ علماء دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف
ہو گئی ہے سند اس امر کی دی جاتی ہے کہ قیام واسطے تعظیم ذکر شان فخر عالم علیہ السلام کے
مستحب ہے بشرطیکہ عوام الناس اس کو واجب اور ضروری نہ سمجھیں اور عبارت براہین قاطعہ
کی جو کہ صفحہ [illegible] میں سطر [illegible] میں نقل کی جاتی ہے وہ یہ ہے قیام مباح ہوتا مطلقاً اور تعظیم
شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کی واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کے عقیدہ اور عوام کے سنت
دو جوب کے باعث بدعت اور مکروہ ہوا تھا۔ اب اس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ ان علماء بابرکت
کے نزدیک بھی اگر کوئی قیام کو واجب اور ضروری نہ سمجھے تو قیام واسطے تعظیم شان فخر عالم علیہ
السلام کے مستحب ہے۔ **سوال** ۔ اس ترتیب کے ساتھ احادیث میلاد شریف جمع کرنا
اور جماعت کثیرہ کو سنانا جیسے فی زمانہ لوگ کرتے ہیں نہ زمانہ رسول اللہ صلعم میں تھا
نہ صحابہ کرام میں تھا آیا اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنا احادیث کا جائز ہے یا بدعت۔ **جواب**
تالیف مسائل والہیہ اور ترتیب احادیث نبویہ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتی ہے اس لئے کہ ہر [illegible]
نے ائمہ دین میں سے علی قدر مراتب مسائل دینیہ کو تالیف کیا جیسے فقہ اور تعلیقات [illegible]
زمانہ رسول اللہ صلعم میں موجود نہ تھیں اور نیز ہر ایک [illegible] سے اپنے طور

اور طرز پر ترتیب احادیث نبویہ کیلئے اختیار کی ہے چونکہ اون کتابون کی تالیف کرنے سے
نہ کوئی امر دین مین سے بدعتی اور نہ کوئی امر شریف حدیث مین سے خلاف سنت ہوا اور نہ کوئی
وعظ ان آئمہ کی کتابون کی سنانے سے جماعت کثیرہ کو بدعتی ہوا علی ہذا القیاس علماء دین
نے جو کتابین دربارہ مجلس میلاد شریف تالیف کین اور اوس مین احادیث صحیحہ کے
مضامین یا کلام الہی کے داخل کئے نہ کوئی بدعتی اور نہ کوئی عاصی ہوگا اور بالفرض اگر کسی نے
احادیث موضوعہ درباب مجلس میلاد شریف جمع کی ہون تو بلا شک وہ شخص بدعتی ہے
مگر تالیف احادیث موضوعہ سے دربارہ مجلس میلاد شریف نفس میلاد شریف جو احادیث
صحیحہ سے ثابت ہے بدعت نہین ہو سکتی ہے جیسے کسی نے احادیث موضوعہ دربارہ بیان
صوم و صلوٰۃ کے جمع کین تو وہ شخص بدعتی ہوگا مگر صوم و صلوٰۃ بدعت نہ ہونگی۔ سوال۔ اگر مجلس
میلاد شریف کے مکان پر اونکے حقدار اور رشتہ دار امیر [پیر] اور اوستاد اور باپ وغیرہ واجب
التعظیم لوگ آتے ہین تو بانی مجلس اونکے لئے فرش کرتا ہے آیا یہ فرش کرنا ازروے
شرع شریف جائز ہے یا بدعت۔ جواب۔ یہ فرش کرنا جائز اور مستحب ہے چنانچہ حدیث
صحیح بروایت ابو داؤد وارد ہے کہ رسول اللہ حضرت صلعم کے پاس حضرت حلیمہ آپ کے
دودھ پلانے والی آپکے پاس تشریف لائین اور حضرت صلعم نے چادر مبارک اونکے لئے
فرش کی اور وہ اوس پر بیٹھ گئین اور وہ حدیث یہ ہے۔ عن ابی الطفیل الغنوی قال کنت
جالسا مع النبی صلعم اذا قبلت امراۃ فبسط النبی صلعم ردائہ حتے
قعدت علیہ۔

ف خلاصہ معنی حدیث کے یہ ہین کہ حضرت حلیمہ حضرت کے پاس تشریف لائین اور حضرت صلعم نے اونکے لئے
چادر مبارک بچھائی اور وہ اوس پر بیٹھ گئین۔ ۱۲